سوانح

سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب

پھگلہ ضلع ہزارہ میں نفوذِ احمدیت

الحاج سید محمد اقبال شاہ

اِدارہ تحقیق الادیان ریاستہائے متحدہ امریکہ

تعارف مصنف

الحاج سید محمد اقبال شاہ صاحب یکم جنوری 1941ء کو پھگلہ ضلع ہزارہ۔ پاکستان میں مکرم سید عبد الرحیم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مانسہرہ میں حاصل کی۔آپ کے والد صاحب چونکہ خود طبیب تھے اور اپنے اس معزز پیشہ کو لوگوں کی خدمت اور دکھی انسانیت کے مداوا کے طور پر استعمال کرتے تھے اس لئے وہ اپنے بچوں کی بھی اس شعبہ میں تعلیم کے خواہاں تھے۔چنانچہ 1974ء میں جب ربوہ میں طبیہ کالج کا اجراء ہوا تو انہوں نے سید محمد اقبال شاہ صاحب کو وہاں طب کی تعلیم کیلئے بھیج دیا۔آپ نے 4 سال وہاں رہ کر تعلیم مکمل کی اور بعد میں پھگلہ میں اپنے والد بزرگوار کی دینی اور طبی مصروفیات میں ان کے مددگار رہے۔اسی طرح دوا سازی اور جڑی بوٹیوں کے مفردات اور مرکبات کے متعلق تجربات میں ان کے دست راست رہے۔پھگلہ قدرتی جڑی بوٹیوں سے مالا مال ہے اور وہاں اس شعبہ میں تحقیق کے وسیع مواقع ہیں۔اس عرصہ میں ان کے والد بعارضہ کینسر بیمار ہوئے اور علاج کیلئے ان کو کئی مرتبہ لاہور جانا پڑا۔اس لمبی بیماری میں آپ کو اپنے والد صاحب کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔

مسٹر بھٹو اور ضیاء الحق کے دور حکومت میں جماعت احمدیہ کی مخالفت زوروں پر تھی۔ضلع ہزارہ میں احمدیوں کا کافی جانی اور مالی نقصان ہوا۔مخالفین کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔اس طرح سے پھگلہ کے افراد جماعت کو بھی ربوہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ان نازک ایام میں خدا تعالیٰ نے اپنی شان رزاقیت کے غیر معمولی اور معجزانہ نظارے دکھائے۔سید محمد اقبال شاہ صاحب اور ان کے بھائیوں وعزیزوں کیلئے سعودی عرب میں کام اور بزنس کے مواقع پیدا ہوئے۔اس طرح نہ صرف مالی کشائش ہوئی بلکہ متعدد بار عمرہ اور حج کی سعادت نصیب ہوئی۔الحمدللہ۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں سید وقاص احمد، سید عدنان احمد، سید اویس احمد، سید نواس احمد اور دو بیٹیوں سیدہ امتہ العلیم عظمیٰ اور سیدہ طوبیٰ احمد سے نوازا۔

سوانح

سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب

پھگلہ ضلع ہزارہ میں نفوذِ احمدیت

مرتبہ: الحاج سید محمد اقبال شاہ

اِدارہ تحقیق الادیان ریاستہائے متحدہ امریکہ

نام کتاب	:	سوانح ۔سید عبدالرحیم شاہؒ
مرتبہ	:	سید محمد اقبال شاہ
شائع کردہ	:	ادارہ تحقیق الادیان ۔امریکہ
پتہ	:	

P O Box. 184,
Crouton, PA. 19021,
United States of America.
Tele. +1-267-205-2660

سن اشاعت	:	2015ء
تعداد	:	500

فہرست مضامین

سوانح - سید عبدالرحیم شاہؒ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	عرض حال	7
2	پیش لفظ	9
3	خاندانی حالات:	11-26
	پھگلہ نام کی وجہ تسمیہ- پھگلہ میں ترمذی سید خاندان کی آمد-دادا صاحب کی دیانت داری کا اثر،دادا صاحب کی حضرت امام مہدیؑ کیلئے تڑپ-مہمان نوازی- دوست نوازی-تہجد گزاری-داد صاحب کی اولاد-میرے والد صاحب کی شادی- میرے ننھیال- دادا صاحب کا انتقال پُر ملال- میری نمبرداری کا مسئلہ-جابہ میں تعلیم-دوکانداری- شکار-گھوڑے-دوکان پر بحث ومباحثہ-مشرک مولوی کے پیچھے نماز کا ترک کرنا-دادی صاحبہ کی وفات-یتیمی کے مصائب-	
4	گاؤں سے ہجرت:	27-35
	گاؤں چھوڑنا-لاہور سے دہلی روانگی-سفر ممبئی-لاہور واپسی-طبیہ کالج میں داخلہ-حکیم عبد الواحد صاحب سے تعلق اخوت- امتحان سال اوّل-حکیم صاحب کا قبول احمدیت-حکیم صاحب سے مذاق-قرآنی تعلیم حاصل کرنا-لاہور سے واپسی	

5	طبیہ کالج میں داخلہ سے قبول احمدیت تک: حکیم صاحب کا قبول احمدیت۔مولوی عبدالرؤف صاحب کا پھگلہ میں پہلا مناظرہ۔ امیر الدین صاحب کا قبول احمدیت۔ رسالہ حقائق القرآن۔برف پر چل کر مشرف بہ بیعت ہونا۔	36-41
6	دور دراز علاقوں میں تبلیغ احمدیت اور مناظرات: قبول احمدیت کے بعد پہلا مناظرہ۔مولوی عبد الرؤف صاحب کی وفات اور غیر احمدیوں کا بائیکاٹ۔برفانی پہاڑوں میں تبلیغ اور مناظرہ۔ شرائط مناظرہ۔بائی بالا میں تبلیغ	42-52
7	زمینداری، الٰہی حفاظت اور نصرت: ٹانگوں کا فریکچر۔برطانوی فوجی کیمپ اور سڑک۔میری زمین پر پختہ بند کی تعمیر۔الٓر کے متعلق القاء الٰہی۔پانچ الٓر یاد کرنے کی رؤیا۔	53-58
8	حضرت مولانا ابو العطاء صاحبؒ اور مولوی غوث ہزاروی کے مابین مناظرہ اور الٰہی نصرت: چچا کا پتھر سے حملہ۔بڑے چچا کا بائیکاٹ اور خدا کی نصرت۔بادلوں کا چوتھے آسمان سے برسنے کا عقیدہ۔ جلسہ سیرت النبیؐ کے دوران ہنگامہ۔ایک پٹواری کی مخالفت اور اس کا انجام۔	59-70
9	حضرت والد ماجد صاحب کی سیرت کے چند نمایاں پہلو: صوم وصلوٰۃ کی پابندی۔دینی غیرت۔مرکز سے وابستگی۔	71-73
10	حضرت المصلح الموعودؓ کی پھگلہ میں آمد: صحابہؓ سے آپ کا تعلق۔حضرت قدرت اللہ سنوری صاحبؓ کی آمد	74-79

11 محترم والد صاحب کے بعض اوصاف حمیدہ: 80-101

اصحابی کالنجوم-قرآن مجید سے آپ کی گہری وابستگی-دعاؤں کی تلقین-الصیام- چندہ وصدقات-حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی قبل از خلافت پھگلہ میں آمد-مختلف تحریکات میں آپ کا حصہ-قبولیت دعا-تعلق تقویٰ-احساس ندامت-رسوم سے نفرت-جرأت ایمانی-خلفاء کیلئے غیرت-دیانتداری-توکل علی اللہ-علم دوستی-مطالعہ اور کتب کا شوق-سخاوت-صحت کا خیال-طبی خدمات-محنت - جرأت اور بہادری-سچائی-حسن سلوک-رحمدلی-مہمانوں کی قدر-صبر-نمازوں کا اہتمام-منکسر المزاجی-نسلی امتیاز اور تکبر کے خلاف جہاد۔

12 مولانا مبشر احمد راجیکی صاحب کی مانسہرہ میں تعیناتی اور تبلیغی مساعی: 102-111

جرأت ، بہادری اور بے خوفی-گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنا-الہام پر اعتراض اور خدائی امداد-حضرت اویس قرنیؓ کی امام مہدی سے مماثلت-میرا طبیہ کالج ربوہ میں داخلہ۔

13 بیماری اور آخری ایام: 111-152

الٰہی تصرفات-بشارات-ابتلاء کی حکمت-الٰہی اشارہ-ربوہ سے پھگلہ روانگی-آپ کے خطوط-بچوں کی آمد کیلئے بے قراری-رشتہ داروں کی جھوٹی محبت-ہجرت کی کوشش-رؤیاء صادقہ-قبر بنانے میں رکاوٹیں-وفات-نماز جنازہ اور تدفین-حضرت والد ماجد کی رحلت پر تعزیت نامے اور مکتوبات

14 متفرقات: 153-190

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایبٹ آباد میں قیام اور سیاحت -امراء پنجاب کی پھگلہ میں آمد- ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی آمد-محترمہ والدہ صاحبہ کا ذکر خیر-معجزانہ شان رزاقیت-حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کا والد صاحب کے متعلق نوٹ-شجرہ نصب-اولاد-بعض مخلص احباب جو والد بزرگوارؒ سے تعلق اخوت رکھتے تھے - 1974ء اور 1984ء میں خاندان پر مقدمات-مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سید سخاوت شاہ صاحب-رفاہِ عامہ کے کام-غرباء کا خیال-احمدی احباب سے آپ کا تعلق اخوت-مکرم بابو محمد عالم صاحب-مکرم چوہدری نور احمد عابد صاحب-مکرم مسعود احمد اعوان صاحب-مکرم مہر دین صاحب-پھگلہ کے جنگلات۔

15 مطبوعات 191

○○

عرض حال

خدا تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی طرف سے ایسے ''رجال'' (غیر معمولی صفات کے حامل افراد) کے متعلق اس وقت بشارت دی جبکہ آپ قادیان کی دُور افتادہ بستی میں گمنام اور غیر معروف تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا:

ینصرك رجالٌ نوحی الیھم من السَّماءِ

یعنی تیری نصرت ایسے افراد کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ الٰہی وعدہ کے مطابق ہر زمان و مکان میں ایسے رجال کی نصرت حضورؑ کو میسّر رہی اَور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی جماعت دُنیا میں ترقی پذیر ہے۔

اپنے وعدہ کے مطابق دیگر مقامات کی طرح صوبہ خیبر پختونخوا میں بھی خدا تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے متعدد ''رجال'' عطا فرمائے۔ خاکسار نے اپنی کتاب ''احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخوا میں'' میں مختصر طور پر ان کا ذکر قلمبند کیا ہے۔ باقیماندہ افراد کیلئے جلد دوم اپنی تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ اُمید ہے اس کی اشاعت سے ایسے افراد کی تاریخ کسی حد تک پایۂ تکمیل پہنچ جائے گی۔ انشاءاللہ۔

صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع ہزارہ میں بھی خدا تعالیٰ نے متعدد ایسے بزرگ رجال کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ مسیح الزمان کیلئے سلطان نصیر ثابت ہوں اَور اپنے اپنے علاقوں میں باوجود مشکلات اَور مصائب کے احمدیت کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

ضلع ہزارہ کے اُن بزرگ افراد جماعت میں سے مکرم سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب مرحوم کا نام بہت نمایاں ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو سیّدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں واقعی اپنے علاقہ کے برفانی علاقہ سے گذر کر قادیان جا کر قبول حق کی توفیق عطا فرمائی اَور پھر زندگی بھر جماعت کے پیغام کو اپنے علاقہ میں پھیلانے کیلئے ہر قسم کی مالی، لسانی اَور جانی قربانی کی

غیر معمولی مثال قائم کی۔ آپ کی تمام زندگی احمدیت کا زندہ نمونہ تھی۔ آپ نے اپنے علم و عمل سے اس علاقہ میں احمدیت کی تبلیغ و اشاعت کیلئے ہر ممکن سعی فرمائی اور خدا تعالیٰ نے کئی سعید روحوں کو آپ کے ذریعہ قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسی اَولاد سے نوازا جو اپنے باپ کی صفات سے متصف ہیں اور جماعت کیلئے اسی جذبہ سے سرشار ہیں۔ جب دشمنانِ احمدیت نے ان کے لئے اپنے علاقہ میں رہنے کیلئے زمین تنگ کر دی تو وہ دیارِ غیر میں جا کر اس خدمت میں مصروف ہو گئے۔ الحمدللہ۔

مکرم سیّد عبدالرحیم شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے کچھ حالات قلمبند کئے تھے۔ ان کی اس آپ بیتی کو ان کے بیٹے مکرم حکیم محمد اقبال صاحب حال مقیم ربوہ نے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ یہ ایمان افروز داستان احباب کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

اس کتاب کی تصحیح و تزئین کیلئے عزیزم مکرم ملک محمد صفی اللہ خانصاحب نے دستِ تعاون بڑھایا ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

اسی طرح مکرم سیّد محمد اقبال شاہ صاحب کے بیٹوں سیّد وقاص احمد صاحب، سیّد اویس احمد صاحب اور سید نواس احمد صاحب نے اس کتاب کی اشاعت کیلئے ہر ممکن تعاون کیا۔ خدا تعالیٰ مکرم شاہ صاحب مرحوم کی اَولاد کو ان کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

محمد اجمل شاہد

سابق امیر و مشنری انچارج نائجیریا

یکم رمضان المبارک 2015ء

○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ﷺ وعلٰی عبدہ المسیح الموعودؑ

پیش لفظ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چونکہ دین کو از سرِ نو زندہ کرنا تھا اور قرآنی پیشگوئی:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ✷ کے مطابق اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرنا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہینِ قاطعہ کے علاوہ مخلصین کی ایک ایسی جماعت بھی عطاء فرمائی جو تمام دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے شب و روز کوشاں رہے اور جو مالی وجانی اور قلمی ولسانی جہاد میں قرآن کے مطابق جہادِ کبیرا کی مثال قائم کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی مشہور تصنیف فتح اسلام میں فرماتے ہیں:

> ”میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔“ (روحانی خزائن جلد ۳ فتح اسلام صفحہ ۳۵)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابی المکرم والد ماجد سید عبدالرحیم شاہ صاحبؒ بھی انہیں سعید روحوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کی توفیق عطا فرمائی اور جو اس جاہل علاقہ میں نامساعد حالات کے باوجود تمام عمر نہایت جرأت،

✷ سورۃ التوبۃ: 33

بہادری اور ہمت کے ساتھ مالی وجانی وقلمی ولسانی جہاد میں ہمہ تن مصروف رہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حدیث نبویؐ اذکرو موتاکم بالخیر کے مطابق آپ کی زندگی کے مختصر حالات وواقعات کتابی صورت میں شائع کئے جارہے ہیں۔ان میں سے کچھ واقعات آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں خود املاء کرائے تھے اور کچھ واقعات خاکسار نے اپنے وسائل سے کام لے کر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر سعی کو قبول فرمائے اور اسے حضرت والد صاحب بزرگوار کی بلندیٔ درجات اور دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب بنائے۔اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کے تمام خاندانوں اوران کی نسلوں کو بھی اپنے نور سے منور کرے اور مسیح محمدی کے فیوض وبرکات سے نوازتا رہے۔ان سب کا دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو اور سب کو حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔اٰمین یا ارحم الراحمین.

مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا

خاکسار طالب دعا
الحاج حکیم محمد اقبال شاہ

○○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریمؐ وعلٰی عبدہ المسیح الموعودؑ

خدا کے فضل ورحم کیساتھ

ھوالنـــــاصر

خاندانی حالات

حضرت سید عبدالرحیم شاہ صاحب پھگلہ نامی گاؤں میں ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ پھگلہ ضلع ہزارہ کے شمالی جانب کشمیر کو جانے والی بڑی سڑک کے قریب ہے اور مانسہرہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر بڑاسی کی سرسبز پہاڑیوں کے دامن میں ایک خوبصورت اور پُرفضا جگہ پر واقع ہے۔ چیڑ کے جنگلات کی ابتداء یہاں ہی سے شروع ہو کر تمام سرحد کوہستان تک پھیلی ہوئی ہے۔

پھگلہ نام کی وجہ تسمیہ

پرانے زمانہ میں اِس جگہ پر باغات اور پھلوں کی بہت بہتات تھی۔ چنانچہ پھلوں کی اسی بہتات کی بنا پر اس جگہ کا نام پھل گاہ پڑ گیا۔ مرورِ زمانہ سے بگڑ کر پھگلہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

پھگلہ میں ترمذی سید خاندان کی آمد

سرحد میں مختلف جگہوں پر کئی سید خاندان آباد ہیں۔ اسی طرح ہزارہ کے بالائی علاقوں میں بھی کافی سید آبادیاں ہیں۔ ہمارا خاندان ترمذی سید کہلاتا ہے اور ریاست سوات سے آکر یہاں آباد ہوا ہے اور سرحد کے مشہور بزرگ حضرت پیر بابا صاحبؒ کی اولاد سے ہے۔ یہ خاندان مغلوں کے ساتھ آکر ہند میں آباد ہوا تھا۔ حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوریؓ صحابی احمدی بھی ترمذی خاندان سے

تعلق رکھتے تھے۔اس وجہ سے ہمارے خاندان سے بہت پیار کا تعلق رکھتے تھے۔

آپ کے دادا صاحب

حضرت والد بزرگوار نے یتیمی کا دَور اپنے دادا صاحب کے زیرِ کفالت گزارا۔اس لئے مناسب ہے کہ اُن کے حالات کا بھی کسی قدر یہاں ذکر کر دیا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ آپ نے کیسے بزرگ کے زیرِ سایہ اپنے بچپن کے دن گزارے تھے۔آپ فرماتے ہیں:

''میرے دادا سید عمران شاہ صاحب مرحوم انتہائی نیک سیرت، مخلص، نرم دل، دیانت دار، پارسا، تہجد گزار اور بہت ہی ملنسار اور مہمان نواز انسان تھے۔آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی تھے جو کہ اُس زمانہ کے لحاظ سے بہت بڑا عہدہ تھا۔آپ کی دیانت داری کا شہرہ دور دور تک تھا اور بہت دور سے علاقہ کے لوگ اپنے مقدمات کے فیصلے کرانے کے لئے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔آپ انتہائی توجہ سے لوگوں کے مقدمات سنتے تھے اور نہایت ہی صحیح اَور دیانت دارانہ فیصلے فرماتے تھے۔جو ہمیشہ فریقین کے لئے باعث اطمینان ہوتے تھے۔سرکاری طور پر بھی جب مقدمات کے فیصلے ہوتے تو دوسرے ممبران کی رائے سے آپ کی بات کو زیادہ معتبر سمجھتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔آپ کی دیانت داری اِس حد تک مشہور تھی کہ منصف مزاج انگریز بھی اُس کے مداح تھے۔''

دادا صاحب کی دیانت داری کا اثر

ایک انگریز ڈی بی۔ٹامسن نامی آپ کی دیانت داری کی وجہ سے آپ کی مجلس کا اس قدر شائق تھا کہ جب بھی وہ دورہ پر آتا تو بجائے ڈاک بنگلہ میں ٹھہرنے کے گاؤں کے قریب ہی اپنے خیمے نصب کراتا اور دادا صاحب کی مجلس سے مستفیض ہوتا۔

دادا صاحب چونکہ مذہبی آدمی تھے اور مسٹر ٹامسن بھی مذہبی آدمی تھے۔ایک دفعہ مسٹر ٹامسن

نے آپ کو کہا کہ شاہ صاحب اپنے مولوی کو بلائیں میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ سوئے اتفاق سے ہمارے گاؤں کا مولوی اَن پڑھ تھا۔ دادا صاحب نے فرمایا ہمارا مولوی اَن پڑھ ہے اور آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس پر ٹامسن صاحب بہت حیران ہوئے اور دادا صاحب سے کہا کہ ایسا طوطا مینا ملا ہرگز نہ رکھو۔ وہ تمہاری نسلوں کو خراب کردے گا۔ اس کا یہ مخلصانہ اور دیانت دارانہ مشورہ صحیح ثابت ہوا اور ہمارے گاؤں میں یکے بعد دیگرے اَن پڑھ ملاؤں کی آمد کی وجہ سے گاؤں کے لوگ سخت جہالت میں مبتلا رہے۔ ٹامسن صاحب کی دیانت داری اور دادا صاحب سے تعلق کا ایک اور واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ایک دفعہ ٹامسن صاحب نے کھلی عدالت لگائی ہوئی تھی۔ ایک مقدمہ میں شہادتوں کے دوران چھڑھ نامی گاؤں کے نمبردار نے کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی۔ جس کا ٹامسن صاحب کو علم ہوگیا۔ ٹامسن صاحب نے موقع پر بھی نمبردار کو سخت بے عزت اور ذلیل کیا اور اپنے تمام دَورہ کے دوران جو کہ گلگت تک ہوا کرتا تھا، نمبردار کو اپنے ساتھ رکھا اور ہر صبح کھلی عدالت کے وقت نمبردار کو لوگوں کے سامنے بلاتا اور اس کے جھوٹ پر اس کو بُرا بھلا کہتا۔ تمام دَورہ میں نمبردار کو اس طرح شرمندہ کرتے ہوئے واپس لایا۔

پھگلہ کے اردگرد کے لوگ دادا صاحب کے پاس آئے کہ آپ ٹامسن صاحب سے کہیں کہ اب نمبردار کو چھوڑ دے۔ کیونکہ وہ اب پھر اُسے اپنے ساتھ لے جائے گا اور اُسے اور بھی سخت سزا دے گا۔

چونکہ دادا صاحب نیک دل اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ کو بھی اُس پر رحم آ گیا اور آپ نے سوچا کہ مسٹر ٹامسن نے اپنے لمبے دورے میں اس کو اپنے ساتھ رکھا۔ روزانہ کھلی عدالت میں ذلیل کیا۔ اب اسے معاف ہی کردیں تو بہتر ہے۔ اس خیال کے پیشِ نظر آپ ٹامسن صاحب کے پاس گئے اور باتوں باتوں میں ٹامسن صاحب کو کہا کہ نمبردار باعزت آدمی ہے۔ اسے کافی سزا مل چکی ہے۔ لہٰذا اب اسے معافی دے دیں۔ دادا صاحب کے لفظ ''باعزت'' کہنے پر ٹامسن صاحب نے بہت بُرا منایا اور آپ کو مخاطب کرکے کہا کہ شاہ صاحب عزت تو ایمان کی

ہوتی ہے بے ایمان کی کیا عزت ہے۔ بہر حال اس نے دادا صاحب کا لحاظ کرتے ہوئے محض ان کے کہنے پر اس نمبر دار کو معاف کر دیا۔

دادا صاحب کی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے لئے تڑپ

اس زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں امام مہدی کے لئے انتہائی تڑپ اور شدت سے انتظار پایا جاتا تھا۔ یہ تڑپ آپ میں بھی شدت سے پائی جاتی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک دفعہ عصر کے وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ امام مہدی کا ذکر چل نکلا۔ گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا جب امام مہدی آئیں گے تو ہم ان کے ساتھ مل کر اس طرح تلوار چلائیں گے اور کافروں کو ماریں گے۔ اس دوران آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور جذبۂ جہاد سے بے قابو ہو کر اتنے زور سے زمین پر مارا کہ عرصہ تک ہاتھ میں درد اور ورم رہا۔ اس واقعہ سے دادا صاحب کے شوقِ جہاد اور ان کے مذہبی جذبہ کا بڑا واضح ثبوت ملتا ہے۔ ان کے اس جذبہ، شوق اور تڑپ کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰالک

مہمان نوازی

مہمان نوازی کے لئے آپ رات دن کمر بستہ رہتے۔ اس زمانے میں پیدل سفر ہوا کرتے تھے۔ بالاکوٹ، کاغان اور گلگت تک لوگ پیدل آتے جاتے تھے اور ان کا گزر ہمارے گاؤں میں سے ہی ہوتا تھا۔ جب سفر کے دوران رات پڑ جاتی تو لوگ ہمارے گاؤں کی مسجد یا حجرہ میں ٹھہرتے۔ اس طرح ہمارے گاؤں کی مسجد میں روزانہ بیس پچیس مسافر جمع ہو جایا کرتے تھے۔ میرے دادا صاحب کا معمول تھا کہ جب تک سب مسافروں کو کھانا وغیرہ نہ کھلا لیتے اُس وقت تک گھر آ کر نہیں سوتے تھے۔

دوست نوازی

دوستوں سے آپ کا پختہ اور زندگی بھر کا تعلق ہوتا تھا اور ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے

ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ یار محمد خان قادری چشتی حال پرائم گلاس فیکٹری جہلم بھی انہیں خوش نصیب لوگوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ ان کو کسی دوائی کے لئے کستوری کی ضرورت پڑی۔ انہوں نے دادا صاحب کی خدمت میں خط لکھا۔ دادا صاحب نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو کہا تو ایک جگہ سے دو نافے آ گئے۔ آپ نے دونوں نافے یار محمد خان کے پاس بھیج دیئے۔ یار محمد خان صاحب کی طرف سے شکریہ کا خط آیا اور ساتھ یہ بھی تحریر تھا کہ میں نے اچھے اچھے دوستوں کو بھی نافہ کے بارے میں خطوط بھیجے تھے لیکن انہوں نے جواب تک نہیں دیا۔ اور جب آپ کو لکھا تو آپ نے ایک کے بجائے دو نافے بھیج دیئے۔

تہجد گذاری

آپ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے اور آپ کے ہمعصر دوسرے سید بھی نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ کبھی کبھی ان لوگوں کے نوافل اور روزوں وغیرہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے مقابلے بھی ہو جاتے تھے۔ دادا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی تائید بھی حاصل تھی۔ سچی خوابیں بھی آتی تھیں اور دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ نے صابن سے ہاتھ منہ دھویا تو رات کو خواب میں کسی نے کہا کہ ''صابن منہ کی صفائی اور سفیدی کا باعث نہیں ہے۔ بلکہ عبادت ہی چہرے کے نور اور روشنی کا باعث ہو سکتی ہے'' اس کے بعد آپ نے صابن کا استعمال ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

(درثمین)

دادا صاحب کی اولاد

میرے دادا سید عمران شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے۔ میرے والد صاحب کا نام سید

حسین شاہ تھا۔ جو سب سے بڑے تھے۔ دوسرے بھائی سید عبدالحمید شاہ، تیسرے سید غلام رسول اور چوتھے سید سخی شاہ تھے۔

افسوس کہ آپ اولاد کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ کر سکے۔ اس لئے سب بھائی تعلیم سے محروم رہے۔ دوسرے بھائیوں کی کم عمری کی وجہ سے میرے والد صاحب نے گھریلو کاموں کے علاوہ زمینداری اور مویشیوں کی نگرانی وغیرہ کا انتظام بھی سنبھالا ہوا تھا اور اپنے والد صاحب کے نہایت منظورِ نظر تھے اور اُن کی فرمانبرداری میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ ہمارے ہاں سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے اور برفباری بھی ہوتی ہے لہٰذا اس موسم میں کمروں کو گرم رکھنے کے لئے خوب لکڑیاں جلائی جاتی ہیں۔ پکی لکڑی زیادہ دیر پا ہوتی ہے۔ ایک دفعہ دادا صاحب کے گھر سے سردیوں میں پکی لکڑی ختم ہو چکی تھی۔ بارشوں اور برفباری کا موسم تھا۔ ایک دن برفباری شروع ہوگئی۔ دادا صاحب نے میرے والد صاحب سے باتوں باتوں میں پکی لکڑی ختم ہونے کا ذکر فرمایا۔ والد صاحب ان کی خواہش کو سمجھ گئے اور اُن سے خفیہ، ملازمین کو لے کر گئے اور برفباری کے دوران ہی پکی لکڑی کاٹ کر لے آئے جس سے دادا صاحب کو انتہائی خوشی ہوئی۔ اس چھوٹی سی مثال سے واضح ہے کہ باپ کی فرمانبرداری کا کس قدر جذبہ اُن کے دل میں تھا۔

میرے والد صاحب کی شادی

میرے والد صاحب سید حسین شاہ صاحب کی شادی ''بائی بالا'' نامی گاؤں میں ہوئی۔ یہ گاؤں علاقہ کونش میں بٹل۔ بائی بالا سے آگے چھتر پلین میں واقع ہے۔ وہاں پر تمام آبادی سیدوں کی ہے اور وہ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔

میرے ننھیال

میرے نانا کا نام زرمیاں تھا جو بائی بالا کے معزز سادات میں سے تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں علی اصغر، میاں گل اور میاں سعید جو نہایت جرأت مند اور بہادر تھے۔

میری والدہ صاحبہ کا نام فہمیدہ بیگم تھا جو انتہائی پارسا اور نیک خاتون تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، نہایت مذہبی اور دیندار خاتون تھیں۔

والد صاحب کی وفات

میری عمر ڈیڑھ سال کے قریب تھی کہ والد صاحب کو ٹائیفائیڈ کا عارضہ ہوا۔ ڈاکٹر وغیرہ تو اس زمانہ میں ہمارے علاقہ میں کم ہی تھے۔ بفہ نامی شہر سے ایک حکیم کو بلایا گیا اور حکیم صاحب نے اپنی ہی تشخیص کی بناء پر بیمار کے لئے کوئی گرم کشتہ تجویز کیا اور یہ ہدایت دے کر چلا گیا کہ مریض کو پانی کسی صورت نہ پلایا جائے اور رضائی ہر وقت مریض کے اوپر رہے۔ والد صاحب کو پہلے ہی بخار کی گرمی تھی اور اوپر سے گرم کشتہ پھر رضائی اوڑھا کر پانی کی بھی بکلی بندش کر دینا کس قدر احمقانہ حکم تھا لیکن اس وقت کے لوگ بھی کچھ ایسے تھے کہ حکیم کی بات کا انکار بھی موت کے متصور ہوتا تھا اور سمجھتے تھے کہ حکیم صاحب کا فرمان رد کرنا ہی انسانی موت کا باعث ہے۔ والد صاحب بزرگوارم کو جب دوائی دی گئی تو اس کے فوراً بعد ہی پیاس لگنی شروع ہوگئی اور ساتھ گرمی اور بے چینی پیدا ہوگئی۔ آپ شروع رات سے ہی پیاس کی شدت کے باعث پانی مانگتے رہے لیکن کسی نے پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پلایا کہ حکیم صاحب نے منع فرمایا ہے۔ آخر تمام رات آپ اسی کربلائی حالت میں موت و حیات کی کشمکش میں تلملاتے رہے اور صبح کے وقت اسی خشک حلق سے آپ نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے کی۔ **اِنا للہ وانا الیہ راجعون**۔ بعد میں دادا صاحب کو بھی اِس حماقت پر سخت صدمہ ہوا کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے پیارے بیٹے کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد جب بھی آپ پانی پیتے تو وہ بھیانک منظر آپ کے سامنے آجاتا اور سرد آہ بھرتے ہوئے پُرنم آنکھوں سے فرماتے حسین تجھے اپنے ہاتھوں سے پیاسا مارا اور اکثر اس صدمہ سے رو پڑتے تھے۔

والد صاحب مرحوم کی وفات کے بعد میں دادا صاحب کی زیرِ نگرانی اور محترمہ والدہ صاحبہ کی شفقت اور محبت کے سایہ میں پرورش پانے لگا۔

والدہ صاحبہ کی وفات

لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد جب کہ ابھی میں نے عمر کے چوتھے سال میں ہی قدم رکھا تھا۔ میں اپنی شفیق و غمخوار اور نیک سیرت والدہ کے پیار و محبت سے بھی محروم ہو گیا اور یہ پیارا وجود بھی اللہ کی طرف سدھار گیا۔

والدہ صاحبہ کی شفقت اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کی بیماری شدید ہوئی تو آپ نے رشتہ داروں کو وصیت فرمائی کہ میرے لڑکے کو ہر صورت تعلیم دلانا اور دوسرے آپ نے یہ فرمایا کہ اب میری موت کا وقت قریب ہے۔ جب نزع کا وقت آئے تو میرے بچہ کو میرے سامنے ہرگز نہ لانا تا کہ میری توجہ خدا کی طرف سے ہٹ کر بچے کی طرف نہ ہو جائے اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی۔ اِنا للّٰہ وانا الیہ راجعون

والدہ کی وفات کے بعد مجھ پر مکمل یتیمی کا دور شروع ہو گیا اور اب میں اپنے دادا صاحب کی زیرِ کفالت اور دادی صاحبہ کے زیرِ سایہ رہنے لگا۔ میری دادی صاحبہ بھی انتہائی پارسا اور نیک خاتون تھیں اور گیدر پور کے ایک بہت بڑے جاگیردار اور متمول خاندان کی چشم و چراغ تھیں جو کہ سیاسی و مذہبی لحاظ سے مشہور ہے۔ دادی صاحبہ کی سرپرستی اور تربیت نے بھی میرے مذہبی جذبات بیدار کرنے میں بڑی مدد دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزا دے، آمین۔

ابتدائی تعلیم

جب میں کچھ پڑھنے کی عمر کو پہنچا تو دادا صاحب نے میری تعلیم کے لئے ایک استاد مقرر فرمایا جو مونگن گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کی تنخواہ ایک سو ساٹھ پیمانہ گندم سالانہ مقرر ہوئی۔ میرے ساتھ میرے چچا سید غلام رسول شاہ صاحب بھی کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔

دادا صاحب کا انتقال پُر ملال

میری تعلیم کے دوران میں ہی دادا صاحب بزرگوار کا ۱۹۰۸ء میں وبائی ہیضہ سے انتقال ہوگیا۔اِنا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔اس وقت میری عمر تقریباً دس گیارہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ اب مجھے اچھی سمجھ بوجھ تھی۔والد اور والدہ کے انتقال کا اُس وقت تو عمر کے تقاضا کی وجہ سے زیادہ احساس نہ ہوا لیکن دادا صاحب کی وفات سے مجھے گہرا صدمہ ہوا اور اب یتیمی کا بھرپور احساس ہونے لگا اور کئی دن اس جانکاہ حادثہ کی وجہ سے شدتِ غم میں مبتلا رہا بلکہ ان کی وفات سے مجھ پر دکھوں کا دور شروع ہوگیا۔میں دادا صاحب کے پیار و محبت اور شفقت کو اب کہیں پا نہیں سکتا تھا۔ دادا صاحب کی وفات کے بعد اب گھر میں میرے چچا میرے سرپرست تھے۔ان کے علاوہ میری دادی صاحبہ میرے لئے ڈھارس ہمدردی اور پیار کا موجب تھیں۔ان چاچاؤں کا بھی مجھ سے عام سلوک اچھا تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس یتیمی کے سبب ایسا مزاج عطا کر دیا تھا کہ میں نے کبھی ان کو ایسا موقع ہی نہیں دیا کہ وہ مجھ سے دشمنی کریں۔تمام کاموں میں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔کبھی بھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔دادا صاحب کی زندگی میں بھی ہوش سنبھالنے کے بعد شاید ایک دفعہ ان کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ دل میں بدی سے نفرت اور نیکی سے پیار کا جذبہ غالب رہتا تھا۔

میری نمبرداری کا مسئلہ

دادا صاحب کی وفات کے بعد نمبرداری کا سوال پیدا ہوا کہ اب نمبردار کون ہو کیونکہ دادا صاحب کی اولاد میں میرے والد صاحب بڑے تھے۔اس لئے قانونی لحاظ سے نمبرداری اُن کو ملنی تھی اور اُن کی وفات کے بعد قانونی طور پر نمبرداری مجھے ملنی تھی۔میرے بڑے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب بڑے ہوشیار اور سیاسی آدمی تھے۔اس وقت میں اُن کے گھر میں اور ان کے زیرِ اثر تھا اور مجھے اس نمبرداری وغیرہ کی خواہش بھی نہ تھی لیکن بڑے چچا صاحب کو یہ شوق اس

قدر تھا کہ دادا صاحب کی آخری بیماری کے دوران چند بزرگوں کو ایک کمرہ میں جمع کر کے ان سے بھی نمبرداری کے مشورے کرتے رہے اور کئی بار دادا صاحب کے آگے بھی نمبرداری کا سوال اٹھایا۔ آخر دادا صاحب نے تنگ آ کر انھیں ٹوکا بھی اور اپنے علاقہ کی ایک مثل سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ میں تو اب مر رہا ہوں۔ آپ جانیں اور نمبرداری جانے اور مزید یہ بھی فرمایا کہ بیٹا اب نمبرداری کے لئے میری نزع کی گھڑیاں خراب نہ کرو۔

دادا صاحب کی وفات کے بعد میں نے نمبرداری چچا صاحب کے حوالے کر دی لیکن کچھ عرصہ بعد بائی بالا میں میرے ماموؤں کو اطلاع ملی کہ چچا صاحب نے نمبرداری مجھ سے چھین لی ہے۔ انہوں نے اس کو خلافِ قانون قرار دیتے ہوئے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ جس پر چچا صاحب نے گاؤں کے چیدہ چیدہ بزرگوں کے ذریعہ میرے ماموؤں کو منایا اور اس طرح میرے ماموں اور کئی بزرگ مجسٹریٹ صاحب کے سامنے پیش ہوئے اور میرے بھی بیان قلمبند کر کے نمبرداری چچا صاحب کے سپرد کر دی گئی۔

جابہ میں تعلیم

کچھ عرصہ بعد چچا صاحب کے مالی حالات خراب ہونے کی وجہ سے ہمارے ماسٹر صاحب واپس چلے گئے اور مجھے مزید تعلیم کے لئے جابہ گاؤں کے ایک پرائمری سکول میں داخلہ لینا پڑا۔ یہ موضع ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے روزانہ پیدل آنا جانا پڑتا تھا اور ساتھ ساتھ چچا صاحب کے تمام کاموں میں بھی ہاتھ بٹانا پڑتا تھا۔ انہیں ایام میں چچا صاحب نے جابہ کے جنگل میں لکڑیوں کا ٹھیکہ لیا۔ اس کام میں بھی مجھے کافی حصہ لینا پڑتا۔ اسی دوران گڑھی حبیب اللہ کے مولوی عبدالصمد صاحب نے عطر شیشہ کے مقام پر ایک پرائمری سکول کا اجراء کیا۔ مولوی صاحب کی اپنی تو کوئی خاص تعلیم نہ تھی لیکن اُن کو پڑھانے اور بچوں کو تعلیم دینے کا بڑا شوق تھا۔ میں بھی اُن کی خواہش کی بناء پر وہاں ہی داخل ہو گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں اس تعلیم پر مجھ اتنا عبور حاصل ہو گیا کہ مولوی صاحب نے بچوں کی پڑھائی مجھے

سونپ دی۔ حساب وغیرہ کے مشکل سے مشکل سوال بھی میں ہی لڑکوں کو کراتا تھا۔ اس وجہ سے مولوی صاحب مجھ سے بہت محبت اور پیار کرتے تھے اور یہ تعلق احمدی ہونے کے بعد بھی اُن سے قائم رہا۔ میں یہاں کی پرائمری تعلیم کی فراغت کے بعد مانسہرہ ہائی سکول میں داخل ہونے کے لئے چلا گیا اور دس روپے دے کر داخلہ لے لیا لیکن اُن دنوں مولویوں نے تحریک چلائی ہوئی تھی کہ انگریزی پڑھنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمارے گاؤں کے سادہ لوح دیہاتی بزرگوں نے چچا صاحب سے کہا کہ لڑکے کو کیوں کافر کرتے ہو اس طرح میرا داخلہ واپس لوٹا لیا گیا۔

دُکانداری

الغرض میں نے تعلیم چھوڑ کر گاؤں میں ایک چھوٹی سی دکان ڈال کر ابتدائی تجارت شروع کر دی۔ اس زمانہ میں تمام تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے یہاں گاؤں کے بعض جاہل مجھے کہتے کہ یہ تو ہندوؤں کا پیشہ ہے تم نے تجارت کیوں شروع کر دی ہے؟ میں اس کے جواب میں کہتا کہ اگر یہ ہندوؤں کا پیشہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں تجارت کی اور اس کو کیوں روزی کا بہترین ذریعہ قرار دیا؟

شکار

شکار کا شوق ہمارے خاندان میں ابتداء سے ہی چلا آ رہا ہے۔ ہمارے ہاں زیادہ تر بندوق سے شکار کھیلا جاتا ہے اور ہمارے کئی بزرگ اچھے نشانہ باز رہے ہیں۔ اس خاندانی شوق کی وجہ سے مجھے بھی ابتداء ہی سے شکار سے کافی دلچسپی رہی ہے چنانچہ اُڑتے اور بھاگتے ہوئے شکار کو ٹھیک نشانہ لگانے میں مجھے خوب مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ میں اکثر فارغ وقت اسی شغل میں گذارتا تھا اور میرے لئے یہ مشغلہ کافی حد تک مفید تھا۔ کیونکہ اس طرح جذباتی الجھنوں اور یتیمی کے مصائب سے کافی حد تک توجہ ہٹی رہتی تھی۔ بعد میں بھی یہ مشغلہ آخر عمر تک قائم رہا اور بچوں کو بھی اِس فن کا شوق دلایا لیکن بچے اس حد تک اس میں بڑھ گئے کہ تعلیم سے بھی پوری طرح

بہرہ ور نہ ہو سکے۔ جس کا بہت نقصان ہوا لیکن بایں ہمہ شکار کے اس زمانہ میں بھی کئی فوائد ہیں۔ اس وقت جبکہ دنیا آرام طلب ہو چکی ہے۔ ہر طرف بے حیائی اور بے پردگی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور فلم بینی کی وجہ سے نوجوانوں میں خطرناک حد تک بے راہروی پیدا ہو چکی ہے، میرے نزدیک یہ شغل سب سے بہتر ہے۔ صحت کے لئے بھی مفید ہے اور اس سے جرأت بھی پیدا ہوتی ہے اور ورزش کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن ہر کام میں اعتدال ضروری ہے۔ اگر اس میں بھی افراط سے کام لیا جائے تو پھر یہ بھی گناہ اور نقصان کا باعث ہو جاتا ہے۔

گھوڑے

میری عمر کے ابتدائی زمانہ تک چونکہ لاریاں موٹریں ہمارے علاقہ میں نہیں چلی تھیں، اس لئے گھوڑوں کے ذریعہ سفر ہوتا تھا۔ میرے دادا صاحب بھی ہمیشہ دو تین گھوڑے رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں نیزہ بازی کا بھی عام رواج تھا۔ جس میں ہمارے بعض بزرگ اچھی مہارت رکھتے تھے۔ اکثر مقابلوں میں بھی شرکت کرتے اور کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔ مجھے بھی ابتدائی عمر میں گھوڑ سواری کا وافر موقع ملا اور دادا صاحب کے کاموں کے سلسلہ میں اکثر سفروں میں سیاہ رنگ کی ایک گھوڑی میرے استعمال میں رہتی تھی۔ ایک دفعہ کسی کام کے سلسلہ مں مجھے مانسہرہ جانا ہوا۔ واپسی پر گھوڑی بے قابو ہو گئی۔ آگے تنگ سڑک سے ایک تانگہ آ رہا تھا۔ جس کے پاس سے تیزی سے گذرتے ہوئے ٹانگے کے اگلے بانس سے میرے زانوں پر سخت چوٹ آئی لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے گرنے سے بچا لیا اور گھوڑی کو بھی میں نے قابو کر لیا۔ لیکن یہ چوٹ کافی شدید تھی کافی عرصہ کے بعد یہ زخم ٹھیک ہوا۔ اس کے بعد لاریوں کا زمانہ شروع ہو گیا اور رفتہ رفتہ ہمارے گھر کے گھوڑے بھی ختم ہو گئے۔

دکان پر بحث مباحثہ

جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے کہ تعلیم چھوٹ جانے کے بعد میں نے گاؤں میں چھوٹی سی دکان

سے تجارت کا سلسلہ شروع کیا لیکن چونکہ ابتدائی عمر سے ہی مجھے مذہبی لگاؤ تھا۔حق بات کہنے اور سننے میں کوئی باک نہیں تھا اور خاص کر دادا صاحب کی تربیت اور بزرگوں کے اثر کی وجہ سے کسی سے دبنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔گاؤں کے جاہل لوگوں کی بعض عادات، مشرکانہ خیالات، قبر پرستی، پیر پرستی، گنڈے تعویز، ختم کھانا، قبروں پر قرآن پھیرنا اور شرکیہ رسومات سے مجھے ابتداء ہی سے سخت نفرت تھی۔ایک دفعہ ایک ماسٹر صاحب نے اہل حدیث کا ایک رسالہ التوحید مجھے پڑھنے کے لئے دیا۔اس میں کئی آیات قرآنی سے قبر پرستی اور صاحبِ قبر سے امداد مانگنے کو شرک اور گناہِ عظیم قرار دیا گیا تھا۔میں نے یہ رسالہ ہاتھ میں لیا اور فوراً اپنے امام مسجد کے پاس جا پہنچا اور امام صاحب سے کہا کہ اس رسالہ میں قبر پرستی اور قبر والوں سے کسی قسم کی امداد طلب کرنے کو انتہائی ظلم بتایا گیا ہے۔اسی طرح مُردوں سے حاجتیں مانگنا اور قبروں پر چڑھاوے چڑھانا اور ان سے مَنتیں مانگنا بھی گناہِ عظیم اور شرک قرار دیا گیا ہے۔آپ اس کے خلاف جہاد کیوں نہیں کرتے۔مولوی صاحب بالکل اَن پڑھ اور انتہائی درجہ مشرک تھے۔اس کے جواب میں کہنے لگے کہ میں نے ایک دفعہ سائیں سہیلی (ایک مشہور مجذوب جو چرس پیا کرتے تھے) کی چرس کی منت مانی جب وہ چرس میں نے نہ دی تو رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے مارنے کے لئے عصا اٹھایا ہے اور کہتے ہیں کہ تو نے میری چرس کیوں نہیں دی۔مولوی صاحب نے استدلال کو مضبوط کرنے کے لئے کہا کہ اگر قبروں پر مَنتیں مانگنا گناہ ہوتا تو میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا۔اس پر میں نے کہا مولوی صاحب چرس تو حرام چیز ہے۔اس لئے خواب میں شیطان سے آپ کی گفتگو ہوئی ہوگی۔لیکن انھوں نے اس کی تائید میں اسی قسم کا ایک اور واقعہ ''دیوانہ راجا بابا'' کی مَنت ماننے کا بھی سنا دیا۔میں سمجھ گیا کہ یہ تو پکا مشرک اور انتہائی جاہل مولوی ہے اور عموماً ان پسماندہ علاقوں میں اسی نوع کے امام مسجد ہوا کرتے تھے جو ہماری نسلوں کو خراب کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

خیر چند دنوں بعد ہمارے گاؤں میں مولوی عبدالصمد صاحب آئے جو میرے استاد بھی تھے اور شرک کے بھی مخالف تھے۔ میں نے مولوی صاحب کا تمام واقعہ اُن کو سنایا۔ انہوں نے بھی مولوی صاحب سے شرک دور کرنے کی کوشش کی لیکن مولوی صاحب کب ماننے والے تھے۔ آخر فیصلہ کے لئے مولوی عبدالصمد صاحب نے دولفافے منگوائے اور اسی وقت دیوبند خط لکھا اور مولوی صاحب سے بھی اقرار کروالیا کہ جو جواب وہاں سے آئے وہی قابلِ تسلیم ہوگا۔ چھ سات دن بعد خط کا جواب آ گیا کہ ہم روزانہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ○ پڑھتے ہیں پھر غیر اللہ سے مدد مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے ہی شرک وغیرہ سے اجتناب تھا لیکن اس بحث کے بعد اس انتہائی غلط عقیدہ سے سخت نفرت اور بیزاری پیدا ہوگئی۔ میری ابتدائی عمر کی یہ پہلی بحث تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی بخشی اور ابتدائی عمر میں ہی اللہ تعالیٰ نے شرک کے باطل عقیدہ سے نجات دلا دی اور غیر اللہ کی محبت بیخ و بن سے اکھاڑ کر صرف اور صرف اپنی توحید اور واحدانیت کے لئے میرے دل کی تختی صاف کردی۔ الحمد للہ علٰی ذالک۔

مشرک مولوی کے پیچھے نماز کا ترک کرنا

میری عمر تیرہ چودہ سال کے درمیان ہوگی کہ مولویوں کے سراسر غلط اور من گھڑت عقائد سے شدید نفرت ہو چکی تھی۔ اُن دنوں شگئی گاؤں کے ایک لیڈر مولوی غلام احمد صاحب نے ایک کمیٹی اصلاحِ رسوم کے نام سے بنائی ہوئی تھی جو لوگوں کو شرک اور بدعت کے کاموں سے منع کرتی تھی۔ مجھے بھی اس کا ممبر بنالیا گیا اور اس طرح کبھی کبھی ان کے ساتھ مل کر ان بدعات سے لوگوں کو چھڑانے کی کوشش کرتا۔ اپنے گاؤں کے مشرکین کو بھی قبروں سے حاجات مانگنے، مزاروں سے مشرکانہ رسوم ادا کرنے سے ہر وقت روکنے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح مُردوں پر

✷ سورۃ الفاتحۃ: 5

قرآن پھیر کر پیسے وصول کرنے، ختم پڑھنے اور طرح طرح کی قبر پرستانہ رسوم کے خلاف مولویوں سے مناظرے کرنے پڑتے۔ ہمارے گاؤں کا پیش امام بھی اس قسم کی بُت پرستی میں مبتلا تھا۔ بہت کچھ اس کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ اسی کو اپنی روزی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے ان مشرکانہ عقائد سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اس مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سراسر فضل وکرم تھا کیونکہ اس وقت گاؤں کے بڑے بڑے لوگ بھی مولوی کی ہر بات کو خدائی حکم سمجھتے تھے۔

دادی صاحبہ کی وفات

انہیں دنوں مجھے ایک اور امتحان سے گزرنا پڑا اور وہ یوں کہ دادا صاحب کی رحلت کے بعد دادی صاحبہ ہی میری مونس وغمخوار تھیں۔ میرا ہر طرح سے فکر وخیال فرماتی تھیں۔ انتہائی شفیق اور محبت و پیار کا مجسمہ تھیں۔ میری یتیمی وغمگساری کی ڈھارس تھیں۔ وہ بھی اپنے مولا کریم کے پاس حاضر ہوگئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ مقام قرب میں جگہ عطاء فرمائے۔ اب چونکہ میری عمر چودہ پندرہ سال کی ہوچکی تھی اس لئے دادی صاحبہ کی رحلت کا شدید صدمہ ہوا اور ساتھ ہی یتیمی کا احساس شدت سے ہونے لگا اور پریشانیوں کا بحرِ ظلمات آنکھوں کے آگے ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آیا۔ حقیقتاً یہ چند سال سخت پریشانی میں کٹے اور یتیمی کے مصائب سے وافر حصہ پایا۔

یتیمی کے مصائب

اس وقت ہمارے خاندان میں سخت جہالت کا دور تھا۔ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی اور ان کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ معمولی بات سمجھتی جاتی تھی۔ میرے حصہ کے مال مویشی اور زمینیں کافی تھیں اور کسی چیز کی کمی نہ تھی لیکن آخر کون یتیموں کے ساتھ اتنی ہمدردی کرسکتا ہے کہ اُن کی حق تلفی نہ ہونے دے۔ اللہ والے ہی یتیم کے مال وجان کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن وہ تھے

کہاں؟ اِس لئے میرا اپنا سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ نہ تھا۔ میں سب کچھ دیکھتا تھا لیکن زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اُن ایام میں کچھ دن مجھے ایک گھر سے روٹی نصیب ہوتی اور کچھ دن کسی دوسرے گھر سے اور وہ بھی اپنا آٹا دانہ وافر مقدار میں مہیا کرنے کے بعد لیکن پھر بھی خست اور ذلت سے۔ بہرکیف صورتِ حال اس درجہ خراب ہوگئی کہ ایک رمضان المبارک میں جبکہ میں نے خالص گھی اور آٹا وغیرہ ایک گھر میں دیا تھا۔ مجھے اس کے بدلے میں سخت بدبودار قسم کے گھی کی اور ناقص آٹے کی روٹی ملتی رہی اور شاید یہ میرا اس وقت کا آخری امتحان تھا۔ اُس کے بعد اِن لوگوں کے طمع وحرص کی وجہ سے میرا دل اپنے گاؤں سے اُچاٹ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کو بھی غالباً ان جگر پاش حالات کی وجہ سے مجھ پر رحم آ گیا تھا اور وہ مجھے اپنے سایہ عاطفت میں رکھنا اور اپنے انعامات سے نوازنا چاہتا تھا۔ ان ایام میں مجھے ہر وقت اپنے ربّ رحیم کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ یتیموں کے لئے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا موجزن رہتا ہے اگر انسان کا یتیمی میں اللہ تعالیٰ کی طرف میلان ہوجائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ ہیچ نظر آتا ہے۔ اس لئے ان دنوں میری طبیعت کچھ صوفیانہ رنگ اختیار کر گئی تھی۔

گاؤں سے ہجرت

اسی کشمکش کے دوران ایک دن خیال آیا کہ گاؤں کو چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں اور اس خیال کے پختہ ہونے پر کچھ رقم جیب میں ڈالی اور اللہ کا نام لے کر لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں پنجاب کے وسیع و عریض علاقہ کو دیکھ کر خدا یاد آ گیا اور خیال آیا کہ

ہر مُلکِ مُلکِ ما است
کہ مُلکِ خدائے ما است

اور میری سوچ اس وسعت کو دیکھ کر بے اختیار کہنے لگی:

ملکِ خدا تنگ نیست
پائے مرا لنگ نیست

اگر چہ ہر آدمی کو اپنی جائے پیدائش اور مرز بوم سے قدرتی طور پر اُنس ہوتا ہے اور وہ حتی الوسع اسے چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا لیکن جب انسان سے انسانوں جیسا سلوک نہ کیا جائے تو پھر اسے مجبوراً یہ سب کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔

جب میں گاؤں سے چلا گیا تو میرے بعض رشتہ داروں اور عزیزوں کو میرے گاؤں چھوڑنے کا سخت صدمہ ہوا۔ ان میں میرے محسن و مہربان بزرگ نوبت شاہ بابا اور پیر جی بابا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں چونکہ میں بڑوں کا احترام کرتا تھا اور چھوٹوں پر شفقت۔ اس لئے عام طور پر لوگ مجھ سے پیار کرتے تھے۔ چنانچہ کافی آدمی میرے بعض بزرگوں کو ساتھ لے کر میرے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب کے پاس گئے اور بہت ناراضگی کا اظہار کیا کہ تمہارے پاس ایک یتیم بچہ امانت تھا۔ تم نے اُس کی بھی صحیح طرح سے نگہداشت نہ کی۔ اس وجہ سے گاؤں میں اس کا دل نہ لگا اور وہ یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔

میں نے لاہور پہنچ کر چچا صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ فکر نہ کریں۔ میں سِیرُوا فِی الْأَرْضِ کے مطابق سیر کی غرض سے لاہور آ گیا ہوں اور اس علاقہ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں اور ذہن میں بہت وسعت پیدا ہوئی ہے۔ ورنہ میں اپنے گاؤں میں بیٹھا ہوا یہی سمجھتا تھا کہ دنیا پھگلہ گاؤں سے بیر کنڈ گاؤں تک ہی محدود ہے۔

لاہور سے دہلی روانگی

لاہور میں کچھ دن قیام کے بعد میں دہلی روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر پھرتے پھراتے ایک ہندو بھائی سے میری ملاقات ہو گئی اور اس کے کریدنے پر میں نے گھر سے نکلنے اور کچھ سفر کے حالات بیان کئے۔ اس دوران میرے دل میں ایسے جذبات پیدا ہوئے کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ جنہیں دیکھ کر اُس ہندو بھائی کا دل بھی کچھ ایسا پسیجا کہ اس کی آنکھیں بھی پُرنم ہو گئیں اور اس کو میرے ساتھ ہمدردی اور اُنس پیدا ہو گیا اور سمجھ گیا کہ یہ لڑکا کسی کھاتے پیتے گھرانے کا ہے اور کسی تکلیف کے سبب سے اِدھر آ گیا ہے۔ اس نے میری ہر طرح سے دلجوئی کی۔ نہایت شفقت اور ہمدردی سے پیش آیا اور مجھے اپنے کارخانہ میں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کا گوٹے کا کام تھا اور یہاں پر بہت سے کاریگر کام کرتے تھے اور کئی کمرے تھے۔ ایک کمرہ اس نے میرے حوالے کیا اور کہا کہ آپ سیر و تفریح کے بعد یہاں آ جایا کریں۔ میں نے دہلی کے قیام کے دوران خوب سیر و تفریح کی اور اسی ہندو بھائی کے ہاں قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ اُسے جزائے خیر عطاء فرمائے۔

سفر بمبئی

دہلی کے مختصر سیر و تفریحی قیام کے بعد میں عازمِ بمبئی ہوا۔ بمبئی میں ہمارے گاؤں کے ایک سید صاحب میرے عزیز تھے۔ جن کی وہاں پر ایک ہندو سیٹھ کی زمینوں پر ملازمت تھی۔ وہ بڑے ملنسار تھے اور اپنے علاقہ کے لوگوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے مجھے دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور سخت متعجب بھی کہ میں کیسے اور کیونکر بمبئی آ گیا کیونکہ ہمارے ہاں جو ذرا

متوسط یا آسودہ ہوتا ہے اس کا اس طرح گھر سے باہر جانا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ میں نے ان کو بھی اپنی آمد کی غرض سیر وسیاحت ہی بتائی لیکن وہ کب اس بات کو ماننے والے تھے کہ ایک دیہاتی آدمی سیر کرے اور وہ بھی اتنی دور بمبئی کی۔ خیر انہوں نے بڑی محبت اور پیار سے مجھے اپنے پاس ٹھہرالیا۔ چنانچہ میں بمبئی کے مختصر قیام کے دوران انہیں کے ہاں ٹھہرا رہا اور وہاں کی خوب سیر کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہا کہ اس نے ہی میری معلومات کی وسعت کے لئے یہ سب انتظام کیا۔ بمبئی میں مختصر سے قیام کے بعد میں لاہور روانہ ہوگیا۔

لاہور واپسی

بمبئی سے روانہ ہوکر میں راستے میں سوچتا رہا کہ اب کیا کام کیا جائے کیونکہ اب رقم بھی تقریباً ختم ہونے کو تھی۔ انہی خیالات میں گم لاہور سٹیشن پر اترا اور دلی دروازہ کی طرف چل پڑا۔ دلی دروازہ پہنچتے ہی سرِ راہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ مولوی صاحب ہمارے گاؤں کے ساتھ ہی دوسرے گاؤں عرب کھن کے رہنے والے تھے۔ آپ شروع سے ہی نہایت حلیم الطبع اور شریف النفس انسان تھے۔ بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔ لاہور پہنچنے کی وجہ دریافت کی۔ میں نے ماجرا کہہ سنایا۔ مولوی صاحب ان دنوں مسجد شاہ محمد غوث میں امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ مجھے اپنے کمرہ میں لے گئے اور نہایت شفقت سے پوچھا کہ آئندہ کے متعلق تمہارا کیا پروگرام ہے۔ میں نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے مجھے مشورہ دیا کہ یہاں طبیہ کالج میں داخل ہوجائیں۔ انتہائی شریف پیشہ ہے اور آپ کے لئے نہایت موزوں ہے۔ مولوی صاحب کی یہ باتیں مجھے نہایت پسند آئیں اور میرا ذہن والد صاحب مرحوم کی بیماری اور وفات کی طرف گھومتا رہا کہ ایک جاہل حکیم نے میرے والد محترم کو کس طرح تشنہ رکھ کر مارا اور کس طرح مجھے بخار میں گرم کُشتہ کھلا کر بچپن سے ہی اختلاجِ قلب کا مریض بنا دیا۔ ان حالات کے پیشِ نظر میں نے فیصلہ کیا کہ طبیہ کالج میں داخل ہوجانا چاہئے اور صحیح معنوں میں

طب سیکھ کر لوگوں کی تکالیف اور دکھوں کا مداوا کرنا چاہئے۔

طبیہ کالج میں داخلہ

اگلے دن میں مولوی صاحب کے ہمراہ کالج میں گیا اور داخلہ وغیرہ کا پتہ کیا۔ داخلہ مل گیا۔ لیکن یکصد روپیہ کتب اور داخلہ کے لئے درکار تھے اور میری پونجی ختم ہو چکی تھی۔ مولوی صاحب سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ پھگلہ کے فلاں دو آدمی یہاں ملازم ہیں۔ حُسنِ اتفاق سے وہ دونوں آدمی میرے پاس مزدوری کرتے رہے تھے۔ چنانچہ میں مولوی صاحب کے ہمراہ ان کے پاس پہنچا اور ان سے سو روپیہ بطور قرض مانگا جو انھوں نے بخوشی دے دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔ بعد میں جلد میں نے گھر سے روپیہ منگوا کر ان کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

خیر میں طبیہ کالج میں داخل ہو گیا اور پڑھائی شروع کر دی۔ اُن دنوں کلاسیں شام کو لگتی تھیں اور کالج کے پرنسپل قریشی محمد حسن صاحب تھے جو کہ بہت ہی محبت اور پیار سے پڑھاتے تھے۔ میرے ان سے بعد میں بھی بہت اچھے گہرے مراسم رہے۔

حکیم عبدالواحد صاحب سے تعلق اخوت

کالج میں داخلہ کے تقریباً ایک ماہ بعد مانسہرہ کے مولوی عبدالواحد صاحب بھی وارِدِ لاہور ہوئے اور انھوں نے بھی طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ مولوی صاحب کا اصل مسکن چکیاہ نامی گاؤں ہے۔ ان کے والد صاحب چکیاہ میں امام مسجد تھے۔ بعد میں انہوں نے مانسہرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ وہ اچھے عالم تھے۔ حکیم عبدالواحد صاحب بھی اپنے والد صاحب کی طرح دینی کتب سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ آہستہ آہستہ آپ سے میرے تعلقات مستحکم ہو گئے اور ہم ایک ہی جگہ اکٹھے رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ہم نے احمدیہ بلڈنگس کے قریب ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا اور وہاں رہنے لگے۔ اسی دوران ہم نے ایک دن مشورہ کیا کہ کون گھر سے خرچ

منگواتا رہے کیوں نہ یہاں ہی پیٹ پالنے کے لئے کوئی مختصر سا کام کرلیا جائے۔ چنانچہ تلاش کے بعد مجھے سنگر سلائی مشین کمپنی کی ایجنٹی مل گئی۔ تنخواہ پچیس روپے ماہوار مقرر ہوئی اور اس کے علاوہ سو روپیہ وصولی پر دس روپے کمیشن بھی مقرر ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخوبی میرا گزارہ ہونے لگا اور نہ صرف میری ضروریات پوری ہوجاتیں بلکہ حکیم عبدالواحد صاحب کے کھانے کا خرچ بھی اسی رقم سے پورا ہوجاتا۔ حکیم صاحب نہایت مخلص اور قابلِ قدر دوست تھے اور یہ دوستی آخر دم تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے قائم رہی۔ حکیم صاحب کو شروع ماہ میں دس پندرہ روپے کی معمولی رقم گھر سے آیا کرتی تھی کیونکہ ان کے والد صاحب کے ان دنوں مالی حالات اچھے نہ تھے۔ جب یہ رقم آتی تو حکیم صاحب مجھے ساتھ لے کر کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھاتے اور ایک دو دن میں ہی یہ رقم ختم کردیتے۔ اس زمانہ میں یہ ہماری سب سے بڑی عیاشی تھی۔ رقم ختم ہونے کے بعد حکیم صاحب پھر پہلے کی طرح میرے ساتھ ہی کھانا کھانے لگ جاتے جس کی مجھے بہت خوشی ہوتی۔ ان دنوں مجھے بھی کمانے یا جوڑنے کی تمنا نہ تھی اور نہ ہی کوئی ایسا تھا۔ جس کے لئے دولت جمع کرنے کی خواہش ہوتی۔ اس لئے بڑی دریا دلی سے روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔ اس طرح ہم کالج میں نہایت خوش اسلوبی سے وقت گذارتے رہے۔ مجھے بھی اور حکیم صاحب کو بھی مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ ان دنوں حکیم صاحب احمدیہ بلڈنگس جایا کرتے تھے اور رات کو دیر تک کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

امتحان سال اوّل

طبیہ کالج میں اس وقت دو سال کا کورس ہوتا تھا۔ اچھے قابل پروفیسر تھے اور بہت اچھی پڑھائی ہوتی تھی۔ مجھے چونکہ فارسی سے زیادہ شغف تھا۔ اس لئے میں فارسی کتب کا زیادہ مطالعہ کرتا تھا۔ پہلے سال کا امتحان ہوا اور اس کے بعد چھٹیاں ہوگئیں۔ اس لئے میں گھر واپس آ گیا لیکن حکیم صاحب وہاں ہی ٹھہر گئے۔

حکیم صاحب کا قبولِ احمدیت

جب میں چھٹیاں گذار کر واپس لاہور پہنچا تو اس دوران حکیم عبدالواحد صاحب احمدی ہو چکے تھے اور پیغامی جماعت سے تعلق قائم کرلیا تھا۔ دوسرے آپ اس کمرہ کو چھوڑ کر ایک مسجد میں منتقل ہو چکے تھے جہاں پر ان کے دو نئے دوست بھی رہتے تھے۔ ایک تو کوئی مولوی تھا اور دوسرا ایک شیعہ نوجوان رضا نامی۔ مجھے بھی حکیم صاحب اُسی مسجد میں لے گئے۔ کچھ دن تو میں اس مسجد میں سخت تنگی سے دوستی کا حق ادا کرتا رہا لیکن پھر مجھے یہاں سخت گھٹن اور تکلیف محسوس ہوئی کیونکہ ہر آدمی خود کو مسجد کا ٹھیکیدار سمجھتا تھا اور مسجد میں رہنے والوں پر طعنہ زنی کرتا تھا۔

چنانچہ تھوڑے دنوں بعد ہم اپنے اسی سابقہ کمرے میں واپس آ گئے۔ جہاں پر چھٹیوں سے پہلے سکونت پذیر تھے اور حکیم صاحب کے دونوں دوست بھی ہمارے ساتھ ہی رہنے لگ گئے۔ اب ہم چار آدمی ہو گئے اور ہم نے کھانا بھی اکٹھا پکانا شروع کر دیا اور مہینہ کے بعد حساب کر کے ہم برابر برابر خرچہ تقسیم کر لیتے۔ اس سے پہلے میں اور حکیم صاحب ہوٹل سے کھانا کھایا کرتے تھے اور اُن دنوں ہوٹل والوں کا یہ دستور تھا کہ صرف روٹی کی قیمت لگاتے تھے اور دال سالن مفت ہوتا تھا اور یہ خرچہ میں ہی ادا کرتا تھا اور مجھے کبھی بھی یہ خرچہ گراں نہیں گزرا۔

حکیم صاحب سے مذاق

حکیم صاحب احمدی ہونے کے بعد رات کو احمدیہ بلڈنگس میں چلے جاتے اور وہاں پر کافی دیر تک مطالعہ میں مصروف رہنے کے بعد بڑی دیر سے گھر کو واپس لوٹتے۔ جس کی وجہ سے اُن کے دوستوں رضا صاحب اور مولوی صاحب کو بہت کوفت ہوتی۔ ایک دن رضا نے حکیم صاحب کے لئے ایک شرارت سوچی۔ اس کمرہ کا ایک دروازہ اور ایک ہی کھڑکی تھی۔ رضا نے دروازہ کو باہر سے تالا لگا دیا اور کھڑکی سے داخل ہو کر اندر سے کُنڈی لگا لی۔ اب ہم چپ چاپ لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد حکیم صاحب آئے اور دیکھا کہ دروازہ کو تالا لگا ہوا ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید

ہم سیر کو گئے ہوئے ہیں۔ پہلے کافی دیر باہر انتظار کرتے رہے اور دیر تک اِدھر اُدھر گھومتے رہے مگر ہمارا پتہ نہ لگ سکا۔ آخر دروازہ کے سوراخوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن بتیاں گل تھیں۔ اس لئے نظر کچھ نہیں آ رہا تھا۔ پھر کان لگا کر کافی دیر تک سنتے رہے کہ شاید کوئی آواز کانوں تک پہنچے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری سرگوشیوں سے کچھ اندازہ ہوا کہ یہ لوگ اندر ہی ہیں اور مجھ سے مذاق ہو رہا ہے۔ اس پر انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو زور زور سے دروازہ پر پتھر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے رضا سے کہا کہ اب محلہ والوں کو تکلیف ہوگی اور ہماری بدتمیزی کی وجہ سے لوگ پریشان ہوں گے۔ اس لئے فوراً دروازہ کھول دو۔ اس پر رضا نے دروازہ کھول دیا۔ حکیم صاحب انتہائی جذباتی آدمی تھے۔ شدید غصہ کی حالت میں اندر داخل ہوئے سمجھ گئے کہ یہ سب شرارت مولوی اور رضا کی ہے۔

خیر میں نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اُن کا غصہ ٹھنڈا کیا اور وہ اس وقت چُپ چاپ اپنی چارپائی پر جا کر سو گئے لیکن صبح سویرے انھوں نے مولوی صاحب اور رضا صاحب کو نوٹس دے دیا کہ آپ بارہ بجے سے پہلے پہلے یہاں سے چلے جائیں۔ اب مولوی صاحب اور رضا صاحب بہت پریشان ہوئے اور مجھے کہنے لگے۔ شاہ صاحب رات کو بھی آپ نے ہماری جان بچائی تھی۔ ورنہ حکیم صاحب راتوں رات ہی ہمیں دھکے دے کر نکال باہر کرتے۔ اب حکیم صاحب کو کہیں کہ مکان ملنے تک ہمیں ایک دو دن کی مہلت دیں۔

حکیم صاحب بازار سے جب واپس آئے تو میں نے کہا حکیم صاحب آپ ہی ان کو لائے تھے اور آپ ہی کی ان سے دوستی ہے۔ اخلاقی طور پر ہمیں زیب نہیں دیتا کہ انھیں مذاق کی بناء پر یہاں سے نکالا جائے۔ بہرحال آپ انھیں مکان ملنے تک مہلت دے دیں اور انھیں کوئی جگہ تلاش کر لینے دیں۔ میرے کہنے پر حکیم صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ دنوں بعد مولوی صاحب اور رضا صاحب ہمارے کمرہ سے چلے گئے۔ اُن ایام میں میری اور حکیم صاحب کی آپس میں مذہبی گفتگو بھی ہوتی رہتی تھی۔ مجھے بھی مذہب سے انتہائی لگاؤ تھا اور حکیم صاحب بھی مذہبی آدمی تھے۔ احمدی ہو کر اس میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ محض خدا کا فضل ہے کہ میں نے مذہبی گفتگو کے

دوران کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال نہیں کئے۔ ہمیشہ ہماری سنجیدہ بحث ہوتی تھی۔

قرآنی تعلیم حاصل کرنا

ان دنوں میں قرآن شریف کا مطالعہ باقاعدگی سے کیا کرتا تھا اور شیرانوالہ دروازہ میں مولوی احمد علی صاحب کے پاس بھی قرآن شریف پڑھنے جاتا تھا۔ مولوی احمدی علی صاحب کو شرک اور قبر پرستی وغیرہ سے سخت نفرت تھی۔ حالانکہ اس وقت عام مولویوں میں ہر طرح سے شرک پایا جاتا تھا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے مجھے توحید پر قائم رکھنے کے لئے مؤحد مولوی سے قرآنی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اس کے علاوہ میں مولانا غلام مرشد صاحب کے پاس بھی جاتا رہا اور ان کے درسوں میں بھی شامل ہوتا رہا۔ اس وقت مولوی صاحب چینیاں والی مسجد میں پیش امام تھے۔ بعد میں شاہی مسجد کے خطیب ہو گئے۔ شاہی مسجد کی امامت کے دوران جب احمدیوں کے خلاف فسادات ہوئے اور لوگ جلوس کی شکل میں آپ کے پاس گئے اور کہا احمدیوں پر کفر کا فتویٰ لگائیں تو آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ جس پر مشتعل ہجوم نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا اور آپ کے سر میں بھی گہرے زخم لگے۔ بعد میں اکثر اوقات آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ زخم احمدیوں کی حمایت میں لگے ہیں۔

لاہور سے واپسی

جب گرمیاں شروع ہوئیں تو اس سال سخت گرمی پڑی۔ میری تعلیم اب آخری مراحل میں تھی کہ میں اس شدید گرمی کے باعث بخار میں مبتلا ہو گیا اور یہ بخار بڑھتے بڑھتے ٹائیفائیڈ کی صورت اختیار کر گیا۔ اس لئے مجھے فوراً تبدیلی آب و ہوا کے لئے گھر لوٹنا پڑا۔ بیماری کے لمبا ہونے کی وجہ سے واپس لاہور نہ جا سکا اور اس کے بعد مستقل طور پر پھگلہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔

میری عمر اس وقت تقریباً چوبیس برس کی ہو چکی تھی۔ اپنی ہی برادری میں ایک بزرگ سید

محمود شاہ صاحب تھے۔اُن کے دولڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ہماری خواہش پر اپنی صاحبزادی بی بی خدیجہ کا رشتہ آپ نے منظور کرلیا اور خدا کے فضل سے تھوڑے عرصہ میں ہی شادی ہوگئی۔ لڑکی انتہائی سلیقہ مند اور عبادت گزار تھی۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے دکھوں اور مصائب میں کافی حد تک کمی کا باعث ہوئی۔ان غیر یقینی حالات میں ایک نیک خاتون کا ملنا اور پھر اس کا نام خدیجہ ہونا میرے لئے بڑا ہی بابرکت ثابت ہوا۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کے بطن سے مجھے سات بیٹے اور دو بیٹیاں عطاء فرمائیں۔جن میں سے ایک بچہ اور ایک بچی چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔باقی اولاد کے نام یہ ہیں:

بڑا لڑکا سید محمد بشیر شاہ،اس سے چھوٹا سید محمد صادق شاہ،اس سے چھوٹا سید عبدالرزاق شاہ، اس سے چھوٹی خورشید بیگم (اہلیہ سخاوت شاہ)،اس سے چھوٹا سید لقمان شاہ اور اس سے چھوٹا سید محمد اقبال شاہ اور اس سے چھوٹا سید نذیر احمد شاہ ہے۔

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اللہ تعالیٰ سب کو دینی دنیاوی کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔آمین۔[1]

---

[1] نوٹ: والد بزرگوار کی شادی اور اولاد کا ذکر ان کی زبانی تحریر کیا تھا۔شادی کے تعین کے اندازہ کے مطابق آپ ایک رسالہ لاہور سے مشیر الاطباء منگواتے تھے۔رسالہ مشیر الاطباء اگست ۱۹۲۶ء کے ورق پر حضرت والد صاحب کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تاریخ پیدائش سید محمد بشیر شاہ بروز جمعۃ المبارک ۳ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۳/اگست ۱۹۲۶ء درج ہے۔سید محمد بشیر شاہ پہلے بڑے بیٹے تھے۔اس لحاظ سے آپ کی شادی 1924 یا 1925 کو ہوئی ہوگی۔اس طرح پہلا بیٹا سید بشیر شاہ 13/اگست 1926 جمعۃ المبارک کو پیدا ہوا۔

آپ نے اپنی پیدائش 1899ء بتائی ہے۔اس لحاظ سے بھی اور سید بشیر شاہ کی پیدائش کے پیش نظر اُس وقت آپ کی عمر 1924ء یا 1925ء میں 24 یا 25 سال ہوگی۔ (منجانب مرتب)

طبیہ کالج میں داخلہ سے قبول احمدیت تک

مولوی عبدالرؤف صاحب کا پھگلہ میں پہلا مناظرہ

مولوی عبدالرؤف صاحب نے قادیان میں تعلیم حاصل کی تھی اور ایک نڈر مبلغ اور اعلیٰ درجہ کے مناظر تھے۔ ہر محفل میں اپنا رنگ جما لیتے تھے۔ کبھی بڑے بڑے مولویوں سے مناظرہ کرتے کبھی فلسفیوں سے فلسفیانہ گفتگو اور کبھی صوفیانہ رنگ میں کئی کئی دن فاقے میں گزار دیتے۔ بچوں کو بھی اپنی شفقت سے محروم نہ رکھتے تھے۔ کبھی کبھی ان کے ساتھ کھیل کود میں شریک ہوجاتے اور گلی ڈنڈا میں سب سے آگے آگے دوڑتے نظر آتے۔ جب کوئی مولوی یا انگریزی خواں آجاتا تو چچا صاحب ان سے گفتگو کے لئے ہمیشہ مولوی عبدالرؤف صاحب کو بلاتے۔ ایک دفعہ ایک بڑا فاضل مولوی اپنے ساتھ بہت سے مولویوں کو لے کر مولوی عبدالرؤف صاحب سے مناظرہ کے لئے آیا۔ اس وقت آپ بچوں سے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔ آپ کو بلایا گیا۔ آپ مٹی میں لت پت حجرہ میں پہنچے۔ فاضل مولوی حیرت زدہ ہوگئے کہ ہم سے یہ کیا مذاق ہورہا ہے۔ کیا یہ نوجوان بایں ہیئتِ کذائی ہم سے مناظرہ و مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے۔ خیر گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی صاحب نے کوئی آیت تلاوت فرمائی۔ عبدالرؤف صاحب نے انھیں وہیں روک دیا کہ مولوی صاحب آپ نے آیت غلط پڑھی ہے اور قرآن کھول کر ان کی اصلاح کی اور چند ہی گھنٹوں میں انھیں لاجواب کر کے واپس جانے پر مجبور کر دیا۔

مولوی عبدالصمد صاحب سے مناظرہ

ایک دفعہ پھگلہ میں میرے چچا صاحب سید عبدالحمید شاہ صاحب نے مولوی عبدالصمد صاحب کو بلایا اور مولوی عبدالرؤف صاحب سے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات وممات پر مناظرہ

کرایا۔ مولوی عبدالرؤف صاحب غیر احمدیوں کی مسجد میں گئے اور وہاں سے تمام قرآن شریف اٹھوا کر لے آئے اور میدانِ مناظرہ میں پہنچ کر ہر آدمی کو ایک ایک قرآن شریف پکڑا دیا اور جن جن آیات سے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی تھی ان پر مدلل بحث کی اور مولوی عبدالصمد صاحب کو بالکل لاجواب کر دیا۔ جب چچا صاحب نے اپنے مولوی کو لاجواب ہوتا دیکھا تو فیصلہ اپنے حق میں کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! تالی بجاؤ مرزائی ہار گئے۔

اس اثناء میں ایک جرأت مند نوجوان اٹھا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ جواب تو مولوی عبدالصمد صاحب نہیں دے سکے اور شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ مرزائی ہار گئے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اور اسی وقت اس نے اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ سعید فطرت نوجوان امیر الدین منشی فضل احمد صاحب کا لڑکا تھا اور یہی فضل احمد صاحب سارے گاؤں میں کچھ پڑھے لکھے آدمی تھے اور قرآن شریف سے واقفیت رکھتے تھے اور میرے دادا سید عمران شاہ صاحب کے خطوط اور مقدمات وغیرہ کے فیصلے لکھا کرتے تھے۔ ان کے دو لڑکے اور بھی تھے۔ ایک کا نام فقیر محمدؐ اور دوسرے کا نام عبدالرحیم تھا۔

امیر الدین صاحب کا قبول احمدیت

امیر الدین کے احمدی ہونے کے بعد اس کے بڑے بھائی فقیر محمد نے اس کو خوب مارا۔ جب اس کے والد منشی فضل احمد صاحب کو علم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔ فقیر محمد کہنے لگا:

> ''یہ مرزا صاحب کو امام مہدی مانتا ہے اور کہتا ہے کہ جو امام مہدی کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا تھا کہ تیرا باپ بھی امام مہدی کو نہیں مانتا تو کیا وہ بھی کافر ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے میں نے اسے مارا ہے۔''

منشی فضل احمد صاحب نے کہا کہ یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اگر مرزا صاحب واقعی امام مہدی ہیں تو جو بھی ان کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اسی طرح امیر الدین کو میرے چچا سخی شاہ صاحب نے بھی

کئی دفعہ مارا جس کی وجہ سے وہ بھاگ کر لاہور چلا گیا۔ پھر وہاں ملازم ہوگیا اور وہیں پر مکمل سکونت اختیار کر لی اور آخر لاہور ہی میں وفات پائی۔ اُن کی اولاد مخلص احمدی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُسے غریقِ رحمت کرے آمین۔

امیر الدین کا بڑا بھائی فقیر محمد پورے علاقہ میں اپنی طاقت اور پہلوانی کی وجہ سے مشہور تھا۔ قبولِ احمدیت کے بعد میرے دستِ راست کی حیثیت سے ہمیشہ میرے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

رسالہ حقائق القرآن

دکان کے ساتھ ساتھ اب میں لوگوں کی طبی خدمات بھی سرانجام دینے لگا۔ اُن دنوں حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حکیم مفتی محمد منظور صاحب بھی پھگلہ میں ہی مقیم تھے۔ وہ بھی طب سے گہرا شغف رکھتے تھے اور ہم دونوں مل کر کُشتہ جات اور دیگر جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کرتے۔ بعض چیزوں کے عجیب وغریب خواص دیکھ کر واقعی قدرتِ خداوندی یاد آجاتی۔ دوا دارو کے ساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ اس زمانہ میں مولویوں نے طرح طرح کے من گھڑت قصے اسلام کی طرف منسوب کئے ہوئے تھے۔ جن میں ایک ہاروت و ماروت کا قصہ خاص طور پر زیرِ بحث رہتا تھا۔ ایک دن میری دکان پر یہی بحث چل پڑی۔ مولوی عبدالرؤف صاحب بھی آگئے اور میری طرف سے انھوں نے گاؤں کے مولوی سے بحث شروع کردی اور تھوڑی دیر میں ہی اس کو اس قدر لاجواب کردیا کہ پھر مولوی اور سامعین نے اس لغو اور بیہودہ بحث کو ہمیشہ کے لئے ترک کردیا۔

انہی دنوں مجھے ایک پادری نے رسالہ حقائق القرآن دیا۔ میں نے یہ رسالہ پڑھا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت کی گئی تھی۔ جس کو پڑھ کر مجھ پر سخت اثر ہوا کیونکہ اس رسالہ میں قرآن کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے چودہ فضائل بیان تھے۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت بیان کی گئی

تھی کیونکہ مسلمانوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ صحیح معنوں میں اس کا جواب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے ہی ہوسکتا تھا۔ جس کے یہ لوگ قائل نہ تھے۔

میں نے سوچا کہ اس وقت تثلیث پرستی کو مٹانے اور عیسائیت کی عظیم گمراہی سے نجات دلانے کے لئے حقیقت میں احمدیت ہی ایک ایسی تحریک ہے جو کہ ہر باطل پرست کو ٹھوس دلائل دے کر لاجواب کرسکتی ہے۔ ورنہ دوسری تحریکیں تو عیسائیت کے مقابلہ میں پرِکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔

قبولِ احمدیت

ان دنوں ہمارے علاقہ میں اصلاحِ رسوم کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو کہ شرک اور بدعت اور ہر قسم کے غلط عقائد کی تردید کرتی تھی۔ ہمارے علاقہ کے ایک مفتی صاحب بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے اور شرک و بدعت کی تردید میں تقریریں کیا کرتے تھے، چونکہ میں بھی بدعات سے متنفر تھا۔ اس لئے مفتی صاحب مجھ سے خاص تعلق رکھتے تھے اور کبھی کبھی ہمارے گاؤں میں آکر وعظ و نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔ انہی دنوں ہمارے گاؤں میں ایک ماتم ہوگیا اور گاؤں کے لوگوں نے اس موقع پر بے دھڑک تمام مشرکانہ رسومات ادا کیں۔ دوسرے دن میں کسی کام کے سلسلہ میں مانسہرہ گیا تو اچانک مفتی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ دورانِ گفتگو ان سے میں نے گاؤں میں جو تازہ واقعہ ہوا تھا اس کا ذکر کیا اور درخواست کی کہ آپ پھگلہ آکر پھر ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ اس پر انھوں فرمایا: میں کل ہی آجاؤں گا۔ ان دنوں اکثر پیدل سفر کیا جاتا تھا۔ میں اور مفتی صاحب مانسہرہ سے پا پیادہ ہی گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں گفتگو کے دوران میں نے مفتی صاحب سے ہاروت ماروت والی بحث کا ذکر کیا کہ کس طرح عبدالرؤف احمدی نے قرآن سے دلائل دے کر ہمارے مولوی کو خاموش کردیا۔ میں نے پوچھا کہ اصل میں اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ سب باتیں اسرائیلیات ہیں۔ جو بات مرزائی کہتا تھا وہ بالکل ٹھیک ہے۔ قرآن میں واضح طور پر موجود ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی

اور پاک مخلوق ہیں اور وہ گناہ سے مبراء ہیں۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض باتیں عوام کے سامنے کرنے کی نہیں ہوتیں۔ مفتی صاحب کا یہ کہنا تھا کہ مجھے ایک دھچکا سا لگا اور میں حیران رہ گیا کہ ایک اتنا بڑا عالمِ دین ہے اور اس کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور۔ اس گفتگو کے دوران ہم گاؤں چٹہ بٹہ تک آ گئے تھے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ چونکہ اب کافی دیر ہوگئی ہے اس لئے رات میں یہیں بسر کروں گا اور صبح پھگلہ آؤں گا۔ میں اکیلا ہی آگے چل دیا اور راستے میں سوچتا رہا کہ ان مولویوں کے ظاہر اور باطن میں کس قدر تضاد ہے۔ سچی بات زبان سے کہنا ان کے لئے کتنا مشکل ہے۔ مجھے تو اسی وقت یقین ہوگیا کہ مرزا صاحبؑ یقیناً سچے امام مہدی ہیں۔ البتہ یہ مولوی لوگ خواہ مخواہ ان کو جھوٹا مشہور کر رہے ہیں۔ میں انہی خیالات میں کھویا ہوا چلا آ رہا تھا کہ مجھ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی کہ شاید اس وجہ سے ابھی تک مجھے احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق نہیں ملی کہ ان بڑے بڑے مولویوں کی اصلیت مجھ پر ظاہر نہیں تھی۔ راستے کی گفتگو نے یہ پردہ بھی اٹھا دیا اور یہ خیال نہایت پختگی کے ساتھ میرے دل میں بیٹھ گیا کہ احمدیت واقعی سچی ہے۔ رات کو جب گھر پہنچا تو چچا صاحب میرا انتظار کر رہے تھے اُن کو ان کے کام سے مطلع کیا اور ساتھ ہی مفتی صاحب کا واقعہ بھی سنایا اور واضح طور پر اُن کو بتایا کہ یہ مولوی سخت جھوٹے ہیں اور ان کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور یہ بھی ان کو کہہ دیا کہ احمدی سچے ہیں اور مرزا صاحب یقیناً اس زمانہ کے مرسل ہیں۔

چچا صاحب کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ آپ نے کہا کہ اگر تو نے پھر یہ بات دوہرائی تو تجھ پر بھی کفر کا فتویٰ لگوا دوں گا۔ صبح ہوئی ہم سب گاؤں کے چوپال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مفتی صاحب آ گئے۔ چچا صاحب نے مفتی صاحب کو آواز دے کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا کہ یہ احمدی ہوگیا ہے۔ اس لئے آپ اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں۔ مفتی صاحب سخت پریشان ہوئے۔ کیونکہ پھگلہ میں صرف میں ہی مفتی صاحب کے عقائد کا کسی حد تک قائل تھا اور مفتی صاحب سمجھتے تھے کہ یہی شخص کچھ مذہبی سوجھ بوجھ رکھتا ہے اور میرا ہم خیال و ہمنوا ہے۔ میں اس کو اپنے

آپ سے کیسے کاٹ پھینکوں۔اس لئے مفتی صاحب نے فتویٰ کو ٹالنے کی از حد کوشش کی لیکن چچا صاحب مُصر تھے کہ فوراً فتویٰ لگایا جائے۔آخر مجبوراً مفتی صاحب نے قلم دوات منگوائی اور مجھ کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کیا آپ مرزا صاحب کو سچا مانتے ہیں۔میں نے کہا یقیناً مرزا صاحب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور سچے ہیں۔اس پر مفتی صاحب نے کفر کا فتویٰ لکھ کر اس پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز کو امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی وجہ سے پہلے ہی دن کفر کا تاج پہنا دیا جو درحقیقت حقیقی طور پر اسلام کا تاج تھا۔

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

برف پر چل کر مشرف بہ بیعت ہونا

قبولِ احمدیت کا اعلان تو اسی وقت ہو گیا تھا لیکن ابھی تک میں بیعت سے مشرف نہیں ہوا تھا۔کچھ دنوں بعد جماعت احمدیہ کا قادیان میں سالانہ جلسہ ہونا تھا۔مجھے وہاں جا کر خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا شوق پیدا ہوا۔اس لئے جلسہ پر قادیان جانے کا پروگرام بنالیا۔جلسہ کے دنوں میں جو کہ ماہِ دسمبر میں ہوتا ہے ہمارے علاقہ میں سخت سردی ہوتی ہے اور برف بھی پڑتی ہے۔ [1] جلسہ پر جانے سے ایک روز قبل بھی یہاں پر سخت برفباری ہوئی۔اس زمانہ میں مانسہرہ تک پیدل جانا ہوتا تھا اور اس سے آگے کوئی ایک آدھ بس چلتی تھی۔اگلے روز میں پروگرام کے مطابق پھگلہ سے پاپیادہ چل پڑا اور مانسہرہ تک گیارہ میل کا سفر اسی برف پر پیدل چل کر کیا اور وہاں سے بس کے ذریعہ قادیان روانہ ہوا۔مجھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے بڑا لطف دیا کہ اگر تم برف میں گھٹنوں کے بل چل کر بھی امام مہدی کے پاس پہنچ سکو تو پہنچو اور اُسے میرا اسلام دو۔

[1] یہ حدیث ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں یوں بیان ہوئی ہے: فاذا رأ یتمُوہ فبا یعوہ ولَو جبداً علی الثلج۔ فانّہ خلیفۃ اللّٰہ المھدی۔

دور دراز علاقوں میں تبلیغ احمدیت اور مناظرات

احمدی ہونے کے کچھ عرصہ قبل ہی بعض ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ مجھے چچا صاحب سے علیحدہ ہونا پڑا لیکن ابھی تک مکان تبدیل نہیں کیا تھا اور اُنہی کے گھر رہائش تھی۔ لیکن میرا احمدیت قبول کرنا چچا صاحب کے لئے نا قابلِ برداشت تھا۔ آپ مذہبی ہونے کی نسبت سیاسی زیادہ تھے اس لئے آپ کو خیال گزرا کہ میرے گھرانے میں احمدیت کا آنا میری شہرت کے لئے سخت نقصان دہ ہے اور اس طرح ہمارے آباؤ اجداد کی عزت کم ہو جائے گی۔ دوسرے آپ احمدیت کے ذاتی طور پر بھی مخالف ہونے کی وجہ سے یہ کب برداشت کر سکتے تھے کہ میرا بھتیجا احمدی ہو جائے۔ اس وجہ سے مجھ پر آپ کا غیظ وغضب بڑھتا گیا۔ ویسے بھی یتیمی اور بے کسی کے عالم میں کون کسی کا پرسان حال ہوتا ہے۔ بہر حال چچا صاحب کے ناگفتہ بہ سلوک کی وجہ سے مجھے دوسرے مکان میں منتقل ہونا پڑا۔ میری ایک چچی قدرت جان نامی مجھ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ انہیں اس علیحدگی کا سخت دکھ ہوا اور شدید بیماری کے باوجود ایک عورت کا سہارا لے کر میری دلجوئی کے لئے میرے گھر آئیں اور دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ان کا اسی بیماری سے انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس نیک دل خاتون کو اپنی مغفرت اور قرب سے نوازے۔ آمین۔

قبولِ احمدیت کے بعد پہلا مناظرہ

احمدی ہونے کے بعد بحثیں تو ہوتی ہی رہتی تھیں لیکن میں نے کسی مولوی سے باقاعدہ مناظرہ نہیں کیا تھا۔ انھیں دنوں منڈھار کے مولوی کریم عبداللہ دیوبندی اور مولوی عبدالرؤف صاحب کے مابین ایک مناظرہ قرار پایا۔ مناظرے والے دن [1] مولوی کریم عبداللہ صاحب

[1] نوٹ: مولوی کریم عبداللہ منڈھار گاؤں کا دیوبندی مولوی تھا۔

اپنے گاؤں کے لوگوں سمیت پھگلہ آ گئے۔ کچھ عطر شیشہ گاؤں سے اور کچھ ہمارے گاؤں کے لوگ بھی جمع ہو گئے۔

مناظرہ وفاتِ مسیح پر تھا اور ہماری طرف سے مولوی عبدالرؤف صاحب مناظر تھے لیکن آپ کو نوجوانی میں ہی ٹی بی کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا اور ان دنوں بیماری آخری مراحل پر تھی۔ مناظرہ مولوی کریم عبداللہ صاحب کی تقریر سے شروع ہوا اور انھوں نے اپنی تقریر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مولوی عبدالرؤف صاحب نے اپنی باری پر مولوی صاحب کی تقریر کا قرآن وحدیث کی رو سے مدلل جواب دیا۔ جب دوسری دفعہ مولوی کریم عبداللہ صاحب نے تقریر شروع کی تو اس وقت مولوی عبدالرؤف صاحب کو کھانسی کا شدید دورہ پڑ گیا۔ آپ اُٹھ کر باہر چلے گئے اور جاتے وقت مجھے کہہ گئے کہ آپ ان کی تقریر کی موٹی موٹی باتیں نوٹ کریں۔ میں آ کر جواب دوں گا۔ میں نے ایسا ہی کیا لیکن جب مولوی عبدالرؤف صاحب کافی دیر تک نہ آئے تو مجھے سخت تشویش ہوئی کہ میں تو کوئی عالم بھی نہیں اور نہ کبھی مناظرہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری طرف سے مدلل جواب نہ ملے اور احمدیت کی بدنامی ہو۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ مولوی کریم عبداللہ کا وقت ختم ہو گیا اور وہ بیٹھ گئے۔ اب مجبوراً مجھے مولوی صاحب کی تقریر کا جواب دینا پڑا۔ شاید اللہ تعالیٰ جبراً مجھے یہ فن سکھانا چاہتا تھا۔ میں نے بے دھڑک تقریر شروع کر دی اور مولوی صاحب کے ہر ایک سوال کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب دیا۔ اب میرا وقت ختم ہو چکا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے سامعین پر اس قدر اثر ہوا کہ ہر ایک نے برملا کہا کہ آپ حق کہہ رہے ہیں اور بعض دوست تو یہاں تک کہنے لگے کہ آپ نے مولوی صاحب کو بالکل لاجواب کر دیا ہے اور اب وہ آپ کے سامنے لب کشائی کی جرأت ہرگز نہیں کر سکتے۔ خیر جب مولوی صاحب نے محسوس کیا کہ وہ میری تقریر کا جواب نہیں دے سکتے تو اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے اور جھٹ کفر کا فتویٰ صادر فرما دیا کہ مرزائی کافر ہیں۔ میں تو ابھی خاموش ہی تھا لیکن سردار محمد اکرم خان صاحب ساکن عطر شیشہ جو

احمدیت کے زبردست مدّاح تھے۔ مولوی کریم عبداللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ کافر مرزائی نہیں بلکہ تم ہو اور تمہارا باپ ہے اور اسی پر مناظرہ ختم ہو گیا۔

مولوی عبدالرؤف صاحب کی وفات اور غیر احمدیوں کا بائیکاٹ

مولوی عبدالرؤف صاحب جو ایک نڈر اور بے باک مبلغ تھے۔ ضلع ہزارہ میں ہر جگہ بڑی جرأت اور جوانمردی سے تبلیغ کا کام سرانجام دیتے رہے۔ مانسہرہ اور بالاکوٹ وغیرہ میں زیادہ تر انہیں کے ذریعہ احمدیت پھیلی ہے۔ آپ کو عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر عبور تھا۔ سرکاری افسروں کی طرف سے کئی دفعہ نوکری کی پیشکش بھی کی گئی لیکن آپ نے اس خدائی نوکری کے علاوہ کسی نوکری کو پسند نہ کیا۔ آپ کو احمدیت سے والہانہ عشق تھا اور فاقے کر کے بھی تبلیغ کے شوق کو پورا کرتے رہتے تھے۔ آپ کافی عرصہ ٹی بی کے عارضہ میں مبتلا رہے۔ جب بیماری آخری درجہ پر پہنچی اور آپ کی حالت نازک ہوگئی۔ تو میرے چچا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ مولوی عبدالرؤف کو پھگلہ کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے گا لیکن جب مجھے ان کی اس بات کا علم ہوا تو میں ان کے مقابلہ میں ڈٹ گیا کہ میں ان کو یہاں ہی دفن کروں گا اور جو روکنے کے لئے آیا، اس سے سمجھ لوں گا۔ دنیاوی معاملات میں اگرچہ میں چچا صاحب کا بے حد احترام کرتا تھا لیکن میں نے مذہبی معاملہ میں کبھی ان کے آگے جھکنے کی غلطی نہیں کی۔ اس موقع پر بھی چچا صاحب سمجھ گئے کہ اگر میں اپنی ضد پر قائم رہا تو یہ ضرور میرا مقابلہ کرے گا۔ اس لئے دفن ہونے والی بات تو چھوڑ دی لیکن لوگوں کو بائیکاٹ کے لئے اُکسایا کہ مرزائی کی تدفین میں شمولیت نہ کی جائے۔

جس دن عبدالرؤف صاحب کی وفات ہوئی، چچا صاحب صبح سویرے ہی بٹل چلے گئے۔ گاؤں والوں کو چونکہ آپ نے پہلے سے آمادہ کیا ہوا تھا۔ اس لئے پھگلہ کا کوئی شخص بھی تدفین میں شامل نہ ہوا۔ ہمارے علاقہ میں لوگ مل جل کر قبر کھودتے ہیں اور جنگل سے بڑے بڑے تختہ نما پتھر لا کر قبر پر رکھے جاتے ہیں جو کافی مشقت طلب کام ہوتا ہے۔

خیر میں اور فقیر محمد قبرستان گئے اور ہم نے قبر کھودنا شروع کر دی۔ عبدالرؤف کا چھوٹا بھائی عبدالرحیم بھی آ گیا۔ لیکن وہ ابھی اس قابل نہ تھا۔ میرا ایک مزارع یٰسین نامی ہمارا ہاتھ بٹانے لگا۔ میں نے اس کو بھی قبر کھودنے سے منع کر دیا کہ لوگ تجھے خواہ مخواہ تنگ کریں گے کہ تو نے احمدیوں کے ساتھ ملکر کیوں قبر کھودی۔ خیر جوں توں کر کے ہم نے قبر تیار کر لی۔ پتھروں کے لئے میں نے ایک بیل گاڑی جنگل روانہ کر دی تھی۔ اس لئے پتھر بھی پہنچ گئے۔ اسی اثناء میں قبرستان سے موضع سیری کا ایک شخص علی خان نامی گزرا۔ اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے شدید دکھ کا اظہار کیا اور گاؤں پہنچ کر لوگوں کو بہت شرمندہ کیا اور سخت افسوس کے ساتھ اس نے لوگوں سے کہا کہ یہ کس قدر ظلم اور ناانصافی ہے اور کتنی جہالت ہے کہ ایک شخص فوت ہوا ہے اور آپ لوگ اس کی تدفین میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ بحالیکہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں اور اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کے دعویدار ہیں۔ الغرض اس نیک شخص کے لعن طعن کی وجہ سے چند آدمی قبرستان میں آ گئے۔ میں نے مانسہرہ میں بھی اطلاع کر دی تھی۔ وہاں سے بھی بعض احمدی پیر زمان شاہ صاحب ایڈووکیٹ کے ہمراہ پہنچ گئے اور داتہ کے دوست بھی آ گئے اور اس طرح جنازہ کے بعد ہم نے خود ہی اس مخلص اور فدائی احمدی کو دفن کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے خدا بر تُربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

اس کے بعد دعوت و تبلیغ کا سارا بار میرے نحیف کندھوں پر آن پڑا اور مجھ سے جیسا بھی بن پڑا میں نے یہ بوجھ اٹھایا اور حسب توفیق اس راہ میں جانی مالی اور لسانی جہاد کر کے سعی کی اور طبی لحاظ سے بھی ہر شخص کی بے لوث خدمت کرتا رہا۔ مریض کی تکلیف کا احساس رات کے کسی حصہ میں بھی مجھے مریض کے پاس پہنچا دیتا تھا اور مریض کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ دواؤں کے علاوہ شافیٔ مطلق سے دعائیں مانگ کر شفایابی کی درخواست کیا کرتا تھا اور اس طرح کئی لاعلاج مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کے ذریعہ شفا بخشی۔ الحمدللہ علٰی ذالک۔

برفانی پہاڑوں میں تبلیغ اور مناظرہ

ہزارہ کے مختلف دَرّوں میں کئی سید خاندان آباد ہیں۔ ہمارے گاؤں والوں کی کونش ویلی، سرن ویلی اور کاغان وغیرہ میں رشتہ داریاں ہیں۔ دیولی گاؤں سچہ گاؤں سے چھ میل آگے تقریباً چھ سات ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پر موسم سرما میں خوب برف باری ہوتی ہے لیکن گرمیوں میں موسم خوشگوار رہتا ہے۔ یہاں پر میرے ایک عزیز تپ دق کے مرض میں مبتلا تھے۔ اُن کا پیغام پہنچا۔ لیکن میں کسی خاص مصروفیت کی وجہ سے جا نہ سکا۔ اسی دوران سید امیر شاہ صاحب مجھے لینے کے لئے پھگلہ پہنچ گئے اور میں اُن کے ہمراہ دیولی گاؤں روانہ ہوگیا۔ یہ گاؤں ہمارے گاؤں سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں پہنچ کر مریض کا علاج شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ دنوں میں ہی شفایابی کی اُمید پیدا ہوگئی۔

مولوی کریم عبداللہ اور مولوی شعیب ان دنوں نئے نئے دیوبند سے پاس کر کے آئے تھے اور ان کو بحث مباحثے کا بہت شوق تھا اور لوگوں پر اپنا رعب جمانے کا بھی اُنھیں جنون تھا۔ ان دونوں مولویوں کو جب پتہ چلا کہ میں دیولی میں ہوں تو انھوں نے کہا کہ وہ تو وہاں احمدیت کی تبلیغ کر رہا ہوگا۔ اس کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ہمیں فوراً وہاں پہنچنا چاہئے چنانچہ یہ دونوں مولوی جب دیولی کے قریب پہنچے تو راستہ میں میرے خالہ زاد بھائی محراب شاہ سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ محراب شاہ صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑے مذہبی آدمی تھے۔ انھوں نے مولویوں سے کہا کہ میرا یہ بھائی احمدی ہوگیا ہے۔ آپ کوشش کریں اگر یہ احمدیت کو چھوڑ دے تو میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا اور آپ کو انعام دوں گا۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میری گیارہ بھینسیں ہیں دیگر انعامات کے علاوہ ایک بھینس بھی آپ کو انعام کے طور پر دوں گا۔ مولویوں کے لئے یہ بڑی بات تھی۔ محراب شاہ صاحب کا شکریہ ادا کر کے خوشی خوشی دیولی پہنچے۔

ان دنوں دیولی میں خاندانی چپقلش کے باعث سیدوں کے تین گروہ بنے ہوئے تھے۔

ایک گروہ سید امیر شاہ صاحب کا تھا۔ دوسرا گروہ سید محراب شاہ صاحب کا اور تیسرا گروہ میری والدہ کے ماموں سید گل شاہ کا تھا۔ میں سید امیر شاہ کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ مولوی ان کے مخالف گروہ کے پاس جا ٹھہرے تا کہ فساد کی صورت پیدا ہو سکے۔ لیکن وہاں کے لوگ بڑے سمجھدار تھے۔ انھوں نے مولویوں کو کہا کہ یہاں پر مخالفت کی وجہ سے لوگ نہیں آسکیں گے۔ اس لئے آپ محراب شاہ کے حجرہ میں قیام کریں کیونکہ وہاں پر سب گروپوں کا آنا جانا ہے۔ چنانچہ مولوی محراب شاہ صاحب کے حجرہ میں آ گئے اور مجھے بھی وہاں ہی بلا لیا گیا اور جلسہ شروع ہو گیا۔ شاید یہ تعارفی جلسہ تھا کیونکہ پہلے مولوی شعیب نے مختصر تقریر کی۔ جس میں مولوی کریم عبداللہ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ پھر مولوی کریم عبداللہ نے مولوی شعیب کی مدح سرائی کی اور کچھ ہمارے خلاف بھی افتراء پردازی کی۔ مولوی صاحب کی تقریر کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا مولوی صاحب نے ہمارے خلاف جو اعتراض کئے ہیں، میں ان کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ لیکن مولویوں نے کہا کہ یہ ہمارا نجی جلسہ ہے۔ اس میں آپکو بولنے کی اجازت نہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی اور میں اُٹھ کر چلا آیا۔

رات کو مولویوں نے میری طرف رقعہ بھیجا کہ ہم اس بات پر تمہارے ساتھ مناظرہ کرنے کو تیار ہیں کہ تم مرزا صاحب کو مسلمان ثابت کرو اور اگر تم مرزا صاحب کو مسلمان ثابت نہ کر سکو تو خود مسلمان ہو جاؤ۔

مناظرہ کی شرائط

میں نے جواب میں لکھا کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے مجدّد اور امام مہدی ہیں اور وہی مسیح موعود ہیں جس کا آپ کو چودہ سو سال سے انتظار ہے۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ میں ان کو مسلمان ثابت کروں، انتہائی احمقانہ بات ہے اور ان کی شان میں سخت گستاخی ہے۔ اس کے مقابل آپ لوگوں کا مسلمانی کا دعویٰ البتہ مشکوک ہے۔ کیونکہ دیوبندیوں پر بریلوی علماء نے فتویٰ لگا رکھا ہے کہ دیوبندی پکے کافر ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کو مسلمان سمجھنا خلافِ

اسلام ہے۔لہٰذا میں آپ سے کہتا ہوں کہ پہلے آپ خود کو مسلمان ثابت کریں۔ نیز میں نے مزید لکھا کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو تین شرائط پر مناطرہ ہوسکتا ہے:

اوّل:۔ یہ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو پھر کسی دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔لہٰذا پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت کیا جائے۔

دوم:۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو اس صورت میں ضرور ان کے نام پر کوئی دوسرا شخص آئے گا اور پھر ہمیں غور کرنا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ کون آ سکتا ہے۔اُمتی یا غیر اُمتی؟

سوم:۔ کیا واقعی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں۔ اگر واقعہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں تو پھر آپ کی صداقت پر مناظرہ ہونا چاہئے کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچّے ہیں یا نہیں۔

میں نے لکھا کہ یہ تین باتیں مناظرہ کے لئے ضروری ہیں جو انصاف پر مبنی ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک عظیم انسان جو اپنے آپ کو عاشقِ رسول کہتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دیتا ہے اور امام مہدی اور مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، آپ اس کی مسلمانی پر بحث کریں۔

میری طرف سے یہ رقعہ لے کر جب نوکر ان کے پاس پہنچا اور یہ رقعہ پڑھ کر سنایا گیا تو سب سیدوں نے متفقہ طور پر کہا کہ اس نے جو باتیں کہی ہیں وہ انصاف پر مبنی ہیں۔ انہی شرائط پر مناظرہ ہونا چاہئے۔لیکن مولوی ان باتوں کی طرف نہیں آنا چاہتے تھے کیونکہ ایک دفعہ پہلے بھی مولوی کریم عبداللہ پھگلہ میں وفات مسیح پر مجھ سے مات کھا چکا تھا لیکن ان سیدوں نے دو مولویوں سے جبراً یہ شرائط منوالیں اور صبح آٹھ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ اگلے دن محراب شاہ صاحب کے حجرہ میں لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا۔ مناظرہ کی شرائط طے کی گئیں۔تقریر کے لئے پندرہ پندرہ منٹ کا وقت مقرر ہوا۔مولویوں نے اصرار کیا کہ پہلی تقریر ہم کریں گے۔ میں

نے کہا۔ٹھیک ہے۔آپ کرلیں۔ پہلا مناظرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر تھا۔

مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں انہی فرسودہ خیالات کا اظہار کیا جو عام طور پر مولوی پیش کیا کرتے ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں ان کے خیالات کا مکمل ردّ پیش کیا اور قرآن شریف کی متعدد آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کی اور اس کے ساتھ احادیث اور مزید حجت کے لئے ائمہ سلف کے اقوال بھی پیش کئے۔ میرا وقت ختم ہونے پر مولوی صاحب نے پھر تقریر شروع کی اور مولوی صاحب کا وقت ختم ہونے پر میں نے مولوی صاحب کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔ اس طرح تین چار بار ہوا۔ مولویوں نے عوام کو چونکہ بالکل اندھیرے میں رکھا ہوا ہے۔ اس لئے جب احمدیوں کی طرف سے قرآن اور حدیث کے دلائل عوام کے سامنے آتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھُل جاتی ہیں۔ یہاں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ہوا۔ میرے دلائل کو سن کر سامعین بہت متاثر ہوئے۔ بھلا مولویوں سے یہ کب برداشت ہوسکتا تھا۔ ان کا تو یہ معمول ہے کہ جب اپنی ہار دیکھتے ہیں جھٹ کفر کی طرف لپک پڑتے ہیں۔ تین چار تقریروں کے بعد ہی کہنے لگے۔ ہم تو آپ کو کافر سمجھتے ہیں۔ میں نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کیا کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ نیز علماء کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات پیش کئے۔ اس پر ان سیدوں نے جو کہ بہت سمجھدار تھے اور حقیقت کو سمجھ گئے تھے، ہمیں خاموش کرا دیا اور مناظرہ ختم ہو گیا۔ یہاں پر خدا تعالیٰ نے مولویوں کو سخت ذلیل اور شرمندہ کیا۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ سید عبدالرحیم شاہ کو غیر احمدی کر کے ہم ان سیدوں پر بہت اثر ڈالیں گے اور کئی قسم کے انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے لیکن ہوا یہ کہ دوپہر کے وقت جب مناظرہ ختم ہوا تو مولوی دل میں ہزاروں حسرتیں لئے خالی ہاتھ ہی گھر کو چل دیئے۔ وہ سید بڑے مہمان نواز ہیں اور ویسے بھی یہاں کے لوگ مولویوں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ کھانے کا وقت ہے مولوی بھوکے جا رہے ہیں لیکن ایک سید نے بھی ان کو یہ نہیں کہا کہ کھانا کھا کر

جایئے۔آخر میں نے ہمت کر کے کہا کہ مولوی صاحب روٹی تو کھا کر جائیں لیکن مولوی صاحبان نے میری اس درخواست کو بھی اپنے لئے جائے عار سمجھا کہ گھر والے تو پوچھتے نہیں اور ہمیں یہ مرزائی روٹی کے لئے کہہ رہا ہے چنانچہ دبی زبان سے انکار کرتے ہوئے آگے چل دیئے۔اس مناظرہ کا دیولی کے سیدوں پر بہت اثر ہوا۔مولوی صاحبان کے جانے کے بعد وہ حیرت سے میرے منہ کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ آپ دینی علم سے بے بہرہ ہیں اور احمدیت اسلام کے خلاف کوئی مذہب ہے لیکن آپ نے تو علمی دلائل پیش کر کے ہماری آنکھیں کھول دیں اور احمدیت کے بارہ میں ہماری کئی غلط فہمیاں دور کر دیں۔دیولی کے بزرگ رستم بابا قرآن اور حدیث سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔وہ تو بہت خوش ہوئے اور انھوں نے جابجا کہنا شروع کر دیا کہ قرآن وحدیث کی اصل حقیقت احمدی بیان کرتے ہیں اور جو بھی بات پیش کرتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔اسی طرح بعض دیگر مسائل کے متعلق بھی مجھ سے پوچھتے رہے۔جب میں نماز پڑھتا تو بعض سید چھپ چھپ کر مجھے دیکھتے کہ یہ نماز کس طرح پڑھتا ہے۔جب تسلی ہو جاتی تو کہتے کہ احمدی نماز تو مسلمانوں کی طرح ہی پڑھتے ہیں۔خدا جانے یہ مولوی لوگ ان کے خلاف اس قدر جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔

میں نے وہاں پر بیس پچیس دن تک قیام کیا اس علاقہ میں خوب تبلیغ کی۔اس دَوران اللہ تعالیٰ نے اس مریض کو بھی شفا دے دی اور اس کے لواحقین نے مجھے بڑے اصرار سے کئی تحفے بھی پیش کئے۔**الحمدللہ علیٰ ذالک۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہر قدم میں میرے مولا نے دیئے مجھ کو نشان
ہر عدو پر حجتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

(درثمین)

بائی بالا میں تبلیغ

بائی بالا بٹل سے آگے چھتر پلین میں ایک مشہور گاؤں ہے اور پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں بھی کئی سید خاندان آباد ہیں اور ہمارے رشتہ دار ہیں۔ مجھے احمدی ہونے کے بعد سب سے زیادہ فکر بائی بالا کے رشتہ داروں کی تھی کیونکہ یہ لوگ بہت زیادہ مذہبی قسم کے ہیں اور اپنی ہٹ کے پکے ہیں۔ ان کو سمجھانا بہت مشکل کام ہے۔ ایک دفعہ میری ممانی صاحبہ سخت بیمار ہوگئیں۔ ہمیں اطلاع دی گئی چنانچہ میں اور چچا صاحب اور کچھ دوسرے رشتہ دار بائی بالا روانہ ہوگئے۔ اسی دن ممانی صاحبہ کی وفات ہوگئی۔ تدفین کے بعد ہم دو تین دن وہاں ٹھہرے۔ اگلے روز حجرہ میں بہت سے لوگ جمع تھے۔ میرے چچا صاحب نے بٹل کے ایک مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ احمدی ہوگیا ہے۔ اس کو سمجھائیں۔ چچا صاحب کا عموماً یہ طریق تھا کہ جب کوئی مجلس لگتی اور اس میں مَیں موجود ہوتا تو آپ میری احمدیت کو شہرت دینے کے لئے یہ فرما دیتے کہ یہ مرزائی ہوگیا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ میرے لئے تبلیغ کا راستہ کھول دیتا۔ اسی طرح یہاں بھی ہوا اور میری مولوی صاحب کے ساتھ گفتگو شروع ہوگئی اور مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ بعض رشتہ داروں نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمیں تم سے بڑی محبت ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ تم ہم سے جدا نہ رہو۔

ہمہ یاراں دوزخ

ہمہ یاراں بہشت

کے مطابق جدھر ہم سب جائیں گے، اُدھر ہی تم بھی جانا اور بعض نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا کہ اگر یہ اپنے عقیدہ سے باز نہیں آتا تو اس کو اٹھا کر لے جاؤ اور ''سکھاں والی پڑی'' (سکھاں والی پڑی بائی بالا کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ جس کے آگے نیچے کو بہت گہرا کھڈ واقع ہے) سے نیچے گرا دو۔ خیر میرے لئے یہ گرانے وغیرہ کی باتیں تو ایمان کے مقابلہ میں ہیچ تھیں۔ اس لئے

بے فکر تھا لیکن اس ماتم میں دیولی سے آئے ہوئے۔ میرے ماموں محراب شاہ صاحب یہ باتیں سن کر سخت خوفزدہ ہو گئے اور اندر کمرہ میں جا کر بہت دیر تک روتے رہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے ابتلاء اور شر سے محفوظ رکھا اور ہم سب جلد ہی واپس پھگلہ آ گئے۔

کچھ عرصہ بعد گاؤں بائی بالا میں میرے ماموں کا لڑکا محمد دین شاہ بیمار ہو گیا۔ علاج کے لئے مجھے بلایا گیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر علاج شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کو شفا ہو گئی۔ اسی دوران مجھے کافی دن بائی بالا میں رہنا پڑا اور وہاں خوب تبلیغ کا موقع ملا لیکن ان سنگلاخ پہاڑوں کی طرح ان لوگوں کے دل بھی سخت پتھریلے ہیں اور اتنے جلدی حق کو قبول کرنے والے نہیں۔ بہر حال اس دفعہ انہوں نے بہت اچھی طرح گفتگو کی اور کسی قسم کی تلخ کلامی نہیں ہوئی۔ مجھ سے سب ہی بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ جب میں رخصت ہوا تو الوداع کہنے والوں میں بچے بھی شامل تھے۔ جب میں روانہ ہونے لگا تو دو بچوں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا کہ ہم بھی اس کے ساتھ جائیں گے۔ میرے ماموں علی اصغر شاہ اور دیگر بزرگ کہنے لگے ان مرزائیوں کے پاس جادو ہوتا ہے۔ ہمارے بچوں پر بھی اس نے جادو کر دیا ہے۔ خیر ان بچوں کو جبراً روکا گیا اور میں وہاں سے روانہ ہوا اور راستہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے اس دُور دراز علاقہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی اور میرے شدید مخالفوں کے دلوں میں میری محبت پیدا کی۔ حالانکہ یہی لوگ مجھے اس سے پہلے پہاڑی سے گرانے کا پروگرام بنا رہے تھے اور آج یہ کس محبت سے اتنی دور تک مجھے الوداع کہنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

زمینداری اور الٰہی حفاظت ونصرت

جدّی زمین تقسیم ہونے کے بعد کافی عرصہ سے میرے بعض رقبے غیر ہموار پڑے تھے۔ اس لئے ان کی دیکھ بھال اور درستگی کی ضرورت تھی۔ان میں سے ایک رقبہ پہاڑی نالہ کے قریب ہی تھا۔جس میں کئی پتھر کی چٹانیں اور مٹی کے ٹیلے تھے۔میں نے اس رقبہ کو اس پہاڑی نالہ کے پانی سے سیراب کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس زمین کو ہموار کرنے کا کام شروع کر دیا اور بہت سے آدمی کام پر لگائے۔لوگ ان چٹانوں اور ٹیلوں کو دیکھ کر گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کام انجام کو پہنچ سکے گا۔اس لئے بعض طنزیہ انداز میں کہتے۔یہ مرزائی دیوانہ ہو گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے عزم اور ہمت کو بارآور کیا اور ہم نے یہاں سے سب چٹانوں کو توڑ پھوڑ کر اور لڑھکا پھسلا کر دور کر دیا اور زمین ہموار کر دی۔اب نالہ پر بند باندھ کر اس زمین کو پانی لگانے کا کام باقی تھا۔جس کے لئے پختہ بند کی تعمیر تو ابھی ممکن نہ تھی۔اس لئے چیڑھ کے بڑے بڑے درختوں کو نالے کے درمیان نیچے اُوپر رکھ کر بند باندھا گیا اور پانی کو کھیتوں کی طرف موڑا گیا۔سب سے مشکل کام جنگل سے ان بڑے بڑے درختوں کا لانا تھا۔جن کو بعض اوقات سو سو آدمی گھسیٹ کر لاتے اور بند والی جگہ پر رکھتے لیکن جب ساون کا مہینہ آتا اور شدید بارش ہوتی اور نالہ میں طغیانی آجاتی تو پانی کا تیز ریلا ان چیڑھ کے درختوں کو بہا کر لے جاتا اور پھر نئے سرے سے ہمیں یہ کام کرنا پڑتا۔

ٹانگوں کا فریکچر

ایک دفعہ اسی سلسلہ میں ہم لوگ جنگل سے ایک بڑا درخت کاٹ کر لا رہے تھے۔کوئی سو سوا سو آدمی کام پر لگا ہوا تھا۔بعض اوقات درخت کو گھسیٹنے کے لئے اس کے نیچے لمبے لمبے گول بلے رکھے جاتے تھے اور اس کام کے دوران لوگوں کو بلند آواز سے ہوشیار رہنے کو کہا جاتا تھا تا کہ کوئی

آدمی درخت کے نیچے آ کر کچلا نہ جائے۔ اتفاقاً جب درخت کے نیچے میں نے گول بلہ رکھا اور بلے پر درخت کا بوجھ آیا تو مجھے جھٹکا سا لگا اور میں گر گیا اور ایک ہی لمحے میں درخت لڑھک کر میری ٹانگوں پر آ پڑا۔ میں نے بغیر گھبراہٹ کے ساتھیوں کو آواز دی اور دوسرے ہی لمحے لوگوں نے ہلہ بول کر درخت کو میری ٹانگوں سے پرے ہٹا دیا۔ لیکن درخت اتنے میں اپنا کام کر چکا تھا۔ میری ایک ٹانگ بالکل چکنا چور ہوگئی اور دوسری ٹانگ میں بھی شدید موچ آ چکی تھی۔ تمام لوگ سخت گھبرا گئے لیکن میرے ہواس اور حوصلہ قائم رہا۔

میں نے سب کو تسلی دی اور مسکراتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جان بچ گئی۔ میرے حوصلے اور ہمت کو دیکھ کر سب حیران تھے۔ اگر کانٹا بھی چُبھ جائے تو آدمی بے چین ہو جاتا ہے۔ میری دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسا فضل کیا اور ایسی ہمت عطاء فرمائی کہ میں بڑے تحمل سے چارپائی منگوا کر وہاں بند کے قریب لیٹا رہا اور چچا صاحب کو مشورہ دیا کہ کام جاری رہنا چاہئے۔ انہوں نے بھی کہا کہ اتنے آدمی دوبارہ جمع کرنے مشکل ہیں۔ اس لئے اب یہ کام مکمل کر کے ہی جائیں گے۔ چنانچہ تمام دوست آ گئے اور درخت گھسیٹ کر بند کے قریب لے گئے اور ڈیڑھ دو گھنٹہ میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ پھر یہ لوگ اٹھا کر مجھے گھر لے آئے۔ ان دنوں موضع پیراں میں ہمارے ایک رشتہ دار غلام رسول شاہ صاحب رہتے تھے جو ہڈیوں کے جوڑنے میں بڑے ماہر تھے، اُن کو وہاں سے بلایا گیا۔ انہوں نے میری دونوں ٹانگیں صحیح طور پر جوڑ کر باندھ دیں اور اوپر لیپ بھی لگا دیا۔ اس طرح مجھے ایک مہینہ تک چارپائی پر لیٹنا پڑا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹانگیں بالکل درست ہو گئیں اور میں پہلے کی طرح چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ **الحمدللہ علیٰ ذالک**

برطانوی فوجی کیمپ اور سڑک

ہمارے قریب ہی بڑاسی کا جنگل ہے۔ یہاں پر ۱۹۴۰ء میں گورکھا فوج نے فوجی کیمپ قائم کیا۔ اس سے پہلے بھی یہ کیمپ لگتا رہتا تھا لیکن معمولی تعداد تھی۔ یہاں برلبِ سڑک میری

زمینیں تھیں۔ایک حصہ پر میں نے سات آٹھ دوکانیں تعمیر کرادی تھیں جو کرایہ پر لگ گئیں۔ایک دوکان اپنے ہی پاس رکھی۔اس لئے دکان کے سلسلہ میں وہاں آنا جانا تھا۔ مجھے علم ہوا کہ فوج ہمارے گاؤں کے درمیان سے ایک سڑک بنانے کا پروگرام بنارہی ہے۔حسن اتفاق سے ایک دن فوج کا ایک جنرل گھوڑے پر سوار اس سڑک والی جانب جارہا تھا۔ میں نے سوچا کہ جنرل صاحب سے سڑک کے متعلق بات کرنی چاہئے۔ چنانچہ قریب جا کر جنرل صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے گاؤں کی زرخیز زمینوں کو اس سڑک کی وجہ سے کافی نقصان ہوگا۔اس لئے اگر آپ پسند کریں تو دوسری جانب سے سڑک نکالی جائے اور میں نے دوسری جانب کی پوری نشاندہی کرادی اور نقشہ بھی بنا کر پیش کر دیا۔ جنرل صاحب نے تھوڑی دیر غور کرنے اور جائزہ لینے کے بعد فرمایا۔آپ کا خیال ٹھیک ہے اور میرے اسی نقشہ کے مطابق کام شروع ہوگیا۔کافی دور تک سڑک بن گئی لیکن اچانک آگے جا کر اس سڑک کا رُخ میری زرعی زمین کی طرف موڑ دیا گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ تبدیلی یکدم کیسے ہوگئی چنانچہ میں کیمپ میں پہنچا۔وہاں پر ایک ہندو کلرک میرا دوست تھا۔ میں نے اس سے ذکر کیا کہ سڑک کا نقشہ اور طرح بنایا گیا تھا۔ اب یکدم اس میں کیسے تبدیلی کردی گئی ہے۔اس نے کہا کہ ہمارا بھی اس نقشہ کے مطابق ہی پروگرام تھا اور سڑک ٹھیک بن رہی تھی لیکن ایک بوڑھے شخص کے اصرار پر اور سخت منت سماجت کی وجہ سے ہم نے یہاں سے سڑک گزارنے کا پروگرام بنالیا ہے۔کلرک نے کہا آپ ایک درخواست لکھ دیں کل اتوار ہے۔ پرسوں جنرل صاحب ایبٹ آباد سے واپس آجائیں گے۔ آپ بھی آجائیں اُن سے بات کرلیں گے۔ اگلے دن جنرل صاحب آگئے کلرک نے میری درخواست پیش کی اور جنرل صاحب کلرک کو لے کر موقع پر آگئے اور میری عدم موجودگی میں ہی جس طرح میں نے کہا تھا۔اسی کے مطابق سڑک گزارنے کا نقشہ منظور کرلیا اور پھر اس نقشہ کے مطابق میری زمین سے کسی قدر فاصلہ پر سڑک تیار کی گئی۔اس تبدیلی کی وجہ بھی میرے ایک چچا کی احمدیت سے حسد کی بناء پر ہوئی تھی۔ یہ واقعات متحدہ ہندوستان اور برطانوی حکومت کے وقت کے ہیں جو نہایت رحمدل اور عوام کی خیر خواہ تھی۔

میری زمین پر پختہ بند کی تعمیر

فوج نے جہاں سے یہ سڑک گزارنی تھی۔اس کے قریب ہی میری آبیہ زمین کے بند والی جگہ تھی اور فوج کا اس پہاڑی نالہ پر ایک مضبوط پل بنانے کا بھی پروگرام تھا۔ چنانچہ جب کام شروع ہوا تو فوج نے میرا بند جو کہ میں نے چیڑھ کے بڑے بڑے درختوں سے بنایا ہوا تھا اکھاڑ کر پھینک دیا۔ مجھے اس کا ازحد افسوس ہوا کہ بڑی محنت سے یہ بند بنایا گیا تھا۔اس بند کے بناتے ہوئے میری ٹانگیں بھی ٹوٹ گئی تھیں۔ میں پھر کیمپ میں جا کر اسی کلرک سے ملا اس سے بند ٹوٹنے کے نتیجہ میں زمین کے خشک ہو جانے کا ذکر کیا۔اس نے ہر طرح سے تسلی دی اور کہا کہ آپ ایک درخواست لکھیں جس میں بند اکھاڑ پھینکنے کا ذکر ہو اور اس کی وجہ سے جو نقصان ہوگا اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی چار کاپیاں کر کے مجھے دے دیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ درخواست جنرل صاحب کو پیش کر دی گئی۔ کچھ دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ جنرل صاحب نے پختہ بند تعمیر کرانا منظور کر لیا ہے اور چند دنوں بعد ہی ایک گورکھا پلٹن آ گئی اور اس نے پختہ بند کی تعمیر کا کام شروع کر دیا اور تھوڑے ہی دنوں میں نہایت مضبوط بند تعمیر ہو گیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نصرت اور اس کے ارادہ سے ہوا۔ ورنہ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے بھی مجھ سے یہ کام نہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضلوں سے معجزانہ طور پر اس کچے بند کی مصیبتوں سے میری جان چھڑائی۔ **الحمدللہ علیٰ ذالک**۔بعض حاسدین نے اس بند کے بنانے اور اس بند کے گرانے میں بھی مخالفانہ کردار ادا کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جلد ہی اُن کو ناکامی اور نامرادی سے رسوا کیا۔ بعد میں نادم ہو گئے تھے۔اس لئے ذکر نہیں کیا۔ کچھ عرصہ بعد میری آٹھ دوکانیں بھی احمدیت سے حسد کی بناء پر حاسدین نے جلا دی تھیں۔

الٓر کے متعلق القاء الٰہی

اس زمانہ میں جبکہ لوگ وحی و الہام سے منکر ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنے انفاسِ قدسیہ سے نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنایا اور قرآن کی روشنی میں وحی والہام اور کشوف ورویاء کی اہمیت واضح فرمائی اور ان کو خدا تعالیٰ کے تعلق کی علامت قرار دیا۔ چنانچہ حضورؑ اپنی ایک پر معارف نظم میں فرماتے ہیں:

ہے غضب کہتے ہیں اب وحی خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمت کا قصوں پر مدار
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گو ہر وحی خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

(درثمین)

اسی طرح آپ اپنی ایمان افروز تصنیف کشتی نوح میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ ان میں داخل ہو۔''

پانچ الٓر یاد کرنے کی رویاء

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اس محمدیؐ فیض سے اس ذرۂ ناچیز نے بھی حصہ پایا اور مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ نے رؤیا وکشوف کے ذریعہ اس عاجز کی بھی راہنمائی فرمائی۔ میں نے سورہ یوسف نوجوانی کے زمانہ میں ہی یاد کر لی

تھی۔ جسے میں اکثر پڑھا کرتا تھا۔ احمدی ہونے کے بعد ایک دفعہ رؤیا میں مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص چار الٓر یاد کرے وہ میرے مقربین میں سے ہو جائے گا۔ میں نے اُٹھ کر قرآن مجید دیکھا تو اس میں پانچ الٓر تھے۔ خیال آیا کہ ایک الٓر والی سورۃ یوسف تو وہ مجھے پہلے ہی یاد ہے۔ رؤیا میں باقی چار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ چار سورتیں سورہ یونس، سورہ ھود، سورہ ابراہیم اور سورہ حجر ہیں۔ چنانچہ یہ سورتیں میں نے جلد ہی یاد کر لیں اور ان کو اکثر میں پڑھتا رہا اور ان میں بیان کردہ سبق آموز واقعات لوگوں کو بھی سناتا رہا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن جیسی نعمت ہمیں عطاء کی ہے اور اس کے ثمرات سے ہمیں متمتع فرمایا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(درثمین)

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز کو اس دور دراز اور جاہل علاقہ میں احمدیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات سے قدم قدم پر رؤیا و کشوف والہامات سے راہنمائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو بھی اس نعمت سے نوازے۔ دنیا کی بے پناہ دولتیں ایک طرف اور خدا تعالیٰ کا یہ قرب تعلقِ باللہ اور ایمان کی دولت سب سے بڑا خزانہ ہے جو مرسلین پر ایمان لانے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ انہی خزانوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود خزانے بانٹے گا لیکن ان کو لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے اُمیدوار

(درثمین)

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھریؒ و مولوی غلام غوث کے مابین مناظرہ اور الٰہی نصرت

یہ ۱۹۳۱ء کی بات ہے کہ بالاکوٹ میں غیر احمدی مولویوں کے ساتھ عیسائیوں کے کئی مناظرے ہوئے۔ جس میں مولویوں کو سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس پر بالاکوٹ کے احمدیوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خدمت میں کسی عالم کے لئے درخواست کی۔ جس پر حضورؓ نے مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل کو بالاکوٹ جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب وہاں پہنچے اور خدا تعالیٰ نے عیسائیت کے مقابلہ میں آپ کو نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔

اس کے بعد بالاکوٹ میں مولوی عبدالحنان صاحب سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ جس میں مولوی عبدالحنان صاحب کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ پہلی تقریر کے دوران ہی جب مولانا ابوالعطاء صاحب نے وفات مسیح کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر پڑھا کہ:

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم

تو مولوی عبدالحنان صاحب کہنے لگے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ بھی مان لیا جائے تو بھی وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ شعر غلط ہے۔ مولانا ابوالعطاء صاحب نے اس کے جواب میں مولوی عبدالحنان سے پوچھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے؟ مولوی عبدالحنان نے کہا کہ (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے۔

اس پر مولوی ابوالعطاء صاحب نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر اور عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں اس قرآن کی قسم کھاتا ہوں کہ احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے بلند ترین مقام میں داخل ہو چکے ہیں اور کہا کہ ایک طرف ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ جس کو میں نے حلفیہ بیان کیا ہے اور دوسری طرف مولوی صاحبان کا عقیدہ ہے جو آپ کے سامنے ابھی بیان کیا گیا ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ رسول کریم ﷺ کی عزت وعظمت کس کے دل میں زیادہ ہے۔ اس بات کا خدا تعالیٰ کے فضل سے سامعین پر بہت اثر ہوا۔

بالاکوٹ میں مولوی ابوالعطاء صاحب کی آمد کا مجھے بھی علم ہو چکا تھا۔ میں نے فقیر محمد کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں ایک خط بھیجا۔ جس میں آپ سے پھگلہ میں بھی جلسہ کرنے کی اجازت چاہی۔ مولوی صاحب نے بخوشی منظوری دیدی اور جمعہ کا دن مقرر فرمایا۔

چنانچہ میں نے اردگرد کے دیہات میں چیدہ چیدہ آدمیوں کی طرف خطوط روانہ کر دیئے جس میں اُن کو جلسہ میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ مقررہ دن مولانا ابوالعطاء صاحب بالاکوٹ کے احمدی دوستوں کے ہمراہ پھگلہ پہنچ گئے۔ اسی طرح مانسہرہ سے بھی چند دوست آ گئے۔ جلسہ کا اہتمام عطر شیشہ کے پاس کھلی جگہ میں کیا گیا تھا۔ اس لئے اس جگہ کافی تعداد میں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مخالفین میں سے مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی مونگن گاؤں کے لوگوں کے ساتھ آئے۔ مونگن کے علاقہ کے لوگ سخت جھگڑالو اور لڑاکے مشہور ہیں اور اس روز تو خاص طور پر وہ کلہاڑیوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے اور اسی اشتعال انگیز حالت میں وہ جلسہ گاہ میں وارد ہوئے۔

جلسہ اب مناظرہ کی شکل اختیار کر گیا۔ پہلے تو کئی گھنٹے مولوی غلام غوث صاحب مناظرہ کی شرائط ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ ہم کہتے کہ صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مناظرہ ہو لیکن مولوی غلام غوث کا اصرار تھا کہ پہلے آپ مرزا صاحب کو مسلمان ثابت کریں۔ اس جھگڑے میں کافی وقت گزر گیا اور جمعہ کے وقت تک مناظرہ نہ ہو سکا۔ مولویوں کے ذہن میں کچھ اور ہی سکیم تھی اور وہ مناظرہ کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ عطر شیشہ کا سردار محمد اکرم جو

احمدیت نواز تھا اور عطر شیشہ کا نمبر دار تھا۔ میرے چچا صاحب کا سیاسی حریف تھا اور اس لحاظ سے ان کی آپس میں ہمیشہ سیاسی چپقلش رہتی تھی۔ اس وجہ سے چچا صاحب کو ان کا وجود کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور میری احمدیت بھی آپ کو بارخاطر تھی۔ اسی طرح مولویوں کی نظر میں مولوی ابوالعطاء صاحب بھی گردن زدنی تھے۔ اس لئے ہم تینوں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا جس کا مجھے ہمارے گاؤں کے ایک مخبر بیدو کے ذریعہ علم ہو چکا تھا۔ مناظرہ تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ پہلے وقت میں نہ ہوسکا۔ جب جمعہ کا وقت قریب آیا تو مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی تمام لوگوں کو لے کر جمعہ کی نماز کے لئے پانی کے نالہ پر چلے گئے اور وہاں پر خطبہ جمعہ میں لوگوں کو خوب مشتعل کیا۔ ہم احمدیوں نے نماز جمعہ اسی مناظرہ والے میدان میں ادا کی۔ مجھے مخالفین کے حالات سے پھر اسی مخبر نے اطلاع دی کہ جلد ہی کوئی عظیم ہنگامہ ہونے والا ہے۔ اپنی حفاظت کا بندوبست کرلیں۔ مجھے فکر ہوئی کہ اگر فساد ہوگیا اور خدانخواستہ کسی کا کوئی جانی نقصان ہوگیا تو سخت بدنامی ہوگی اور ہمیشہ کے لئے پھگلہ کی تاریخ داغدار ہوجائے گی۔ اس لئے میں نے مولوی ابوالعطاء صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ فساد کا شدید خطرہ ہے۔ یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہوجانا چاہئے۔ میری یہ بات سن کر مولوی صاحب نے نہایت بشاشت سے فرمایا کہ اچھا شاہ صاحب جو کچھ خدا کرے۔ اب کہیں جانے کا تو سوال ہی نہیں۔

تھوڑی دیر بعد پھر مجھے کہا گیا کہ آپ اپنے بچاؤ کا کیوں نہیں انتظام کرتے سخت خطرہ ہے اور فساد یقینی ہے۔ میں نے پھر مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب کو باخبر کیا جائے۔ جب مولوی صاحب کی خدمت میں دوبارہ عرض کیا تو پھر انہوں نے فرمایا کہ:

''اچھا شاہ صاحب جو کچھ خدا کرے'' اسی دوران تیسری بار مجھے مخبر نے باخبر کیا اور تیسری بار بھی میں نے جب مولوی صاحب کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو مولوی صاحب کے منہ سے بے اختیار وہی فقرہ نکلا کہ:

''اچھا شاہ صاحب اب جو کچھ خدا کرے۔''

اسی دوران جب مولوی غلام غوث صاحب میدان میں واپس آئے تو ان کے تمام ساتھی لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھے اور صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ لوگ کشت وخون کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ بحث مباحثہ کے لئے نہیں۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اپنی زندگی کی منتشر یادوں کے عنوان سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

''غیر احمدی مولوی ہجوم کو لے کر مقام مناظرہ کی طرف آ رہے تھے تو ان کے اطوار صاف بتا رہے تھے کہ وہ لوگ مناظرہ کے لئے نہیں بلکہ مقاتلہ کے لئے آ رہے ہیں۔ محترم سید عبدالرحیم شاہ صاحب نے خطرہ کو بھانپ کر پھر توجہ دلائی۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ ان کے کہنے پر بھی میرا وہی جواب تھا۔ ہاں ہم نے اتنی احتیاط ضرور کر لی تھی کہ مناظرہ کی کتب جو پہلے پھیلا کر میز پر رکھی ہوئی تھیں انہیں محفوظ کر لیا تھا۔ اس وقت موت یقینی نظر آ رہی تھی۔ میرے ہاتھ میں اس وقت بھیرہ کی بنی ہوئی بید کی خوبصورت چھڑی تھی جو مجھے اپنے بزرگوار حضرت مولوی محمد عبداللہ بوتالوی رضی اللہ عنہ کی طرف سے میری شادی کے موقع پر ملی تھی۔ میرے دل میں اس وقت یہ حسرت تھی کہ دفاع کا کوئی انتظام نہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہم سب تیار بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو پیش آئے ہم اسے برداشت کریں گے۔'' (الفرقان جنوری ۱۹۷۱ء صفحہ ۵۴)

اس کے بعد پھر گفتگو شروع ہوئی۔ مولوی غلام غوث نے کہا پہلی تقریر میری ہوگی۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے فرمایا کہ پہلی تقریر مدعی کی ہوتی ہے۔ اس سے مولوی صاحب کی دلی خواہش یہ تھی کہ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کم از کم ایک ہی تقریر ہو کر اتمام حجت ہو جائے۔ بعد میں جو ہو سو ہو لیکن اس بات کو کسی نے بھی نہ مانا اور شور وشر اور نعرہ بازی شروع ہو گئی۔ میرے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب نے کہا تالی بجاؤ مرزائی ہار گئے۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے فرمایا شاہ صاحب آپ اس قدر ناانصافی نہ کریں۔ کب مناظرہ ہوا اور کب ہم

ہارے۔ اتنے میں ایک شخص بڑا سونٹا لئے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے مولوی صاحب پر وار کرنے کے لئے آگے بڑھا اور مولوی صاحب پر وار کرنے کے لئے سونٹا اٹھایا۔ اسی لمحے میں اس کے ساتھ لپٹ گیا اور مولوی صاحب کی بجائے مجھے چوٹ آئی۔ یہاں پر قریب ہی میرے دوست سردار محمد اکرم خان صاحب کا ایک مکان تھا۔ جہاں پر دوستوں کے لئے انہوں نے چائے وغیرہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔

اکرم خان صاحب حضرت مولوی صاحب اور دیگر احمدی دوستوں کو جلدی سے کھینچ کر اس مکان میں لے گئے۔ مجھ سے چونکہ ابھی ہاتھا پائی ہو رہی تھی۔ میں وہاں ہی رہا۔ اس دوران ایک اور آدمی نے مجھ پر کچھ وار کئے۔ اتنے میں میرے چچا سخی شاہ صاحب کے لڑکے سید افسر علی شاہ نے میرے ماتھے سے خون بہتا ہوا دیکھ لیا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی غیرت کو جوش دیا اور اس نے بلند آواز سے پھگلہ والوں کو پکارا اور کہا کہ دادا مار دیا گیا (مجھے بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے سب عزیز دادا کہتے تھے) پھگلہ کے نوجوانوں کو اس وقت خدا تعالیٰ نے ایسا کرنٹ لگایا کہ مخالفوں پر آناً فاناً ٹوٹ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے کسی کو کھڈ میں گرایا ہوا تھا تو کسی کو گڑھے میں دبوچ کر مار رہے تھے۔ ہر طرف آہ و بکا تھی اور نالہ وشیون۔ چند ہی منٹوں میں میدان بالکل صاف ہو گیا۔ صرف ہم احمدی ہی کھڑے رہ گئے۔ مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی کا پتہ نہ لگا کہ کہاں گئے ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا مولوی نظر آیا۔ یہ ایک تجلیٔ قدرت تھی جو ہم عاجز و بیکس بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔ ابھی ہم کھڑے شانِ خداوندی کی ثنا کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک خالی موٹر آ گئی اور اس میں حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب اور مانسہرہ کے دوستوں کو بٹھا کر مانسہرہ روانہ کر دیا گیا۔ اب میرے ساتھ بالاکوٹ کے احمدی دوست باقی رہ گئے تھے۔ میں ان کو لے کر پھگلہ آ گیا۔ میرے چچا صاحب جو کہ انتہائی سیاسی آدمی تھے۔ انہوں نے رات کو پھر مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوئی پیش نہ چلی اور جو آدمی میرے ہراساں کرنے کے لئے بھجوائے تھے۔ وہ ناکام و نامراد واپس چلے گئے۔ اُدھر مونگن وغیرہ کے

مخالفین نے عدالتی کارروائی کرنا چاہی لیکن ان کے ایک سمجھدار لیڈر نے انہیں روک دیا اور کہا کہ اس کیس میں تم خود پھنستے ہو تم کو وہاں جلسہ میں جانے کی کس نے دعوت دی تھی اور تم وہاں گئے کیوں تھے؟ اس طرح انہوں نے بھی کوئی کارروائی نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں دشمن کے ہر ایک شر سے محفوظ رکھا۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

(درثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مجھے اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے۔ اگر اُن کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہ ہوگا۔ جو اس کی فوج ان گواہوں سے زیادہ ہو۔ تاہم اس زمین پر کیسے کیسے گناہ صادر ہو رہے ہیں کہ ان نشانوں کی بھی لوگ تکذیب کر رہے ہیں۔ آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی۔ سبحان اللہ۔'' (اعجاز احمدی صفحہ ۲)

چچا کا پتھر سے حملہ

انگریزوں کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمارے علاقہ میں چوری اور ڈاکے کے پے در پے کئی واقعات ہوئے۔ جن میں بعض سید بھی چوروں کے ساتھ پکڑے گئے اور ایک ڈاکہ کے دوران ایک سید مارا بھی گیا۔ ایک دن میں اور میرے بڑے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب کسی کام کے سلسلہ میں ایس پی صاحب کو ملنے گئے۔ اس نے باتوں باتوں میں چوریوں کا ذکر کرتے ہوئے تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ ہر واردات میں کوئی نہ کوئی سید ملوث ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے اور

اگر ایسا ہی ہوتا رہا تو انگریز تو سیدوں کو جرائم پیشہ قرار دے دیں گے۔ مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ سید قوم کس حد تک بداعمال ہو چکی ہے۔ اس کے بعد دوسرے دن ہی ہم اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ مذہبی گفتگو شروع تھی۔ ساتھ کچھ سیدوں کی چوریوں کا ذکر بھی آ گیا۔ اتنے میں میرے چھوٹے چچا بھی آ گئے۔ انھوں نے بھی اس گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اب گفتگو امام مہدی کی آمد اور شناخت پر ہونے لگی۔ میرے چچا صاحب نے فرمایا امام مہدی سید ہوگا۔ خیر اس وقت جو کچھ میرے ذہن میں آیا میں نے اس کا جواب دیا لیکن آپ سمجھے کہ شاید یہ مجھ پر طنز کر رہا ہے۔ اس لئے آپ میرا جواب سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور یکدم اٹھے اور ایک بڑا پتھر اٹھا کر مجھے دے مارا لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ میں اسی لمحے ایک ستون کے پیچھے ہو گیا اور پتھر عین میرے سر کے سامنے ستون پر لگا اور ستون میں گہرا نشان پڑ گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے چچا صاحب کے اس خطرناک حملہ سے مجھے بال بال بچا لیا۔ اتنے میں لوگ درمیان میں آ گئے اور چچا صاحب کو پکڑ لیا اور لعنت ملامت کر کے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ بچاتا تو آپ نے بھتیجے کو موت کے گھاٹ ہی اتار دیا تھا۔

بڑے چچا کا بائیکاٹ اور خدائی نصرت

میرے بڑے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب کو میری احمدیت سے وابستگی کسی صورت بھی پسند نہ تھی۔ اس لئے شروع ہی سے آپ میری مخالفت پر کمربستہ رہے لیکن مجھ سے علیحدہ بھی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ سیاسی آدمی تھے۔ میرا حکمت کے پیشے کی وجہ سے لوگوں پر کافی اثر تھا اور ان کے کاموں میں بھی ان کی مدد کرتا تھا۔ ان کے لئے ہر لحاظ سے نافع وجود تھا لیکن وہ یہ کوشش ضرور کرتے رہتے تھے کہ یہ کسی طرح احمدیت سے باز آ جائے۔ چنانچہ جب بھی میرا کسی مولوی کے ساتھ مناظرہ ہوتا آپ اپنے مولوی کو احمدیت کے روشن دلائل سے لاجواب ہوتا دیکھتے تو ہمیشہ حقیقت کو گول مول کر کے فیصلہ اپنے حق میں فرما دیتے اور بعد میں اپنے مولوی پر احسان جتلاتے ہوئے آہستگی سے اس کے کان میں کہتے کہ اس مرزائی نے تو تم کو سخت لاجواب کر دیا تھا۔ میں

نے اس سے تمہاری جان چھڑائی ہے اور اس طرح وہ مولوی آپ کا ممنونِ احسان ہو کر آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتا۔

ایک دفعہ آپ نے مجھے احمدیت سے چھڑانے کے لئے ایک نیا حربہ استعمال کیا کہ انہوں نے خود بھی اور تمام گاؤں والوں سے بھی میرا بائیکاٹ کرا دیا لیکن احمدیت کے چراغ کی روشنی جو اللہ تعالیٰ نے میرے دِل میں بھر دی تھی، ایسے بائیکاٹوں سے کب ماند پڑ سکتی تھی۔ میں نے جرأت کے ساتھ بائیکاٹ کا چیلنج قبول کر لیا۔ کیونکہ احمدیت بہر حال مقدم تھی اور میں اس راہ میں عزیز و اقارب عزت و جاہ مال و دولت پر لحظہ قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر لوگ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ چچا صاحب کے اس بائیکاٹ سے ان پر بہت بُرا اثر ہوا۔ بعض لوگ ان سے بدظن ہو گئے۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ لوگوں کی چچا صاحب کے پاس جنگل کے مالکانہ کی بہت سی رقوم باقی تھیں جن کا حساب میرے پاس ہوتا تھا۔ اب لوگوں نے ہماری خفگی کے پیشِ نظر ان رقموں کا مطالبہ شروع کر دیا۔ چچا صاحب سے بار بار کے مطالبہ کے باوجود لوگوں کو رقوم نہ مل سکیں۔ اس لئے تمام لوگوں نے چچا صاحب کا بائیکاٹ کر دیا اور تمام لوگ آپ سے الگ ہو گئے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے میری نصرت و مدد فرمائی اور جو بائیکاٹ چچا صاحب نے میرے خلاف کیا تھا وہ خود ان کے گلے پڑ گیا اور چار پانچ ماہ کے بعد سخت نادم اور پریشان ہوئے اور اس طرح سب گاؤں والوں کی صلح کرائی۔ **الحمدللہ علٰی ذالک۔**

بادلوں کا چوتھے آسمان سے برسنے کا عقیدہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے قبل مولویوں نے اپنی کم علمی کی وجہ سے طرح طرح کے خلافِ عقل عقائد اختیار کئے ہوئے تھے۔ جن کی وجہ سے اسلام کے دشمنوں کو خوامخواہ ہنسی کا موقع ملتا تھا۔ مثلاً یہ عقیدہ کہ بادل چوتھے آسمان سے فرشتہ بارش برساتا ہے یا یہ عقیدہ کہ دریائے نیل چاند سے نکلتا ہے۔ ہاروت و ماروت دو فرشتوں کا غلط کام کی پاداش میں بابل کے

کنویں میں ابھی تک اُلٹا لٹکا ہونا۔اسی طرح سمندر میں بیل اور بیل کے سینگوں پر زمین کا کھڑی ہونا۔قرآن کے ناسخ ومنسوخ کے عقائد، حیات مسیح کا عقیدہ کہ دو ہزار سال سے بجسد عنصری آسمان پر بیٹھا ہے۔غرضیکہ اُس زمانہ میں اس قسم کے بے شمار جاہلانہ عقائد دلوں میں راسخ تھے۔ جن کے خلاف قدم قدم پر احمدیوں کو جہاد کرنا پڑتا تھا۔آج ان فرسودہ عقائد کو دوہرانا مولوی اپنی شرمندگی سمجھتے ہیں اور احمدیوں نے قرآن شریف سے اتنے بیّن ثبوت پیش کئے ہیں کہ اب مولوی حیات مسیح کے عقیدہ کے قریب بھی نہیں آتے۔

۱۹۲۶ء کا ذکر ہے کہ مجھے موضع دیولی میں ایک عزیز کے علاج کے لئے جانا پڑا۔احمدی ہونے کے بعد کئی دفعہ یہاں کے رشتہ داروں کو پیغام حق پہنچانے کا موقع ملا تھا۔اس دفعہ کی تبلیغ کے دوران بادلوں کے چوتھے آسمان سے برسنے پر ایک مولوی سے بحث کرنی پڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی لیکن وہ کسی صورت بھی حق بات کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوا اور یہی کہتا رہا کہ یہ اسلامی عقیدہ ہے اور اس سے روگردانی کفر ہے۔

خیر اس جہالت اور ڈھٹائی کا کیا جواب ہوسکتا تھا۔میں بھی خاموش ہوگیا۔اگلے دن میرا اور میرے چند عزیزوں کا شکار کرنے اور جڑی بوٹیوں کو لانے کے لئے گاؤں سے اوپر بلند پہاڑیوں پر جانا ہوا۔ جہاں پر ہم دو تین دن ٹھہرے جس روز ہماری واپسی تھی۔ہم ایک اونچی پہاڑی پر بیٹھے ہوئے اس علاقہ کے خوشنما مناظر سے لطف اندوز ہورہے تھے کہ اتنے میں ہمارے سامنے نیچے بادل چھاگئے اور کافی دیر تک چھائے رہے لیکن ہم وہاں پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے دھوپ سینکتے رہتے۔جب ہم واپسی کے لئے پہاڑیوں سے نیچے اترے تو نیچے آکر ہمیں معلوم ہوا کہ یہاں پر تو موسلا دھار بارش ہوچکی ہے۔میں نے گاؤں کے لوگوں کو اس خدائی تائید سے اس غلط عقیدہ کی طرف توجہ دلائی اور اپنے ساتھیوں کو گواہی میں پیش کیا۔جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مولوی کو سخت شرمندگی ہوئی اور لوگوں کو بارش کی اصل حقیقت کا پتہ چل گیا۔الحمدللہ علٰی ذالک۔

جلسہ سیرت النبیؐ کے دوران ہنگامہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جب کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع ہوئی تو مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ایک جوشیلے مسلمان نے اس کتاب کے مصنف کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس پر ملک میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ جس کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ تحریک فرمائی کہ ہر جگہ سیرت النبیؐ کے جلسے کئے جائیں اور آنحضرت صلی اللہ عیہ وسلم کی سیرت اور اخلاق فاضلہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا جاوے کیونکہ آپ کے بارہ میں جو بہتان طرازی کی جاتی ہے، وہ عام طور پر عدم واقفیت کی بناء پر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کے ماتحت ہم نے بھی پھگلہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسے کا پروگرام بنایا۔ مغرب کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ تھوڑی دیر بعد میرے چچا سید عبدالحمید شاہ صاحب اُدھر سے گذرے اور تقریر کی آواز سن کر کسی سے پوچھا کہ مسجد میں کون آیا ہوا ہے کسی نے بتایا کہ مرزائیوں کا جلسہ ہے اور آپ کا بھتیجا تقریر کر رہا ہے۔ اس پر آپ غصہ میں ہمیں سخت سست کہتے ہوئے چلے گئے۔ ان کی یہ باتیں سن کر چچا سخی شاہ حیات علی شاہ اور ان کے کئی دوست ہم پر حملہ آور ہو گئے اور ہمیں گالی گلوچ کے بعد مارنا شروع کر دیا۔ احمدی دوستوں میں سے عبدالرحیم صاحب اور فقیر محمد صاحب کو بھی خاصی چوٹیں آئیں۔ جلسہ درہم برہم ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مجھے ان کے اس جاہلانہ رویہ اور ظالمانہ فعل پر بڑا ہی دُکھ ہوا کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسہ میں جہاں رحمۃ للعالمین کی رحمت، محبت وشفقت کا تذکرہ ہو رہا تھا، ہمیں اس طرح ظلم کا نشانہ بنایا گیا اور پھر یہ ظالمانہ کارروائی کرنے والے وہ لوگ تھے جو اپنے آپکو آلِ رسولؐ کہتے ہیں۔

بہرکیف اپنے ساتھیوں کی تکلیف کی وجہ سے مجھے رات بھر نیند نہ آئی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی میں نے مانسہرہ جا کر ان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ کافی عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا اور ہمیں بعض تاریخوں پر کافی دور دور تک پیدل بھی جانا پڑا۔ آخر کار اس مقدمہ میں میرے بزرگوں نے

میری منت سماجت کی کہ تم اس مقدمہ سے دستبردار ہوجاؤ اور چچا عبدالحمید شاہ صاحب نے بھی مجھے مجبور کیا۔ چنانچہ میرا مخالفین کے ساتھ راضی نامہ ہوگیا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی اور دشمنوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ [1]

ایک پٹواری کی مخالفت اور اس کا انجام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہزار ہا نشان دکھائے اور انشاء اللہ قیامت تک دکھاتا چلا جائے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں کے لئے بھی ایسے نشان دکھائے کہ ان سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ہمارے حلقہ میں بالاکوٹ کا ایک پٹواری آ گیا جو کہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شدید مخالف تھا اور سخت ہی گندہ ذہن اور بد باطن آدمی تھا۔ میری احمدیت کا جب اس کو علم ہوا تو اس نے میری شدید مخالفت شروع کر دی۔ محکمانہ طور پر بھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور ویسے بھی میری مخالفت کرتا رہا۔ میں نے اس کو اس کام سے ہر ممکن طریقے سے منع کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ڈاکٹر ڈوئی کی فطرت کا متکبر انسان تھا، کب باز آ سکتا تھا۔ اپنی شرارتوں اور ڈینگوں میں اور بھی بڑھتا چلا گیا۔ آخر اس بد بخت سے تنگ آ کر مجھے اپنے رَب کے حضور ہی سر بسجود ہونا پڑا اور اللہ تعالیٰ سے ہی اس شریر النفس انسان سے نجات دہی کے لئے التجا کی۔ دُعا کرتے ہوئے ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو بڑے ہی جلالی رنگ میں فرمایا: سَأُرِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ [2]

سو یاد رکھو میں تم کو اپنے نشان دکھاؤں گا۔ پس تم جلد بازی سے کام نہ لو۔

چنانچہ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اس بد بخت کو اپنی گرفت میں لے لیا اور

---

[1] سورۃ الأنبیاء: 38

[2] سورۃ الأنبیاء: 38

سورۃ الحشر: 3

اس نے مسیح محمدی کی عظیم الشان پیشگوئی اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَاد اِھَانَتِکَ کے مطابق فوری عذاب میں گرفتار کرلیا۔ ہوا یوں کہ پہلے تو اس بدبخت کو پھگلہ سے فوراً تبدیل ہو کر کسی دوسرے حلقہ میں جانا پڑا۔ پھر وہ جلد ہی ٹی. بی کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس مرض کا اس پر ایسا شدید حملہ ہوا کہ دوسرے ماہ ہی جب میں سڑک کے کنارے اپنی دوکانوں میں کھڑا تھا، تو گاڑی میں ایک لاش آئی۔ جب گاڑی والوں سے پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ یہ اسی بدبخت کی لاش ہے جو چند روز پہلے نہایت بے حیائی اور تکبر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گند اچھالا کرتا تھا فَاعْتَبِرُوا یَا أُولِی الْأَبْصَارِ ☼

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں۔ خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔۔۔ دعا سے بڑھ کر اَور کوئی ہتھیار نہیں۔

(ذکر حبیب مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۱۷۹)

حضرت والد ماجد صاحب کی سیرت کے چند نمایاں پہلو

صوم وصلوٰۃ کی پابندی

الصلوٰۃ معراج المؤمن کے مطابق مومن کے لئے پہلی چیز نماز روزہ کی پابندی ہے اور تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو نماز کی تلقین کرتے آئے ہیں۔ حضرت والد ماجد ہمیشہ نماز باجماعت کی پابندی فرماتے تھے۔ جمعہ اور عیدین کا بھی گاؤں میں ہی اہتمام فرماتے اس کے علاوہ نوافل اور چاشت کی نماز بھی باقاعدگی سے ادا فرماتے۔ تہجد بھی باقاعدہ پڑھا کرتے۔ ہمارے علاقہ میں سردیوں میں کافی سردی پڑتی ہے اور کبھی برف باری بھی ہوتی ہے اور یخ بستہ ہوائیں چلتی ہیں لیکن یہ سخت سردی بھی آپ کی تہجد گذاری میں کبھی مانع نہیں ہوسکی۔ سحری کے وقت آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ سردیوں میں پچھلی رات کو اٹھتے آگ جلاتے اور ساتھ ہی انگیٹھی پر پانی بھی رکھ دیتے تھے۔ آگ کے قریب ہی آپ کی جائے نماز بچھی ہوتی تھی۔ آپ نماز تہجد ادا کرتے اور صبح سویرے سب گھر والوں کو جگاتے۔ ہر ایک کو گرم پانی مہیا فرماتے اور ساتھ مسجد میں لے جا کر نماز باجماعت ادا فرماتے۔ آپ صبح کی نماز میں بہت لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح دیر سے آنے والے بھی نماز میں شامل ہوجایا کرتے تھے اور اس کے بعد قرآن شریف کا درس تفسیر کبیر سے ہوتا۔ مغرب کو کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درس دیا جاتا۔ یہ درس باری باری بچوں سے بھی پڑھایا کرتے تھے۔ اس طرح نماز باجماعت کی آپ اکثر نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں آپ برادرم سید سخاوت شاہ صاحب مقیم کراچی کو لکھتے ہیں:

”آپ سب کو منظم کر کے باجماعت نماز ادا کیا کریں۔ صبح اور مغرب عشاء کی نمازیں تو التزام سے باجماعت ادا کیا کریں۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے“۔

دینی غیرت

چونکہ آپ کو احمدیت سے والہانہ محبت تھی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جب کسی دریدہ دہن نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف زبان درازی کی تو آپ سے جیسے بھی بن آیا سمجھا کر یا سختی سے اس کو خاموش کرا کے چین لیا۔ ہماری مسجد غیر احمدیوں کی مسجد کے بالکل قریب تھی۔ ایک دفعہ ایک مولوی نے خطبہ جمعہ میں ہمیں سنا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں سخت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تو آپ نے بھی خطبہ جمعہ میں علماء سو کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے علاوہ ان کی خلاف شریعت حرکات پر ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر سمجھنے پر ایک زوردار تقریر فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں بفضلہٖ تعالیٰ وہ مولوی زبان درازی سے باز آ گیا۔

مرکز سے وابستگی

آپ کو مرکزِ سلسلہ اور اس کے مکینوں سے بھی بے حد اُنس تھا۔ جب کبھی بھی کوئی احمدی ربوہ سے گاؤں آتا، آپ نماز کے وقت امامت کے لئے اس کو آگے کھڑا کرتے۔ کئی دفعہ بعض نوجوان آپ کی بزرگی کے پیش نظر آپ کو امامت کے لئے اصرار کرتے لیکن آپ مرکز کے تقدس کی خاطر اس نوجوان ہی کو پیش امام بننے پر مجبور کر دیتے تھے۔ مرکز سے تعلق و اُنس کا اظہار آپ اپنے خطوط میں بھی کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں آپ اخویم لقمان شاہ کو تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا خط محررہ ۲۰ ماہ حال باعث خوشی و اطمینان ہوا۔ الحمدللہ کہ حضرت اقدس سے بھی ملاقات ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کو اس بابرکت شہر کے فیضان سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ صحت کا خیال رکھتے ہوئے تعلیم حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں اور اپنی دعاؤں میں وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا اور رَبَّنَا آتِنَا مِن

لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا کا ورد رکھیں۔''

خدا حافظ

عبدالرحیم شاہ عفی عنہ

(۱۶رمئی ۱۹۵۸ء)

ایک اور خط میں آپ اخویم لقمان شاہ کو تحریر فرماتے ہیں:

''عدیم الفرصتی کے باعث ان عزیز کو خط لکھنے میں دیر ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے کو دکھ درد میں اہل ربوہ پوری نگہداشت کرینگے۔ تیسری وجہ جس کے باعث ہم زیادہ بے فکر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ ربوہ میں داخل کرنے کی بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ میں نے بھی جس وقت سے آپ کو ربوہ روانہ کیا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بہتر نگہبان اور محافظ کوئی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطاء فرمائے کہ اس کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ جذب کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے علوم ظاہری و باطنی سے حصہ وافر عطاء فرمائے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے۔ نماز کو قائم کرنے کی پوری کوشش کریں اور قرآن شریف اور حدیث شریف کے درس میں شوق سے شامل ہو کر سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کیا کریں۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا کی دعا بھی پڑھتے رہا کریں۔ گھر بار کے غم و فکر پس پشت ڈال دیں اور اپنی تعلیم کا زیادہ سے زیادہ فکر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ واللہ خیراً حافظاً۔''

خاکسار

(عبدالرحیم شاہ عفی عنہ ۲۰رنومبر ۱۹۵۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی پھگلہ میں تشریف آوری

حضرت والد صاحب کی یہ دیرینہ خواہش اور تڑپ تھی کہ اگر کبھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کشمیر جاتے ہوئے اس راستے سے گزریں یا ایبٹ آباد آئیں تو حضورؓ کی خدمت میں پھگلہ آنے کے لئے درخواست کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش اس طرح پوری فرمائی کہ حضورؓ ۱۹۵۶ء میں مری سے واپس آ کر چند روز کے لئے ایبٹ آباد میں قیام فرما ہوئے۔ اس دوران ایک دن پیر محمد زمان شاہ صاحب ایڈووکیٹ، برادر سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کی طرف سے آپؓ کو چائے کی دعوت دی گئی جو حضورؓ نے قبول فرمائی۔ جب حضورؓ مانسہرہ تشریف لائے تو حضرت والد صاحب بھی چند غیر احمدی دوستوں کے ہمراہ پارٹی میں حاضر تھے۔ وہاں معلوم ہوا کہ حضورؓ بروز جمعرات حضرت سید احمد صاحب شہید بریلویؒ کے مزار پر دُعا کرنے کیلئے بالاکوٹ تشریف لے جا رہے ہیں۔ چونکہ راستے میں اسی سڑک پر ہمارا گاؤں واقع ہے۔ حضرت والد صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور آپ نے حضرت صاحبؓ کی خدمت میں عرض کی کہ حضورؓ بالاکوٹ جاتے ہوئے پھگلہ میں ہماری طرف سے چائے کی دعوت قبول فرمائیں۔ حضورؓ نے ازراہِ شفقت دعوت منظور فرمائی اور فرمایا کہ بالاکوٹ سے واپسی پر پھگلہ آئیں گے۔ ادھر ہم نے فوراً تیاری شروع کر دی۔ کیونکہ اگلے ہی دن حضورؓ نے بالاکوٹ جانا تھا۔ پکی سڑک سے ہٹ کر ہمارے گاؤں تک کوئی دو تین فرلانگ کچی سڑک ہے۔ اس کو مرمت کیا اور جگہ جگہ چونے کا چھڑکاؤ کیا اور جا بجا اھلاً و سھلاً و مرحبا کے کلمات تحریر کئے۔ اس طرح ایک ہی دن میں تمام تیاری مکمل کر لی۔ اگلے روز بروز جمعرات ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء اخویم محمد بشیر شاہ موٹر لے کر مانسہرہ گئے اور وہاں سے حضورؓ کے ساتھ بطور خادم قافلہ بالاکوٹ کے سفر میں

شریک ہوئے۔ بالاکوٹ میں حضور نے شہید سید احمد صاحب بریلوی کے مزار پر پُرسوز دعا کرائی۔ چونکہ پہلے مزار کی حالت اچھی نہ تھی اور مزار گرا ہوا تھا۔ قاضی محمد یوسف صاحب پشاور والے صحابی احمدیؓ نے کتبہ اور قبر کی تعمیر کروائی۔ یہاں سے واپسی پر محمد زمان خان صاحب آف پوڑی (پرانے مخلص احمدی) کی درخواست پر کچھ دیر کے لئے حضورؓ نے ان کے گھر جانا بھی منظور فرمایا۔ محمد زمان خان صاحب کا مکان پکی سڑک سے ذرا بلندی پر واقع ہے اور قدرے اونچائی کا پہاڑی راستہ ہے۔ حضورؓ کار سے اتر کر مکان کی طرف روانہ ہوئے تو میاں غلام محمد صاحب اختر نے آواز دی کہ کوئی پہاڑی آدمی حضورؓ کو کندھا دیں اس طرح برادرم بشیر شاہ آگے بڑھے تو حضورؓ نے ان کے کندھے پر سہارا لیتے ہوئے محمد زمان خان کے مکان میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے شہد، اخروٹ اور پنیر پیش کئے۔ اس کے بعد وہاں سے حضورؓ پھگلہ کے لئے روانہ ہوئے اور گیارہ بجے حضورؓ پھگلہ تشریف لے آئے۔ یہاں پر ہم نے چچا صاحب کے وسیع مہمان خانہ میں انتظام کیا ہوا تھا اور بہت سے معززین کو بلایا ہوا تھا۔ حضورؓ کا سب نے نہایت پُرتپاک استقبال کیا۔ یہاں پر حضورؓ نے تقریباً ایک گھنٹہ قیام فرمایا اور مختلف موضوعات پر انتہائی دلچسپ اور رُوح پرور گفتگو فرماتے رہے۔

چائے کے دوران حضورؓ نے ہماری مکی کی روٹی بہت پسند فرمائی جو کہ مہمانوں کے لئے خاص طریقہ سے بنائی جاتی ہے۔ حضورؓ پھگلہ کے محل وقوع اور خوبصورتی سے بھی بہت خوش ہوئے۔ آپؓ نے فرمایا:

''یہ جگہ تو کُلّو وادی کی طرح ہے۔''

(''کُلّو'' انڈیا میں ایک خوبصورت وادی ہے)

حضورؓ اس مختصر قیام کے بعد ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضورؓ کے اس سفر میں خواتین مبارکہ بھی شامل تھیں جنہوں نے ہمارے غریب خانہ میں قیام فرمایا۔

اس طرح حضرت والد صاحب کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور آپ اس انعامِ خداوندی سے بہت خوش ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ عظیم بابرکت خلیفہ کو ہمارے ہاں لایا اور ہمارے لئے انتہائی برکتوں اور افضال کا ذریعہ بنایا۔ **الحمدللہ علٰی ذٰالک۔**

صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ کا تعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

اس بنا پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ سے آپ کا نہایت محبت کا تعلق تھا۔ جب بھی آپ ربوہ آتے یا جلسہ سالانہ پر تشریف لے جاتے تو ساتھ بزرگان سلسلہ کے لئے اپنے باغ کے اخروٹ اور شہد وغیرہ بھی لے جاتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ سے خود بھی ملاقاتیں کرتے اور اپنے بچوں اور غیر احمدی دوستوں کی بھی ملاقاتیں کراتے۔ اس طرح آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ بزرگان سلسلہ سے مستفیض ہوتے۔ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب ترمذی تھے۔ ہمارا تعلق بھی ترمذی خاندان سے ہے جس کی وجہ سے حضرت حافظ صاحب رضی اللہ عنہ ہمارے خاندان کے ساتھ خاص پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت والد ماجد گرمیوں میں بزرگوں کو پھگلہ آنے کی دعوت بھی دیتے کیونکہ گرمیوں میں ہمارا علاقہ موسم کے لحاظ سے بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کئی بزرگ پھگلہ تشریف لاتے رہے اور اپنے انفاس قدسیہ سے ہمیں مستفیض فرماتے رہے۔ حضرت والد ماجد کی ہی عقیدت و محبت تھی جس کی وجہ سے ہمارے ہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

تعالیٰ بھی اور اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بھی خلافت سے قبل تشریف لا کر ہمارے لئے باعث برکت ہوئے۔ الحمدللہ علٰی ذالک۔

حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ کی پھگلہ میں آمد

والد صاحب بزرگوارم کو سلسلہ احمدیہ سے والہانہ عشق تھا اور دل میں تبلیغ کا جذبہ ہر وقت موجزن رہتا تھا اور پھر مہمان نوازی تو وراثت میں ملی ہوئی تھی۔ مہمانوں کی آمد سے انتہائی خوشی محسوس کرتے تھے۔ خاص طور پر احمدی مہمانوں اور مبلغوں کے لئے تو ہمہ تن منتظر رہتے تھے۔ سلسلہ سے گہرا ربطہ ہونے کی وجہ سے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی بڑی محبت تھی۔ جو بھی ملتا اس کو گرمیوں میں پھگلہ آنے کی دعوت دیتے تھی۔ کیونکہ گرمیوں کے موسم کے لحاظ سے ہماری جگہ نہایت پُرفضا ہے۔ برادرم بشیر شاہ صاحب کا چونکہ تجارت کے سلسلہ میں کراچی آنا جانا ہوتا تھا۔ وہاں پر مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ کے لڑکوں سے بھی ان کا تعلق ہو گیا اور حضرت مولوی صاحب سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ انہی دنوں اخی المکرم نے ایک ملاقات کے دوران حضرت مولوی صاحب کو پھگلہ تشریف لانے کی دعوت دی اور حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کبھی کسی وقت انشاء اللہ آؤں گا۔ کئی سال کے بعد آپ کسی کام کے سلسلہ میں راولپنڈی تشریف لائے۔ اس لئے جب آپ راولپنڈی تشریف لائے اور چونکہ آپ کے ذہن میں پھگلہ جانے کا پروگرام بھی تھا اس لئے آپ راولپنڈی سے ۴؍مئی ۱۹۶۸ء کو ایک مخلص دوست منور احمد صاحب کی کار میں رات عشا کے وقت پھگلہ تشریف لائے۔ ہمیں آپ کی اس اچانک آمد پر انتہائی خوشی ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لائے۔ پھر آپ مہمان خانہ میں تشریف لے گئے۔ رات گیارہ بجے تک انتہائی روح پرور مجلس قائم رہی۔ سحری کے وقت مولوی صاحب جب تہجد پڑھنے لگے وہ بھی عجیب دیکھنے والا منظر تھا جیسا کہ آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ گفتگو فرما رہے ہوں۔

عجیب سوز و گداز تھا۔ مولوی صاحب کے نوافل کا یہ نظارہ سب گھر والوں کو جگا کر دکھایا گیا۔ لاریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے کہ:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(درثمین)

صبح کو مولوی صاحب کے اعزاز میں گاؤں کے چیدہ چیدہ رشتہ داروں کو چائے پر مدعو کیا گیا۔ ہمارے چچا زاد اور خالہ زاد بھی سب شریک ہوئے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے خالہ زادوں میں سے حاجی محرم شاہ کو ایک جلد تجلیٔ قدرت کی تحفۃً پیش کی۔ ایک جلد چچا افسر علی شاہ کو دی۔ ایک جلد پیر افضل شاہ کو دی اور ایک جلد ہمیں اپنے دستخط ثبت فرما کر عنایت فرمائی۔

حضرت والد صاحب بزرگوار کو حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ کی آمد سے انتہائی خوشی ہوئی۔ آپ کو چند روز پہلے رویاء میں دکھایا گیا تھا کہ ہمارے گھر میں صدر ایوب آئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ کی آمد پر ہم نے خواب کی یہی تعبیر سمجھی کہ روحانی لحاظ سے آپ ہی عزت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

حضرت مولوی صاحبؓ کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے بعض نشان بھی دکھائے۔ مثلاً ہمارے گاؤں کے ایک مخالف اور متعصب شخص نے مجلس میں مولوی صاحب کی آمد کے متعلق کوئی بُری بات کہی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی دن اس کو ذلیل اور رسوا کیا۔ اس کا ایک لڑکا بڑا سی کیمپ میں بدفعلی کرتے ہوئے پکڑا گیا اور وہاں فوجیوں نے اسے مار مار کر ادھ موا کیا۔ دوسرا نشان یہ ظاہر ہوا کہ ہمارے ایک چچا صاحب سے والد صاحب کی خاص محبت تھی لیکن وہ دین سے کچھ بے رغبت تھے۔ ان کو بھی مولوی صاحب کے ساتھ صبح کی چائے میں بلانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہ آئے۔ بعد میں والد صاحب نے ان کو کہا کہ مولوی صاحب بہت بڑے بزرگ ہیں، آپ چائے میں آجاتے تو کچھ روحانی فائدہ ہوتا۔ انہوں نے جواب میں کچھ نازیبا الفاظ کہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح سزا دی کہ مولوی صاحب کے جانے کے بعد اسی رات بارہ بجے کے قریب ان کا بڑا لڑکا ہمارے ایک خالہ زاد کے مہمان خانہ میں چلا گیا۔ وہاں پر خالو کا لڑکا اور ان کا ایک عزیز سوئے ہوئے تھے۔ وہ اچانک اٹھے تو انہوں نے بوکھلا کر اس پر چاقوؤں سے کئی وار کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ چنانچہ وہ کئی دن موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور بڑی مشکل سے صحتیاب ہوا۔ اس کی والدہ نے جو نہایت مذہبی اور دیندار خاتون تھیں، اس بات کو تسلیم کیا کہ میرے میاں کی مولوی صاحب کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور مذاق کے نتیجہ میں ہمیں یہ سزا ملی ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ*

* سورۃ الحشر: 2

محترم والد صاحب کے بعض اوصاف حمیدہ

اصحابی کالنجوم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اصحابی کالنجوم کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ مکرم حضرت والد ماجد کی جب کبھی اخباروں میں فلمی اشتہاروں پر نظر پڑتی اور دیکھتے کہ فلمی ایکٹروں کے ناموں کے ساتھ ستارے لکھا ہوا ہے۔تو آپ کو سخت کوفت ہوتی اور کہتے دیکھو کہ یہ مسلمان قوم ہے جس کے ستارے اب فلمی ایکٹر اور گانے بجانے والے ہیں۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مسلمان قوم کے لئے ستارہ کی مثال دی تھی۔ اسلام اور صحابہ کے نمونہ کو مسلمانوں نے بھلا دیا ہے۔ مسلمان گمراہی میں بڑھ کر اس حد کو پہنچ گئے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ کوئی مولوی ان فلموں، فلمی ستاروں، گانے بجانے اور ان لغو کاموں کی مخالفت میں منہ نہیں کھولتا اور نہ ہی اصحابی کالنجوم کے مقابل فلمی ستارے کو گستاخی رسول سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ رات دن ہر مسجد میں فرقہ بازی سیاست بازی اور تکفیر بازی کے لئے چنگھاڑا جاتا ہے اور فرماتے کہ جب ہی قرآن شریف میں آیا ہے کہ:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ

(سورۃ الزخرف : 58)

یعنی تیری قوم مثیل ابن مریم کے وقت تالیاں اور سیٹیاں بجانے والی ہوگی (اور یہی ابن مریم کی شناخت کا وقت ہے۔ جو پورا ہو گیا ہوا ہے۔)

قرآن مجید سے آپ کی گہری وابستگی

ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو قرآن مجید سے دلی لگاؤ تھا۔ آپ ہر وقت قرآن مجید کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ آپ نے لاہور میں تعلیم کے دوران قرآن مجید بعض علماء سے پڑھا تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تفسیر کبیر کا بھی بڑا گہرا مطالعہ کیا۔ قرآن مجید کا بیشتر حصہ آپ کو زبانی یاد تھا۔ آپ گفتگو کے دوران موقع محل کے مطابق قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی آیت ضرور پڑھا کرتے تھے ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں دو گروپوں کے درمیان راضی نامہ اور صلح کی کوئی تقریب تھی۔ جس میں مانسہرہ کے بعض معززین اور کچھ افسران بھی شامل تھے۔ اس دوران ایک افسر نے گاؤں کے ایک دیوبندی مولوی کو مخاطب کر کے صلح اور محبت پیار کے متعلق کوئی آیت پڑھ کر چند کلمات بیان کرنے کو کہا۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور کوئی برمحل آیت پیش نہ کر سکا۔ اس وقت والد صاحب بزرگوار اٹھے اور مختلف آیات قرآنیہ سے صلح جوئی کے متعلق وضاحت فرمائی۔ جس سے سب حاضرین پر آپ کی قرآن دانی کا بہت اثر ہوا۔ اسی طرح آپ قرآن مجید کے ذریعہ ہی مخالفین احمدیت کے اعتراضات کے بھی مضبوط جواب دے کر ان کو لاجواب کیا کرتے تھے۔

دعاؤں کی تلقین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو دعا کا ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے اور اس کو خدا تعالیٰ سے تعلق کا ایک بہت بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حضرت والد ماجد بھی اپنے دشمنوں دوستوں کے لئے دعائیں کرتے رہے جو کہ اکثر قبول ہوئیں۔ علاوہ ازیں آپ اپنے بچوں کو بھی دعائیں کرنے کی ہمیشہ نصیحت فرماتے رہے۔ چنانچہ خاکسار کو ربوہ طبیہ کالج کی تعلیم کے دوران اپنے خطوط میں دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

''ان دنوں قرآن شریف کا درس پورا سننے کی کوشش کریں اور رمضان کا

مہینہ دعاؤں میں گزاریں ان دنوں آپ اس طرح دعائیں کریں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں چلہ کیا تھا"

(۱۸؍جولائی ۱۹۶۸ء از پھگلہ)

الصیام

رمضان کے روزے تو ہر کوئی رکھتا ہے لیکن بعض لوگ تو فرضی روزہ کو بھی بڑا بوجھ اور چٹی سمجھتے ہیں۔ آپ رمضان کے بعد بھی متعدد روزے رکھتے خاص کر ہر ماہ کی بارہ تیرہ چودہ پندرہ تاریخ کو تو باقاعدہ روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے ایام بیض کے روزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ آپ روزوں کو قبولیت دعا کا خاص ذریعہ سمجھتے تھے اور قرآن شریف کی آیت:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ✷

تلاوت کر کے بیان کرتے کہ اس آیت کے ذریعہ اللہ کے مومن بندوں کی روحانیت اور روزہ سے قبولیت دعا کا خاص تعلق بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ روزہ دار کی دعائیں بہت قبول فرماتا ہے۔ آپ فرماتے کہ روزہ صحت کے لئے قطعاً مُضر نہیں ہے بلکہ روزہ کے بعد جسم میں قوت مدافعت زیادہ ہوجاتی ہے۔ آخری عمر میں ہم آپ کی صحت کے پیش نظر روزوں سے روکنے کی بہت کوشش کرتے تھے لیکن آپ روزہ ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کچھ نہ کچھ مشقت کا کام کرنے سے بھی نہ رکتے اور کہتے کہ کام کرنے ہی میں صحت وتندرستی ہے۔

چندہ وصدقات

آپ چندوں کی ادائیگی میں بھی باقاعدگی رکھتے تھے۔ حضور کی طرف سے جب بھی کوئی نئی چندوں کی تحریک ہوتی، تو آپ اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ صدقات بھی اکثر دیتے

✷ سورۃ البقرۃ : 187

تھے۔ جب بھی کوئی شخص کسی قسم کی امداد طلب کرتا۔ آپ حتی المقدور اس کی مدد فرماتے اور کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو قرض حسنہ دینے میں بھی کچھ دریغ نہیں کرتے تھے۔ صدقہ کے طور پر تو بھینس بکری ہی غربا کو دے دیتے تھے

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی پھگلہ میں آمد (قبل از خلافت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب تعلیم الاسلام کالج میں پرنسپل تھے اس وقت اخویم لقمان شاہ بھی تعلیم الاسلام کالج میں زیرِ تعلیم تھے۔ لقمان، حضورؒ کے ایک صاحبزادہ صاحب کا بھی نام ہے جس کی وجہ سے حضورؒ لقمان شاہ کے ساتھ خاص شفقت سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ گرمیوں میں آپ ایبٹ آباد میں قیام فرما تھے۔ لقمان شاہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت والد صاحب کی طرف سے درخواست کی کہ آپؒ ہمارے ہاں پھگلہ میں کچھ دیر کے لئے تشریف لائیں اور ہماری چائے کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپؒ نے ازراہِ شفقت دعوت قبول فرمائی اور پروگرام کے مطابق مع اہل خاندان آپ پھگلہ میں تشریف لائے۔ حضرت والد صاحب جو بزرگان سلسلہ اور خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شیدائی تھے۔ ان کو حضورؒ کی آمد کی انتہائی خوشی ہوئی۔ آپ نے خیال کیا کہ حضورؒ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کیا جائے۔ چونکہ ہمارا علاقہ گرمیوں کے موسم میں بہت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت والد صاحب نے آپؒ کی خدمت میں دو کنال زمین مکان کے لئے پیش فرمائی جو کہ برلب سڑک اور پُرفضا جگہ پر واقع ہے۔ آپؒ نے ازراہ شفقت قبول فرمائی اور اسے ٹی آئی کالج کے لئے مختص رکھنے کا حکم فرمایا۔ مہمان نوازی پر بھی خوشی کا اظہار فرمایا اور علاقہ کی بھی بہت تعریف فرمائی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰالک۔

ربوہ میں ہمارے خاندان کے طلباء سے تعلق کی بناء پر پھگلہ میں متعدد بزرگان سلسلہ اور پروفیسر صاحبان بھی سیاحت کی غرض سے آتے رہے جن میں محترم پروفیسر چوہدری محمد علی

صاحب اور محترم پروفیسر محمد شریف خان صاحب قابل ذکر ہیں۔

مختلف تحریکات میں آپ کا حصہ

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے لیکن تحریک وقفِ عارضی تو آپ کے لئے بہت ہی خوشی کا باعث تھی کیونکہ آپ کو تبلیغ کا بیحد شوق تھا۔ جو دوست وقفِ عارضی کے سلسلہ میں پھگلہ آتے ان کے ساتھ مل کر آپ کا یہ شوق دوبالا ہوجاتا اور فرماتے اس تحریک سے تبلیغ کے علاوہ آپس میں دو مومنوں کا مل کر ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔ جس طرح قصاب چھریاں رگڑ کر چھریوں سے چربی دور کرتا ہے اسی طرح مومنین کا آپس میں ملنا ایمان کو تیز کرنے کا موجب بنتا ہے۔ آپ خود بھی وقف عارضی کے سلسلہ میں حکیم عبدالواحد صاحب کی معیت میں بائی بالا پندرہ یوم کے لئے گئے اور وہاں اصلاح و ارشاد کا تبلیغی کام کیا۔ پھگلہ میں جب کوئی وقفِ عارضی کا مجاہد نہ آتا تو آپ فوراً مرکز میں خطوط روانہ کرتے اور کسی نہ کسی دوست کو پھگلہ بھجوانے کی درخواست کرتے۔ وقفِ عارضی کے سلسلہ میں پھگلہ آنے والے وفود میں سے جن لوگوں نے نمازوں دعاؤں اور اپنے تبلیغی جذبہ کے گہرے نقوش پھگلہ اور اس علاقہ میں چھوڑے ان میں سے مکرم و محترم چودھری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ و امیر جماعت ہائے احمدیہ شیخوپورہ کا وفد ماسٹر عبدالرحیم صاحب راٹھور مردان سے آدم خان صاحب کا وفد پروفیسر نورالحق تنویر، قریشی فضل حق اور میاں ظہیر احمد صاحب کا وفد اسی طرح خواجہ عبدالمومن اور محمود صاحب میاں عبدالسلام زرگر اور ان کا بیٹا لطف الرحمٰن صاحب کے وفود قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب ہی آنے والوں کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ بڑی ہی بابرکت تحریک ہے جس سے جماعت کا جذبہ و محبت دوبالا ہوجاتا ہے اور ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی اور دور دراز کے علاقوں میں سیر و واقفیت کا تعلق بھی بڑھتا ہے۔

قبولیت دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے بھی دعا نہ کی جائے۔ پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے۔۔۔ شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں۔۔۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہئے کہ تم ایسی قوم بنو۔ جس کی نسبت آیا ہے کہ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس اور ان کے ساتھ ملنے جلنے والا بدبخت نہیں ہوتا اور اُن کی نیکی اور ہمدردی سے محروم نہیں۔'' (ملفوظات جلد ۲ ص ۷۰/۷۱)

اس پاکیزہ تعلیم کے مطابق حضرت والد ماجد بھی اپنے دوستوں دشمنوں کے لئے ہر وقت دعا گو رہتے اور اپنے غیر احمدی رشتہ داروں سے بھی جہاں تک ہو سکتا تھا حسن سلوک کرتے رہتے تھے اور اُن کی مالی اور طبی خدمات کے علاوہ اُن کے لئے دعائیں بھی کرتے رہتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہمارے رشتہ کے ایک چچا بیمار ہو گئے۔ والد ماجد نے اُن کو جا کر دیکھا اور دوائی دی اور کچھ دیر کے بعد عیادت کی غرض سے پھر اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ اب طبیعت کیسی ہے؟

چچا صاحب نے کہا ابھی تو میں نے دوائی نہیں کھائی۔ وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ گھر میں دودھ ختم تھا اور رقم پاس نہ تھی اس لئے خرید بھی نہ سکتا تھا۔ دوائی کیسے کھاتا؟ یہ سن کر آپ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فوراً گھر سے دودھ لے جا کر ان کو دوائی کھلائی۔ اس کے بعد سیدھے مسجد میں گئے اور بہت دیر تک اُن کے مالی حالات کی بہتری کے لئے انتہائی تضرع سے دعائیں کرتے رہے۔ بعد میں آپ نے کسی وقت ان کو بتایا کہ اُس دن آپ کے دوائی نہ لینے کی وجہ سے مجھے

سخت غم ہوا اور میں نے آپ کے لئے نہایت عاجزی اور تضرع سے دعا کی تھی اور مجھے اللہ تعالیٰ سے کامل اُمید ہے کہ انشاء اللہ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ اس کے تھوڑے سے عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے فضلوں کے دروازے کھولے کہ ان کی ساری تنگدستی دور ہوگئی۔

اول تو سخت نامساعد حالات میں ہمارے یہ چچا بی.ڈی ممبر بنے مخالف گروہ نے ان کے خلاف احمدیت کا سٹنٹ بھی کھڑا کیا اور ووٹروں کو کہا گیا کہ یہ گروہ مرزائیوں کا ہے۔ ان کو ووٹ نہ دیئے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مرزائی گروہ کو کامیابی بخشی۔ پھر اپنے والد کی وفات کے بعد وہ گاؤں کے سردار منتخب ہوئے اور علاقہ کے لوگوں نے اُن کی بڑی دھوم دھام سے دستار بندی کی پھر ممبر سے چیئرمین بنے اور فوراً بعد اُن کو کان کنی کا کام بھی مل گیا اور ساتھ ہی فیکٹری والوں نے بیس پچیس ہزار کی ایک جیپ بھی ان کو اس کام کے لئے مفت دے دی اور پھر آپ کی دوسری شادی بھی بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سارے کام اس دعا کے بعد ایک سال کے اندر اندر انجام کو پہنچے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

تعلق تقویٰ

ہمارے علاقہ میں کبوتر پالنے کا عام رواج ہے اور یہ کبوتر چگنے کے لئے دور دور تک چلے جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں سے اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر جابہ نامی گاؤں میں بھی ایک شخص کے کبوتر تھے۔ ایک دفعہ ہمارا چھوٹا بیٹا شکار کے لئے گیا اور کہیں جنگل سے ان میں سے ایک کبوتر مار کر لے آیا۔ ہمارے جنگل میں جنگلی کبوتر بڑی تعداد میں آیا کرتے ہیں۔ ان کا شکار بھی کیا جاتا ہے لیکن اُن کا ایک خاص موسم ہوتا ہے۔ چھوٹا بھائی جو کبوتر لایا وہ چونکہ اس موسم کا نہ تھا، اس لئے والد ماجد سمجھ گئے کہ یہ کبوتر پالتو ہے۔ پوچھنے پر جب آپ کی تسلی ہوگئی کہ یہ واقعی فلاں آدمی کا کبوتر ہے تو آپ بہت خفا ہوئے اور فوراً ملازم کے ذریعہ وہ ذبح شدہ کبوتر اس شخص کو بھجوا دیا اور

ساتھ ہی بچے کی غلطی پر معافی اور معذرت کا خط بھی اس کو لکھا۔ جب اس شخص نے یہ خط پڑھا تو والد بزرگوار کے اس طرزِ عمل سے بہت متاثر ہوا۔ اس طرح آپ خدا کی خوشنودی کی خاطر تقویٰ کی باریک باتوں کا خیال رکھتے تھے۔

احساس ندامت

ہمارے ہاں اکثر افراد مار کٹائی اور دشنام طرازی کے ذریعہ گاؤں کے لوگوں سے کام لیتے ہیں اور پیشہ ور لوگ اُن کے ڈر کی وجہ سے کام میں سستی نہیں کرتے۔ والد بزرگوار کا طرز چونکہ اُن سے مختلف تھا۔ اس لئے بعض اوقات لوگ ضروری کاموں میں بھی غفلت برتنے لگ جاتے تھے لیکن آپ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے۔ ایک دفعہ کسی نہایت ضروری کام کے لئے نائن کو بلایا گیا لیکن وہ نہ آئی۔ جس پر آپ نے خفگی کا اظہار کیا اور غصے کی حالت میں اس کو بعض سخت الفاظ بھی کہے لیکن بعد میں آپ کو ان الفاظ پر بہت افسوس ہوا اور دوسرے ہی دن آپ اس حجام کے گھر گئے اور اس کی بیوی سے اس سخت کلامی کی معافی مانگی۔ ہمارے پسماندہ علاقے میں اس طرح ایک سیّد کا ''کمین'' سے معافی مانگنا ایک انوکھی اور واحد مثال ہے۔

رسوم سے نفرت

سیّدوں میں ایک یہ بھی رواج ہے کہ غیر سیّد کے گھر سے نہ رشتہ لیتے ہیں اور نہ ہی غیر سیّد کو رشتہ دیتے ہیں۔ اخویم بشیر شاہ صاحب اور ہم بھائیوں کے رشتوں کے لئے بعض قریبی عزیز بھی خواہش رکھتے تھے لیکن آپ نے غیر احمدیوں میں رشتہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پہلے رشتہ کے لئے اخویم سید بشیر شاہ کی ضرورت تھی۔ ایک دفعہ مانسہرہ میں خان عالم خان صاحب سواتی سے برسبیل تذکرہ رشتوں کے بارے میں گفتگو چل پڑی۔ خان عالم خان صاحب نہایت صاف گو اور مخلص انسان تھے۔ آپ نے گفتگو کے دوران نہایت بے تکلفی سے خود ہی اخویم بشیر شاہ صاحب کے لئے رشتہ دینے کی پیشکش کر دی۔ حضرت والد ماجد اخلاص اور محبت کے بڑے قدر دان تھے۔

چنانچہ آپ نے خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر بغیر دیکھ بھال کئے ہی رشتہ قبول کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رشتہ جانبین کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا اور دیگر بھائیوں کے رشتے بھی بامراد و باوقار ہوئے۔ الحمد للہ علٰی ذالک۔

جرأت ایمانی

ایک دفعہ خان عالم خان صاحب سواتی خسر سید بشیر شاہ کے غیر احمدی رشتہ داروں اور اُن کے محلہ والوں نے اُن کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کے لئے پے در پے جرگے کرنے شروع کردیئے۔ خان صاحب نے کہا پہلے مولویوں کا آپس میں مقابلہ کرالو۔ اگر ثابت ہوگیا کہ حق تمہاری طرف ہے تو میں تمہارے ساتھ مل جاؤں گا۔ اس پر وہ کئی دن اپنے ہمراہ مولویوں کو لاتے رہے اور گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ جب حضرت والد ماجد کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ فوراً مانسہرہ گئے اور حکیم عبدالواحد صاحب کو ساتھ لے کر خان صاحب کے گھر پہنچے اور وہاں دو تین دن قیام کیا۔ خوب بحثیں ہوتی رہیں۔ آخر مولوی لاجواب ہوکر ناکام و نامراد واپس چلے گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ خان صاحب کو مولویوں کے چُنگل سے محفوظ رکھا۔

خلفاء کے لئے غیرت

تبلیغ آپ کی روح کی غذا تھی۔ آپ جب تک تبلیغ نہ کرلیتے آپ کو چین نہیں آتا تھا۔ جب آپ کو تبلیغ کے لئے کوئی آدمی نہ ملتا اور فارغ وقت ہوتا تو آپ دوستوں کو تبلیغی خطوط ہی لکھنا شروع کردیتے اور یہ سلسلہ آپ نے آخر وقت تک جاری رکھا۔ بیماری کے ایام میں بھی آپ غیر احمدی عزیزوں اور دوستوں کے نام خطوط روانہ کرتے رہے۔ آخری بیماری کے دوران جب آپ ربوہ قیام پذیر تھے تو آپ کو ایک غیر مبائع وکیل کا خط ملا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ تھے۔ آپ کو یہ گستاخی سخت ناگوار گزری اور آپ نے اسی شدید بیماری میں اس کو ایک لمبا خط لکھا جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''جماعت لاہور کے بعض افراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کر دیتے ہیں اور خدا سے نہیں شرماتے۔ ایک عظیم انسان جس کو عمر بھر اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل رہی اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بہت ترقی دی۔ تمام غیر ممالک میں مشن قائم ہوئے۔ جس کے مقابل بڑے بڑے عالم ناکام ہوئے اور جس کی ہر قدم پر اللہ تعالیٰ نے تائید و نصرت فرمائی یہ سب کچھ دیکھ کر ایک معمولی علم و سمجھ کا آدمی خدا سے نہ شرمائے اور ان کے متعلق گستاخانہ الفاظ استعمال کرے تو یہ کتنی نازیبا بات ہے''۔

آپ نے مزید لکھا کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے فوراً بعد اکابرین جماعت لاہور نے اور دیگر باقی جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک مہینہ نہیں ایک سال نہیں بلکہ چھ سال یعنی ان کی وفات تک اس بیعت پر قائم رہے اور خلیفہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ وکیل صاحب! اب آپ کی وکالت کیا کرے گی۔ جب اکابرین جماعت نے خود شخصی خلافت کو تسلیم کر کے آپ کی وکالت کے خلاف بیان دے دیئے۔ خدارا اس وکالت کو ترک کریں اور اصل حقیقت کو تسلیم کریں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی راہنمائی فرمائے۔''

واٰخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

دیانت داری و ایمان داری

آپ تقویٰ کی باریک سے باریک باتوں کا خیال رکھتے تھے۔ زبانی بھی ہر ایک کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور خطوط کے ذریعہ بھی آپ دیانتداری کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں آپ اخویم لقمان شاہ کو، جب آپ کی کراچی میں ملازمت تھی، تحریر فرماتے ہیں:

''ملازمت میں نہایت دیانتداری اور ایمانداری سے کام کریں وقت سے

پانچ منٹ ہمیشہ پہلے پہنچنے کی کوشش کریں اگر دفتر میں نماز کا وقت ہو جائے تو وہاں ہی ٹھیک وقت پر نماز پڑھنے کا بندوبست کریں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہر ایک غلط کام سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔ سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ضرور کثرت سے پڑھا کریں اور استغفار کا ورد تو چلتے پھرتے ہر وقت جاری رکھیں۔"

(۸/دسمبر ۱۹۶۲ء)

توکل علی اللہ

آپ بہت ہی متوکل انسان تھے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا ایمان اور یقین تھا۔ اخویم لقمان شاہ کی معمولی تنخواہ انکی شادی پر مانع ہو رہی تھی۔ اُن کے سُسرال کا خیال تھا کہ لڑکا کوئی بڑا کاروبار کرے۔ اس پر حضرت والد ماجد نے ان کو لکھا کہ:

"آپ لقمان شاہ کے لئے دعا فرمائیں۔ خدا تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں اللہ تعالیٰ سب سامان پیدا کر دے گا"۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے واقعی ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ابھی شادی پر چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ اخویم کو اللہ تعالیٰ نے بیرون ملک اچھی ملازمت دلا دی اور اُن پر اپنی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کھول دیئے۔

علم دوستی

آپ ایک علم دوست انسان تھے۔ گاؤں میں بھی آپ جہالت کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتے رہے اور کئی لوگوں کو تعلیم کے لئے مالی امداد بھی دیتے تھے۔ گاؤں میں جب پرائمری سکول قائم ہوا تو بچوں کے بیٹھنے کے لئے کوئی موزوں جگہ میسر نہ تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک وسیع بیٹھک سکول کے لئے دے دی اور تیرہ چودہ سال بغیر کرایہ کے گورنمنٹ سکول کے زیرِ

استعمال رہی اسی طرح کوئی علم دوست آدمی مل جاتا تو اس سے دوستی کا تعلق بڑھاتے اور اپنے ضروری کام بھی چھوڑ کر اس سے علمی تبادلہ خیالات کرتے اور تبلیغی گفتگو میں کئی کئی گھنٹے صرف کرتے اور ساتھ کھانا اور چائے سے بھی تواضع کرتے۔ اسی طرح مرکز سے جب بھی کوئی عالم یا مربی دوست تشریف لاتے تو ان کو کئی کئی روز ٹھہراتے اور گاؤں اور دیگر لوگوں کو بلا کر دعوتیں بھی دیتے اور ساتھ مناظرات و مذاکرات کا اہتمام فرماتے تھے۔

مطالعہ اور کتب کا شوق

آپ کو ابتدا ہی سے کتب کا مطالعہ کا شوق رہا ہے کئی ایک جماعتی اخبار اور رسائل بھی منگواتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سلسلہ احمدیہ کی بے شمار کتب بھی موجود تھیں۔ اس کے علاوہ طبی کتب اور طبی رسالے بھی منگواتے تھے۔ زیادہ وقت مطالعہ میں مصروف رہتے اور ساتھ لوگوں کو بھی اخبار بدر اور الفضل اور سلسلہ کے دیگر جرائد پڑھ کر سناتے رہتے اور بعضوں کو پڑھنے کے لئے ساتھ بھی دیتے تھے۔ اس طرح آپ کے پاس ایک بڑی لائبریری تھی۔ صبح اور شام کی باجماعت نمازوں کے بعد بھی درس قرآن ہوتا اور باقاعدگی سے کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس دیا جاتا رہا۔ بعد میں یہ بہت بڑا کتب کا ذخیرہ دشمنوں نے مکان کے ساتھ جلا کر راکھ کر دیا جس کا بہت ہی افسوس اور بے حد صدمہ ہوا۔

سخاوت

آپ انتہائی فراخ دل انسان تھے اور کوئی بھی آپ سے ملنے والا آپ کی سخاوت سے محروم نہیں رہتا تھا۔ آپ اپنے مہمانوں کے علاوہ رشتہ داروں کے جو بھی مہمان آتے۔ ان کی بھی دعوتیں کرتے۔ اس کے علاوہ دور دور تک دوستوں اور جماعت کے بزرگوں کے لئے تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ اپنے باغ کے اخروٹ اور دیگر پھل آپ کبھی فروخت نہ کرتے تھے بلکہ سب عزیزوں دوستوں میں تقسیم کرتے تھے۔ اسی طرح زمین کی فصل مکی گندم وغیرہ پر بھی

بڑی فراخ دلی سے ضرورت مندوں کے گھروں میں غلہ پہنچاتے تھے۔اس معاملہ میں احمدی اور غیر احمدی کی تمیز نہ کرتے بلکہ غیر احمدیوں کے امام مسجد اور دیگر مولویوں کو بھی آپ اس غلہ سے محروم نہ رکھتے تا کہ ان کی تالیف قلوب ہو۔

صحت کا خیال

آپ ہمیشہ اپنی صحت کا خیال رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا جسم خاصہ مضبوط تھا۔ آپ ہمیشہ صاف ستھری غذا استعمال کرتے اور تھوڑے کھانے پر اکتفا کرتے۔شکم پُری سے منع فرماتے اور ہمیشہ ہی غذا میں افراط تفریط کو صحت کے بگاڑ کا ذریعہ قرار دیتے۔ بچوں کو بھی ہمیشہ اس بات کی نصیحت فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''اپنی صحت کا بھی پورا خیال رکھیں اور کھانے پینے میں بڑی احتیاط کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ا ✷ اس میں یہی سبق ہے کہ پاک چیزیں کھانے سے صحت ٹھیک رہے گی اور انسان عمل بھی صحیح کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور روحانی جسمانی حفاظت فرمائے۔خدا تعالیٰ آپ لوگوں کا حافظ و ناصر ہو۔''

واللہ خیرًا حافظا وھو ارحم الراحمین

والسلام عاجز

عبدالرحیم عفی عنہ

طبی خدمات

آپ لاہور طبیہ کالج سے واپس آ کر گاؤں میں ہی طبی خدمات انجام دیتے رہے اور اکثر مفت علاج کیا کرتے تھے۔ آپ مریضوں سے نہایت ہمدردی، محبت اور شفقت سے پیش

✷ سورۃ المؤمنون: 52

آتے۔کسی سے معاوضہ کا مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ جو علاج کرتے تھے۔خدمت خلق کے جذبہ کے ماتحت کرتے تھے۔ رات کے کسی حصہ میں بھی کوئی مریض آجاتا یا مریض کے لواحقین آجائے تو آپ اُٹھ کر ساتھ ہو لیتے اور دواؤں کے علاوہ مریض کے لئے برابر دعاؤں کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔ پھر آپ مریض کی بار بار خود جا کر خبر گیری کرتے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی اور آپ کے علاج سے اکثر مریض صحت یاب ہو جاتے تھے۔

محنت

آپ سخت محنت اور جانفشانی کے عادی تھے۔خود بھی کام کرتے اور نوکروں اور ملازمین سے بھی خوب کام لیتے تھے۔آپ کی اس محنتِ شاقہ کے نتیجہ میں ایک بنجر اور بیکار زمین آبیہ بن کر نہایت قیمتی اور کارآمد بن گئی۔ایک اور جگہ آپ نے سخت محنت کر کے ایک باغ لگایا جس میں نہایت اعلیٰ قسم کے پھلدار درخت لگوائے جن سے ہر قسم کے میوہ جات حاصل ہوتے ہیں اور جو آپ کے لئے دائمی ثواب کا موجب ہیں۔مخالفین مخالفت کے باوجود پھلوں سے اچھا خاصا فائدہ اٹھا لیتے تھے۔

جرأت اور بہادری

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ میں جوانمردی اور بہادری کی صفت بھی نمایاں طور پر موجود تھی۔آپ خطرناک سے خطرناک موقع پر بھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے اور نہ ہی کسی سے دبتے تھے۔ جس کسی کو حق پر سمجھتے خواہ وہ غریب ہو یا امیر مخالف ہو یا موافق نہایت جرأت مندی سے اس کا ساتھ دیتے تھے۔آپ کسی بڑے سے بڑے مولوی یا حاکم سے مرعوب نہیں ہوتے تھے نہ ہی آپ نے کبھی اپنی احمدیت کو چھپانے کی کوشش کی۔آپ اکیلے ہی خطرناک سے خطرناک جگہوں پر پہنچے اور سخت ہرزہ گو قسم کے لوگوں تک پیغام حق پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ہر قدم پر آپ کی نصرت فرمائی۔

سچائی

جھوٹ کے آپ فطرتاً مخالف تھے۔آپ ہمیشہ سچائی کی تلقین کرتے رہے اور جھوٹی گواہی دینے والوں سے عمر بھر متنفر رہے۔

ایک دفعہ ہمارا ایک مولوی سے جھگڑا ہو گیا۔جھگڑا مسجد کے اندر ہوا تھا۔اس جھگڑے میں ہماری طرف ہمارے چچازاد تھے اور مخالف گروپ میں خالہ زاد۔ چچا صاحبان نے کہا آپ بیان میں کہیں کہ جھگڑا مسجد کے باہر ہوا ہے ورنہ کیس خراب ہو جائے گا اور ہم نہیں بچ سکیں گے۔لیکن آپ نے اس کی سخت مخالفت کی اور فرمایا کہ اگر آپ سب کہیں کہ جھگڑا مسجد کے باہر ہوا ہے اور میں مدعی کہوں کہ مسجد کے اندر ہوا ہے تو آپ کے بیان کی کیا وقعت رہ جائے گی۔اس طرح آپکے صدقِ مقال کی وجہ سے دوسروں کو بھی جھوٹ بولنے کی جرأت نہ ہوسکی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہو گیا۔

حسن سلوک

آپ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔جس کا ہر ایک دشمن دوست کو اعتراف ہے۔ ہمارے علاقہ میں لوگ اپنے ملازمین کے ساتھ کھانے پینے کے معاملہ میں اپنے سے بہت کمتر سلوک کرتے ہیں لیکن آپ شروع سے ہی یہ تخصیص ختم کرنے کے درپے تھے۔ آپ جو گھر میں پکتا وہی ملازمین کو بھی دیتے اور ان کے پہننے کے لئے بھی اچھے کپڑوں کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔

رحمدلی

آپ شفقت اور رحم کا مجسمہ تھے۔کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ہر ایک کے نقصان اور دکھ کو اپنا دکھ اور اپنا درد سمجھتے ہر ایک سے رحم کے جذبات رکھتے۔ایک دفعہ ایک شخص کے پاس آپ نے ایک بھینس فروخت کی۔اس نے یہ بھینس بہت دور پہاڑوں میں لے جانی

تھی۔راستے میں جاتے ہوئے کسی پہاڑی سے یہ بھینس لڑھک گئی اور بہت دور نیچے ایک پہاڑی نالہ میں گر کر مرگئی۔وہ آدمی ہفتہ عشرہ کے بعد آپ کے پاس آیا اور بھینس کے مرنے اور اپنی غربت کا آپ سے ذکر کیا۔آپ نے اسی وقت اس کو ایک جوان بھینس (جھوٹی) دے دی اور باقی رقم جو رہتی تھی وہ بھی چھوڑ دی۔جس سے وہ بہت خوش ہوا اور ہمیشہ آپ کی بہت ہی تعریف کیا کرتا تھا۔

مہمانوں کی قدر

مہمان نوازی تو آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔آپ مہمانوں کے آرام کا ہر طرح سے خیال رکھتے۔ان کے لئے گرم پانی گرم بستر رکھواتے اور خود اصرار سے مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے اُسی طرح مہمانوں کو اصرار سے کھانا کھلاتے کہ مہمان کہیں شرم سے کم کھانا نہ کھائے۔آپ فرماتے مہمان اگر سیر ہو کر کھانا کھائے تو گھر والے بھی خوش ہوتے ہیں اگر مہمان کھانا کم کھائے تو گھر والے سمجھتے ہیں کہ شاید اس کو ہمارا کھانا پسند نہیں آیا ہوگا۔مہمانوں کو رخصت کرتے وقت بھی اپنے علاقہ کی کوئی نہ کوئی سوغات بھی ساتھ عنایت فرماتے۔کبھی گھر کے اخروٹ سیب یا شہد وغیرہ۔جو بھی مہمان آتا آپ اس کو تبلیغ کئے بغیر نہیں رہتے تھے۔خواہ کوئی حاکم ہو یا ماتحت غریب ہو یا امیر، عالم ہو یا جاہل اکثر علم دوست مہمانوں کو کئی کئی دن ٹھہراتے اور ان سے مذہبی اور علمی گفتگو فرماتے رہتے۔احمدی دوست یا علماء آتے تو آپ کو بہت ہی خوشی ہوتی اور رات دن ان سے علمی گفتگو ہوتی رہتی۔

خوش مزاجی

آپ خوش مزاج اور خوش دل انسان تھے۔ہر وقت آپ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔آپ خشک راہبانہ زندگی بسر کرنے کے قائل نہ تھے بلکہ ہر ایک سے ملنا جلنا ہر ایک کے کاموں کے لئے دَوڑ دھوپ ہر ایک کی مدد آپ کی زندگی کا دستور تھا۔کسی نے آپ سے کسی

کام کے لئے کہا تو آپ اپنی جیب سے خرچ کر کے اور کئی کئی دفعہ جا کر کام کرواتے تھے۔ ہر ایک کی غمی شادی میں بھرپور حصہ لیتے۔ اسی طرح رفاہی کاموں میں بھی حصہ لیتے۔ غیر احمدیوں کی پہلی پکی مسجد بنانے کا پروگرام بنا تو چچا صاحب نے حساب کتاب اور تمام مسجد کے کام کی ذمہ داری آپ کو سونپی جو بخوشی آپ نے ادا کی۔ مجالس میں بھی آپ خوش طبع گفتگو کے لئے کہاوتیں اور لطیفے بیان کر کے گفتگو کو دلچسپ بنا دیتے تھے۔ اسی طرح مذہبی علمی گفتگو میں آیات قرآنی اور احادیث بیان فرما کر اپنی بات کی دلیل کو پختہ بناتے تھے اور ہر ایک کے ساتھ خوش اسلوبی کی بناء پر ہر ایک کے دل میں آپ اپنا مقام پیدا کرتے۔ اس طرح ہر ایک آپ سے محبت و پیار کرتا۔

صبر

شروع یتیمی سے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کا حوصلہ دیا۔ آپ ہمیشہ صابر و شاکر رہے۔ بڑے سے بڑے نقصان پر بھی آپ کو کسی نے جزع فزع کرتے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ کسی حاسد نے احمدیت کی بناء پر ہماری تمام مکی کی فصل کاٹ کر ایک جگہ رکھی ہوئی جلا کر خاکستر کر دی لیکن آپ نہایت سکینت اور اطمینان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور ذرا بھر بھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں دور دور سے غیر احمدی عزیزوں اور دوستوں نے آپ کو نہایت اصرار سے غلہ بھیج کر مدد کی اور تمام کمی پوری کر دی۔ بڑا سی کیمپ میں آپ کی ۴۶، ۴۵ء میں آٹھ دکانیں تھیں۔ ایک دفعہ وہ بھی احمدیت کی مخالفت کی بناء پر کسی نے جلا کر راکھ کر دیں۔ اس پر بھی آپ قانع رہے۔ جائیداد کی تقسیم میں بھی آپ کے یتیم و کمزور ہونے کے باعث چچوں نے جائیداد کے اچھے حصہ اور جنگل کے حصہ سے محروم کیا لیکن آپ نے اس پر بھی کسی رنج و ملال کا اظہار نہ کیا۔ جس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے بے پایاں فضل فرمائے۔ اس طرح احمدیت کی بناء پر کئی مصائب و ابتلاء آتے رہے لیکن آپ ہمت، حوصلہ اور صبر سے برداشت کرتے رہے اور فرماتے کہ ہم نالائقوں کو اللہ تعالیٰ نے اس جہالت والے گاؤں میں سے مامور من اللہ کی شناخت کی توفیق دی ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ سب مصائب و آلام ہیچ ہیں دنیاوی

جاہ وحشمت مال و دولت ایمان کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ ایمان سلامت رکھے اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

نمازوں کا اہتمام

نماز باجماعت تہجد ونوافل آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ آپ ہمیشہ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ پہلے اپنے پرانے محلہ کے گھر میں بچوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے۔ ہمارے ہاں سردیوں 8 میں شدید سردی اور بعض اوقات برفباری بھی ہوتی ہے۔ آپ ہمیشہ رات کو اٹھتے سحری کے وقت آگ جلاتے ساتھ ہی ایک بڑے دیگچہ میں پانی گرم ہونے کے لئے رکھ دیتے۔ چولہے کے قریب ہی آپ کی جائے نماز بچھی ہوتی۔ آپ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد صبح سب بچوں کو اٹھاتے ہر ایک کو گرم پانی کے لوٹے دیتے اور سب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھاتے۔ اس کے بعد قرآن کریم کا درس ہوتا۔ اس پرانے محلہ میں پڑوس میں ہماری خالہ کا گھر تھا۔ ماموں حیات علی شاہ صاحب بہت بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ آپ کو کئی قسم کے شوق تھے۔ بٹیروں کا شوق، شکاری کتے پالنے کا شوق، اعلیٰ قسم کی بندوقیں جمع کرنے کا شوق، چرس کا شوق اور اعلیٰ قسم کے بیل اور بھینس رکھنے کا شوق۔ ان کے ایک قیمتی بیل نے سینگ مار کر ان کا کولہا توڑ دیا تھا۔ آخر میں بڑا سونٹا لئے ہوئے لنگڑا کر چلتے تھے۔

آپ والد صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ رات کو بٹیروں کے کانوں میں کوکیں مارتے۔ ہماری خالہ بہت ہی نیک دل اور صابرہ خاتون تھیں۔ ماموں سے کہتیں اُدھر رحیم شاہ رات نمازیں اور تہجد پڑھ رہا ہوتا ہے اَور تو بٹیروں کو کوکتا ہے۔ ماموں جرأت مند بہادر تھے۔ منافق نہیں تھے۔ کھری بات کرتے تھے۔ بعد میں والد بزرگوار نے محلہ کے نچلی طرف نیا وسیع مکان بنالیا۔ ساتھ چھوٹی سی مسجد بھی اور مہمان خانہ بھی تعمیر کروایا۔ آپ کا بہت بڑا کتابوں کا ذخیرہ تھا اس کے لئے الماریاں رکھوائیں۔ آپ اب گھر کے ساتھ والی مسجد میں سویرے بچوں کو

بھی نماز کے لئے بلاتے۔ ساتھ لالہ عبدالرحیم صاحب ان کے بچے فقیر محمد صاحب آتے اذان کے ساتھ نماز باجماعت ہوتی۔ درس قرآن اور پچھلے ٹائم کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تفسیر کبیر کا درس ہوتا۔ کبھی کوئی احمدی دوست کوئی مربی یا وقفِ عارضی والے دوست آجاتے اپنی مسجد میں جمعہ بھی یہاں ہی ہوتا اور آخر تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹۷۴ء کے بعد حالات خراب ہو گئے۔

منکسر المزاجی

تکبّر کے آپ سخت خلاف تھے اور جن باتوں سے تکبّر پیدا ہونے کا احتمال ہو آپ ان کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چھوٹے موٹے کام آپ خود اپنے ہاتھ سے ہی کر لیا کرتے تھے۔ بعض کاموں کے متعلق گھر میں بھی کسی کو نہ کہتے اور خود ہی کر لیتے تھے اور فرماتے کہ یہ بھی تکبّر ہی ہے کہ اُس کام کے لئے کسی کو کہا جائے جو انسان خود کر سکتا ہو۔

جب آپ گھر میں کوئی چیز لینے کے لئے اُٹھتے اور ہم سبقت کر کے وہ چیز آپ کو لا دیتے تو آپ فرماتے کہ کیا آپ مجھے چارپائی پر بٹھا کر اپاہج بنانا چاہتے ہیں کیا میں یہ چھوٹے چھوٹے کام بھی خود نہ کروں۔

اسی طرح جب آپ جلسہ سالانہ پر جاتے بعض دوست آپ کے لئے سٹیج یا کرسیوں کے ٹکٹ کا کہتے تو آپ اس کو بھی ناپسند فرماتے اور نیچے پرالی پر ہی بیٹھنے کو پسند کرتے۔ آپ شروع سے کلاہ کے اوپر لنگی باندھنے کے عادی تھے۔ اکثر لوگ اپنی شان کو بڑھانے کے لئے کلف دار طرہ نکالتے ہیں یا لمبا شملہ لٹکا لیتے ہیں۔ آپ احمدی ہونے کے بعد اس کو بھی متکبّرانہ انداز سمجھتے تھے اور لنگی کے آخری حصے کو مختصر رہنے دیتے تھے۔ آپ اپنے آپ کو ہر ایک سے کمتر سمجھتے تھے اور ہر ایک کی عزت و تکریم کرتے تھے لیکن خاندانی وجاہت کی وجہ سے ہر ایک آپ کا خیال اور عزت بھی کرتا تھا۔ ایک روز مولانا مبشر احمد صاحب راجیکی صاحب مرحوم ربوہ میں آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ مجلس برخاست ہونے سے قبل انہوں نے کہا شاہ صاحب آپ

دعا کرادیں لیکن آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ دعا کرائیں۔ آپ بزرگوں کی اولاد ہیں۔ اسی اثناء میں دعا شروع ہوگئی جو بہت دیر تک ہوتی رہی۔ ہمارے ہاتھ تھک گئے لیکن کسی جانب سے آمین کی آواز بلند نہ ہوئی۔ آخر کافی دیر بعد مبشر صاحب نے ہی آمین کرائی تو آپ نے فرمایا کہ آپ شاید آمین کے لئے میرا انتظار کررہے تھے اور میں اس انتظار میں تھا کہ آپ آمین کرائیں گے۔

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

(درثمین)

بیماری کے دوران آپ کی عیادت کے لئے کئی بزرگ تشریف لاتے رہے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھریؒ اور مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوریؒ تو تقریباً روزانہ ہی تشریف لاتے تھے۔ آپ کو ہر آنے والے سے مل کر بہت خوشی ہوتی اور فوراً پلنگ سے سرک کر ایک طرف ہوجاتے یا احتراماً اُٹھ کر بیٹھ جاتے اور مہمان کو اصرار کے ساتھ اپنے پاس بٹھاتے اور اس دوران علمی ادبی گفتگو شروع ہوجاتی اور کچھ دیر کے بعد یوں معلوم ہوتا کہ جیسے آپ کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں اور ہشّاش بشاش ہیں۔ مذہبی بات چیت اور دینی باتیں آپ کی روح کی غذا تھیں۔ لاہور میو ہسپتال میں بھی آپ کا حلقہ احباب بڑھ گیا تھا۔ ہر ایک آپ کی عیادت کے لئے آتا تو آپ اس سے نہایت اچھے طریقہ سے گفتگو فرماتے۔ جس سے ہر کوئی خوشی محسوس کرتا اور اکتاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی دینی علمی گفتگو پُرتاثیر اور پُراثر ہوتی تھی۔ خشک ملاؤں کا رنگ نہیں تھا۔

نسلی امتیاز اور تکبر کے خلاف جہاد

تکبّر کو اللہ تعالیٰ نے سخت ناپسند فرمایا ہے اور انسانوں کو ہر لحہ عاجزی انکساری اور عفو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بار بار ارشاد ہے کہ:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ۔ (سورۃ النحل: ۲۴)

اسی طرح ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (سورۃ الاعراف: ۳۷)

وہ لوگ جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر سے پیش آئے۔ یہی لوگ ہیں جو آگ والے ہیں اور لمبا عرصہ اس میں رہنے والے ہیں۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہے راہ درگاہِ باری

(درثمین)

لیکن بایں ہمہ اکثر لوگ تکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ ہمارے ہاں سیّد بہت ہی زیادہ تکبر میں مبتلا ہیں۔ یہ سیّد دوسرے لوگوں کو عامی (عام لوگ) اور اپنے آپ کو بڑا پاکباز سمجھتے ہیں۔ خواہ اُن کو دین کا علم ہو نہ ہی دنیاوی علم ہو لیکن خود پسندی اور غرور میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے برتن الگ ان لوگوں کے برتن تک الگ۔ سیّد کے برابر کوئی آدمی بیٹھتا نہیں تھا۔ اپنے آپ کو نبیؐ کے وارث اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ درود کو بھی اپنے پر چسپاں کرتے تھے کہ درود ہم پر صلی علٰی محمد و آلِ محمد پڑھا جاتا ہے اور گنہگار ہو کر بھی اپنے آپ کو پاکباز سمجھتے تھے۔ رشتے ناطے بھی سیّد دوسرے غیر سیّدوں میں نہیں کرتے تھے۔ خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو۔

غیر سیّد اور چھوٹے لوگوں پر ہر طرح کا ظلم زیادتی کرنا گالی گلوچ دینا اپنا حق سمجھتے تھے۔ آپ نے احمدیت قبول کرنے کے بعد قرآن شریف، کتب حضرت مسیح موعودؑ، تفسیر کبیر اور احمدیہ

لٹریچر کا گہرا مطالعہ کیا تو سب جاہلانہ، متکبرانہ اور مشرکانہ باتوں سے اجتناب کیا اور جہاں تک ہوسکا خود بھی عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی کوشش کی اور دوسروں کو بھی ظلم وستم سے روکا۔ غریبوں سے محبت وشفقت کی تلقین کی۔ امیروں کی بڑائی اور عامیوں کی تخصیص اپنے اعلیٰ نمونہ سے مٹانے کی کوشش کی۔ اپنے ڈیرہ پر غریبوں کو بھی چارپائی وکرسی پر جگہ دی۔ کسی غریب کو نیچے نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ الغرض جہاں تک ہوسکا خود بھی عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی کوشش کی اور دوسروں کو بھی عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پورے علاقہ میں بڑی عزت بخشی۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''یاد رکھو کہ تکبر شیطان سے آتا ہے اور تکبر کرنے والے کو شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس راہ سے قطعاً دور نہ ہو قبول حق و فیضانِ الوہیت ہرگز نہیں پاسکتا۔ کیونکہ یہ تکبر اس کی راہ میں روک ہو جاتا ہے۔ بس کسی طرح سے تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ علم کے لحاظ سے نہ دولت کے لحاظ سے نہ وجاہت کے لحاظ سے نہ ذات اور خاندان اور حسب ونسب کی وجہ سے کیونکہ زیادہ تر تکبر انہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو ان گھمنڈوں سے پاک وصاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک پسندیدہ و برگزیدہ نہیں ہوسکتا۔''

(تقریریں صفحہ ۱۹)

محترم مولانا مبشر احمد راجیکی صاحب مربی سلسلہ کی

مانسہرہ میں تعیناتی اور تبلیغی مساعی

جماعت کی طرف سے ایبٹ آباد مانسہرہ میں کوئی نہ کوئی مربی تعینات کیا جاتا تھا۔حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے پاس والد صاحب کا بھی ربوہ آنا جانا اور دعا کے لئے ملنا ہوتا تھا۔ان کی اولاد سے بھی تعلق تعارف تھا۔

پاکستان بننے کے بعد ہندو وسکھ، جو اکثر تاجر تھے، انڈیا منتقل ہو گئے۔اب تجارت کا یہ میدان خالی تھا۔حضرت بزرگوار والد صاحب نے دانشمندی سے بڑے بیٹے بشیر شاہ کو مانسہرہ دوکان ڈالنے کے لئے تیار کیا۔آپ کو شروع بچپن سے ہی تجارت کی سوجھ بوجھ تھی۔بشیر شاہ کو پہلے آپ نے قادیان داخل کرنے کے لئے بھیجا لیکن یہ وہاں سے دہلی چلے گئے اور دہلی سے واپس آ کر گھر میں فارغ تھے۔آپ نے مین بازار مانسہرہ میں ان کو غلہ کی دوکان ڈال کر دی۔ شروع میں چھوٹا کام تھا۔پھر کافی کام بڑھ گیا اور ہول سیل کا شروع کر دیا۔گُڑ، چینی، شکر ہر قسم کا غلہ نیز کھل وغیرہ سندھ پنجاب سے ٹرکوں کے ذریعہ منگواتے اور کم منافع پر فروخت کرتے۔اس طرح مانگ بہت زیادہ ہوگئی۔ایک دوسری دکان بمقام حویلیاں ڈال کر دی۔ یہاں ریلوے کا آخری سٹیشن ہے۔ یہاں ویگنوں کے ذریعہ مال منگواتے اور ہزارہ کے مختلف علاقوں مظفر آباد، بالاکوٹ، گلگت تک اور اِدھر شنکیاری، بٹل، بٹگرام، اوگی تک مال سپلائی کرتے۔ یہاں پر کئی مزدوردن کو ویگنوں سے مال اتارتے۔ٹرکوں پر مانسہرہ اور ضلع کے کئی شہروں میں بھجواتے۔اس طرح مانسہرہ حویلیاں میں آپ کی تجارت وسیع ہوگئی۔آپ کا ایک مکان مانسہرہ میں تھا جس میں

خانساماں رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح حویلیاں میں بھی ایک مکان تھا جس میں بھی خانساماں موجود تھا۔ حویلیاں کے کاروبار کی نگرانی آپ کے بھائی مکرم صادق شاہ صاحب کرتے تھے۔

60-1958ء کا زمانہ تھا۔ پاکستان کے بھی اچھے حالات تھے۔ ان ایام میں مبشر احمد راجیکی صاحب آئے۔ ہماری واقفیت تھی۔ آپ بغیر فیملی کے تھے اور ہمارے مکانوں بمقام حویلیاں اور مانسہرہ میں رہائش رکھتے تھے۔ سارے بچے پھگلہ میں رہائش پذیر تھے۔ خاکسار نے بھی عطر شیشہ مڈل سکول سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد مانسہرہ ہائی سکول میں داخلہ لے لیا تھا۔ ان دنوں مجھے بھی سکول سے آ کر دکان پر بھی کچھ وقت کچھ کام کرنا پڑتا جس میں زیادہ تر لوگوں سے بلوں کی وصولی کا کام ہوتا تھا۔

مبشر صاحب ہمارے گھر ہی مانسہرہ مقیم تھے۔ کبھی ہماری دوکان میں تبلیغی سلسلہ میں بیٹھتے، کبھی حکیم عبدالواحد صاحب کے دواخانہ میں۔ حکیم عبدالواحد صاحب بھی ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے۔ مبشر صاحب ان کے پاس بیٹھتے۔ والد صاحب بھی گاؤں سے آ کر حکیم صاحب کی دکان پر بیٹھتے۔ حکیم صاحب سے پہلے کی دوستی تھی۔ اس طرح ان کی دوکان بھی ایک تبلیغی مرکز بنی ہوئی تھی۔ مین بازار میں ہی ایک انڈین ٹیلر کی دوکان تھی جو اعلیٰ قسم کی سلائی کا مرکز تھی۔ بڑے بڑے وکیل وغیرہ ان کی مجلس میں بیٹھتے۔ ان کی زبان بھی دہلی کی شستہ زبان تھی۔ مبشر احمد راجیکی صاحب بھی ان کے پاس جانے لگے۔ آپ کی دہلی والی نفیس اردو اور ساتھ میں مذہبی مجالس اور اعلیٰ قسم کے شاعر۔ وہاں پر آپ نے مجلس کا ایسا رنگ جمایا کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والے تھے وہ بھی ان کی شستہ زبان سے اور تبلیغ کے خاص انداز بے حد متاثر ہوتے۔

حضرت والد صاحب مبشر احمد راجیکی صاحب کو کبھی اپنے ساتھ پھگلہ گاؤں لے آتے یہاں بھی آپ تبلیغ کرتے۔ مبشر احمد راجیکی صاحب ربوہ میں مسجد ناصر کے قریب ہی رہتے تھے ساتھ ہی ہم پیچھے ملحقہ مکان میں رہتے تھے۔ آپ کی وفات ۳؍فروری ۱۹۸۹ء کو ہوئی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

مبشر صاحب تبلیغی گفتگو میں ایک خاص رنگ جماتے جو سامعین کی دلچسپی کا باعث ہوتی۔ آپ کی تبلیغ نہایت دلچسپ اور خوش طبع ہوتی جس سے کوئی اکتاہٹ یا بیزاری نہیں ہوتی تھی۔ وہاں بھی والد صاحب کے ساتھ کبھی اپنے باغ میں چلے جاتے، کبھی بڑاسی کے جنگل میں جہاں انگریزوں کے وقت کا ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس ہے۔ وہاں بیٹھے ہوئے دریائے کنہار مظفرآباد تک کی پہاڑیوں کے دلفریب منظر کا نظارہ ہوتا ہے۔

ایک دفعہ گاؤں میں آپ کی ایک دیوبندی مولوی سے بات چیت ہوئی۔ دوران گفتگو بات سچے نبی کی صداقت پرکھنے کے متعلق صفات پر چل نکلی۔ مولوی نے کج بحثی کرتے ہوئے کہا کہ نبی پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔ وہ بکریاں چراتا ہے، وغیرہ۔ مکرم مبشر راجیکی صاحب نے قرآن اور حدیث سے اصول بتائے۔ بحث کو کسی صحیح فیصلہ تک پہنچانے کیلئے گاؤں والوں نے تجویز کیا کہ دونوں فریق ایک کاغذ پر سچے نبی کو پرکھنے کے اصول اور صفات تحریر کریں۔ چنانچہ سادے کاغذ منگوا کر مکرم مبشر راجیکی صاحب اور اُس مولوی صاحب کو دئے۔ آدھے گھنٹے کا وقت مقرر ہوا۔ دیوبندی مولوی نے چند ایک باتیں لکھیں۔ مبشر صاحب نے اسی ٹائم میں نبی کی اس قدر مدلل عظیم صفات سو کے قریب لکھ دیں۔ جب راجیکی صاحب کی لکھی ہوئی باتیں ہمارے ایک چچا نے پڑھ کر سنائیں تو مولوی کی سخت سبکی ہوئی اور مبشر احمد صاحب کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب پر بے حد اچھا اثر ہوا اور علمیت ظاہر ہوئی۔ سیّدوں کا بڑا رعب اور اثر ہے۔ مولوی کو انہوں نے بڑا طعن کیا کہ او مولوی تو کس نکھٹو سکول میں پڑھ کے آیا ہے۔ مولوی کو سخت ملامت کی گئی۔

مبشر صاحب کا مانسہرہ اور یہاں بھی سب پر بے حد اثر تھا۔ ان ہی دنوں میں ان کے والد صاحب حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کی وفات ۱۵؍ستمبر ۱۹۶۳ء کو ہوگئی اور وہ فوراً واپس ربوہ چلے گئے۔ بعد ازاں ان کی ڈیوٹی وہاں ہی لگا دی گئی۔ جب ہم ربوہ میں منتقل ہوئے تو مسجد ناصر کے پاس ہمارا گھر تھا۔ ان سے ہر وقت دلچسپ علمی ملاقات ہوتی تھی۔ والد بزرگوار کو مبشر صاحب کے بھائی مصلح الدین راجیکی صاحب کا یہ شعر بہت پسند تھا:

سلیقہ نہیں تجھ کو رونے کا ورنہ
بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

جرأت، بہادری اور بے خوفی

والد صاحب کی جرأت اور بہادری کی بھی بے شمار مثالیں ہیں۔ روزوں، نمازوں، نوافل کے آپ پابند تو تھے ہی۔ گرمی، سردی، اندھیری ہو یا چاندراتیں بعض اوقات آپ عشاء کے بعد یا سحری کے وقت نوافل کی ادائیگی کے لئے زمینوں پر پہاڑی نالہ پر اپنے بند کے پاس چلے جاتے۔ وہاں ایک نہایت میٹھے پانی کا چشمہ جو سردیوں میں ہلکا گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا یخ ہوتا ہے بہتا تھا۔۔ ساتھ ہی کھیت جن میں چاول بھی کاشت ہوتے تھے، ساتھ اپنا باغ جس میں سیب خرمانی، اخروٹ، بادام کئی طرح کے پھل تھے۔ بعض اوقات بارشوں کے ایام میں اس نالہ میں دریا کی طرح طغیانی آجاتی تھی۔ پیچھے بڑا سی کا جنگل جس میں برٹش کے وقت کا فوجی کیمپ اور اس میں گھوڑے اور خچریں تھیں۔ کئی دفعہ رات کو چیتے یا شیر ان خچروں اور گھوڑوں پر حملہ کرتے تو گھوڑے زنجیریں توڑ کر بھاگ جاتے تھے جن میں سے کئی تو پہاڑی نالوں میں گر کر مرجاتے تھے۔ یہاں آپ نے چھوٹی سی مسجد نماز کے بنائی ہوئی تھی اور اس خوفناک منظر کے ہوتے بھی آپ یہاں اندھیری راتوں میں کئی کئی گھنٹے نوافل ادا کر کے واپس گھر کو لوٹتے اور آتے جاتے ہر وقت تسبیحات اور قرآن کریم کا ورد کرتے۔ آپ کے ذہن میں یہی ہوتا کہ:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○

(سورۃ یونس: ۶۳)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فرماتے تھے کہ اس پہاڑی نالہ سے بعض اوقات خوفناک آوازیں بھی آتی ہیں اور بعض اوقات ایک بڑا اُلو رات کو مختلف آوازیں نکالتا ہے جس سے لوگ ڈر جاتے ہیں۔ ایک دفعہ رات

کے وقت جنگل سے گذرتے ہوئے ایک سیّد انہی آوازوں سے خوف زدہ ہوکر شدید بخار میں مبتلا ہوکر فوت ہوگیا تھا۔لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے بھروسے اور یقین سے کسی خوف میں مبتلا نہیں ہوتے تھے۔ الحمد للہ علٰی ذالک

گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنا

ہمارے گاؤں پھگلہ کی خاصی آبادی ہے۔ یہاں کا مولوی انتہائی شریف النفس، بے ضرر اور صالح آدمی تھا۔اس نے کبھی بھی تفرقہ بازی کی شرارت نہ کی تھی۔ وہ جمعہ پڑھانے کے حق میں تھا۔ ہمارے حق میں بھی کلمہ خیر کہنے میں اسے کوئی باک نہ تھا لیکن ایک دوسرے گاؤں کا دیوبندی کانگریسی ملا سخت شریر پاکستان کو پلیدستان اور قائداعظم کو کافراعظم کہنے والا ہمارے گاؤں کے شریف مولوی کو آکر اکساتا کہ اس گاؤں میں تو جمعہ جائز نہیں۔کئی دفعہ بحث مباحثہ ہوا۔ آخر ہمارے چچا صاحب نمبردار نے یہ فیصلہ کیا کہ مولوی کریم عبداللہ اور اس کا ساتھی عبداللطیف اور ان کے چیلے قرآن پر قسم اٹھائیں کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوسکتا تو ہم جمعہ پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ اس طرح ان مولویوں نے مسجد میں قسم اٹھائی کہ اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔اس طرح ان بدبخت مولویوں نے گاؤں کی خاصی آبادی کو جمعہ پڑھنے سے محروم کردیا۔اس مسجد کی تعمیر کا سارا حساب چچا نمبردار صاحب نے مجھے دیا ہوا تھا۔مسجد میں نے ہی بنوائی تھی۔کافی عرصہ سے ہم آتے جاتے تھے۔ پھر یہاں ہم نے ایک اور چھوٹی سی مسجد بنادی اور یہاں ہم اپنی نمازیں ادا کرتے۔ بعد میں فرقہ بازی کی شورش بڑھ گئی تو ہماری پکی سیمنٹ کی دیوار پر سیمنٹ سے کندہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا،کلمہ طیبہ، پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار، بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور کلمات طیبہ کو پولیس اور مولویوں اور گاؤں والوں نے ہتھوڑے چھنیوں سے توڑ توڑ کر مٹایا۔احمدی فوٹو گرافر رانا احمد صاحب نے اس موقع کی تصویریں بنارہے تھے تو ان کا قیمتی کیمرہ بھی چھین کر توڑ دیا اور

ہماری مسجد مسمار کروادی۔ کچھ عرصہ بعد ہمارے نئے بنے ہوئے مکانات، قیمتی لٹریچر اور ہر چیز بھی جلا کر خاکستر کردی۔ اس سے تھوڑے عرصہ قبل ہم ربوہ شفٹ ہو گئے تھے۔ ہمارے ملازم وغیرہ تھے، لیکن ان کی کون سنتا تھا۔ یہ دنیاوی مال و دولت تو ضائع ہوا لیکن ہماری احمدیت ہر لحاظ سے محفوظ رہی۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ۔

الہام پر اعتراض اور خدائی مدد

منڈھار گاؤں کے ایک دیوبندی کانگریسی ملا کے ساتھ اکثر مباحثہ ہوتا تھا۔ یہ ملا بھی پانچ روپے کی خاطر غلط نکاح پڑھا دیا کرتا تھا۔ حرام کھانے والے ان ملاؤں کی خصلت بن جاتی ہے کہ کسی بھی نیک آدمی یا پیغامبر کی ہزاروں لاکھوں اچھی باتیں ان کو نظر نہیں آتیں اور چند ایک اختلافی باتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نوٹ کر کے رکھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ انہی باتوں کو جاہل عوام کے آگے بیان کر کے تمسخر اور تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی سینکڑوں کتابیں اسلام کے دفاع میں قیمتی موتیوں اور قیمتی خزانوں سے بھری پڑی ہیں لیکن ان خشک ملاؤں کو ان خزانوں سے کچھ حاصل کرنے کی توفیق نہیں مل پائی۔ لیکن چند ایک باتیں جو ان کج فہموں کی سمجھ سے باہر ہیں یا جان بوجھ کر کج بحثی کے لئے انہوں نے یہ باتیں رٹ رکھی ہوئی ہیں۔ جو سالہا سال سے انہی کو پیش کر کے بیوقوف لوگوں کو ظلمت کی تاریکی میں دھکیلتے اور فساد کی راہ پر ڈالتے رہتے ہیں اور صداقت سے محروم رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ میرے ساتھ بحث کے دوران جب یہ دیوبندی مولوی وفات مسیح کے قرآنی دلائل سے لاجواب ہوا تو اس الہام پر اعتراض کیا کہ تمہارے مرزا صاحب پر ٹیچی ٹیچی فرشتہ نازل ہوا ہے۔ بھلا بتاؤ تو ٹیچی ٹیچی بھی کوئی فرشتہ ہے۔ اس گفتگو کے دوران بھی مولوی کج بحثی پر اترا ہوا تھا کہ ہمارے گاؤں کی مسجد کا پیش امام جو نہایت سعید فطرت اور شریف النفس تھا، درمیان میں وہ بول پڑا کہ مولوی صاحب یہ تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیا تمہارے پاس اللہ

تعالیٰ کے فرشتوں کی لسٹ ہے۔ خدا کے تو کروڑوں اربوں فرشتے ہیں اگر ایک کا نام ٹیچی ہو گیا تو کون سا اندھیر پڑ گیا۔ یہ تو ایک سچے آدمی کی سچائی کی دلیل ہے کہ جو بھی اس کو الہام میں نظر آیا وہ نام بتا دیا۔ جھوٹا آدمی ہوتا تو اپنی بڑائی برتری کے لئے اچھا سا نام پیش کرتا۔ اپنے ہی مولوی کی زبانی یہ جواب سن کر مولوی سخت لاجواب ہوا۔ اس طرح اس کا منہ بند ہوا اور تمام حاضرین مجلس کے سامنے بھی اس کی سبکی ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری غیبی مدد فرمائی۔

حضرت اویس قرنیؒ کی امام مہدی سے مماثلت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ والد صاحب دسمبر میں قادیان گئے۔ برف پر چل کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کر کے واپس گاؤں آئے۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۱ رفروری ۱۹۳۰ء یوم الجمعہ ۲۱ ررمان ۱۳۴۸ھ الفضل جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء کے بیعت کرنے والوں کی فہرست جو الفضل ۲۱ رفروری ۱۹۳۰ء کو شائع ہوئی اس میں آپ کا نام سیّد عبدالرحیم شاہ ساٹھویں نمبر پر درج ہے۔ اس لئے مصدقہ طور پر آپ کی دسمبر ۱۹۲۹ء میں بیعت ہوئی اور اسی ۱۹۲۹ء کے دسمبر میں آپ پھگلہ گاؤں سے پاپیادہ برف پر گیارہ میل چل کر مانسہرہ پہنچے اور آگے بس پر سوار ہوئے۔ بیعت کر کے واپس آئے۔ آپ ہمیشہ خوشی کا اظہار فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے مہدی کی شناخت کی توفیق عطاء کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق کہ اگر تمہیں برف پر چل کر جانا پڑے تو میرے مہدی کو میرا سلام پہنچانا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام صرف دو آدمیوں کو دیا تھا۔ ایک حضرت اویس قرنیؒ کو اور ایک حضرت امام مہدیؑ کو۔ حضرت اویس قرنیؒ کے متعلق آپ بتاتے کہ آپؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں زندہ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے لیکن اپنی ضعیف والدہ کی وجہ سے آپؐ کو ملنے اور دیکھنے سے معذور تھے۔ آپ ظاہری نمود و نمائش سے لاتعلق ہمہ وقت ذکر و فکر استغراق و محویت کی کیفیت میں دنیا سے مخفی اور مستور الحال رہتے آپ کا تعلق قحطانی قبیلہ اور قرن نامی بستی سے تھا۔

آپ شتر بانی کرتے تھے اور آمدن والدہ پر خرچ کے علاوہ باقی راہِ خدا میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ کو دربار نبوی سے غائبانہ طور پر خیر التابعین کا معزز لقب ملا تھا۔ حضرت اویس قرنیؒ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ اس قدر محبت و پیار تھا کہ جنگ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کے شہید ہونے کا علم جب آپ کو ہوا تو آپ نے اپنے سارے دانت ایک ایک کر کے نکال دیئے کہ نامعلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا دانت شہید ہوا ہوگا۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنیؒ کو اپنا سلام پہنچانے کا صحابہ کو حکم فرمایا۔ والد صاحب مرحوم بتاتے تھے کہ اویس قرنیؒ کے بعد دوسرا سلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کو سلام دیا کہ اگر گھٹنوں کے بل برف پر چل کر جانا پڑے تو میرے مہدی کو میرا سلام پہنچانا اور اس میں سِّر اور راز اور پیشگوئی تھی کہ مہدی مکہ مدینہ سے دور ہو کر اور بن دیکھے میرا سب سے زیادہ محبوب اور عاشق صادق میرے ہی دین کو دنیا میں پھیلانے والا ہوگا اور مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے اشارہ وارشاد سے ہی آپ نے مہدی کی طرف سلام پہنچانے کا کہا۔ والد صاحب اس پر بہت شکر کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بھی یہ پیشگوئی پوری فرمائی اور برف پر گیارہ میل پیدل چل کر مسیح موعود کو قبول کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ الحمدللہ علٰی ذٰالک

اویس قرنیؒ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غائبانہ بے پناہ محبت کا اظہار تھا اور امام مہدی کو بھی اسی طرح بن دیکھے انتہائی محبت تھی۔ اس لئے ان دونوں کو سلام پہنچانے کا ذکر فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا جس کی بناء پر حضورؑ نے آپ کو سلام پہنچانے کا ذکر فرمایا:

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

(درثمین)

میرا طبیہ کالج ربوہ میں داخلہ

چونکہ حضرت والد صاحب بزرگوار لاہور طبیہ کالج سے ۱۹۲۲ء سے پڑھے تھے۔ طب کے پیشہ سے خدمت خلق کی وجہ سے اور دکھی انسانوں کی ہمدردی کو اپنا معمول بنایا ہوا تھا۔ اس وجہ سے پورا علاقہ آپ کی عزت کرتا تھا۔ آپ نے حکمت کو پیشہ کے طور پر اور پیسہ کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا تھا بلکہ اپنی زرعی آمدنی سے خرچ کرتے اور ہر کسی کا فری علاج کر کے رات ہو یا دن کسی وقت بھی مریض آتے، آپ ان کے ساتھ جاتے یا علاج کیلئے دوائیں دیتے۔ اللہ نے آپ کے ہاتھ میں بے پناہ شفا رکھی تھی۔ اُس زمانے میں علاقہ میں ڈاکٹر کم ہی ہوتے تھے۔ آپ خدمت خلق کے بے لوث جذبہ اور دعا کے ساتھ علاج کرتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مریضوں کو شفا ہوتی اور آپ کو احمدیت کی تبلیغ کا موقع بھی میسر آتا۔

احمدیت کی تعلیم اور تبلیغ کے بے پناہ شوق کے تحت مریضوں کا علاج کرتے اَور اُنکے لئے دعائیں بھی کرتے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھ میں غیر معمولی شفا عطاء فرمائی تھی۔ اسی جذبہ کی وجہ سے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وقت آپ نے ربوہ میں طبیہ کالج کا اجراء فرمایا۔

حضرت والد صاحب بزرگوار نے مجھے فرمایا کہ طب کا پیشہ انتہائی مہذب اور معزز پیشہ ہے۔ انسانوں کے دکھوں کا مداوا بھی اور تبلیغ کا بھی ذریعہ ہے۔ میرے بھی بڑے اہم نسخے ہیں اور بڑی بڑی طب کی اہم کتابیں ہیں۔ اس طرح خاکسار کو طبیہ کالج میں داخل کروادیا اور ۱۹۷۴ء تک میں طبیہ کالج میں داخل رہا اور چار سال کا کورس مکمل کیا۔ اس دوران ہمارے بڑے بھائی کے بچے بھی ربوہ منتقل ہوئے اور بعد میں رفتہ رفتہ سب ہی ربوہ ہجرت کر آئے۔ کیونکہ بارہ جولائی ۱۹۷۴ء کو حضرت بزرگوار والد صاحب کی وفات ہوئی۔ اُن دنوں احمدیوں کے خلاف بھٹو حکومت نے مولویوں کی ایماء پر فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی ہوئی تھی۔ انہی خطرناک

حالات میں آپ کی تدفین ہوئی جبکہ اپنے رشتہ داروں اور غیروں سب نے شدید بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ ان نامساعد حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔ احمدیت بھی قائم رہی اور جو لوگ مولویوں نے ڈرا دھمکا کر احمدیت سے انکاری کروائے تھے، وہ بھی والد بزرگوار کے بے پناہ احترام کی وجہ سے جنازہ میں شریک ہو کر دوبارہ احمدیت میں داخل ہوئے اور سب پر اللہ تعالیٰ نے بے پناہ فضل فرمائے اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے نئے سے نئے کامیابی کے راستے کھولے اور رزق کے سامان مہیا فرمائے۔

1974ء میں جماعت کی مخالفت کی وجہ سے خاکسار باقاعدہ اس طبی تعلیم کا زیادہ استعمال تبلیغ اور خدمت خلق کیلئے نہ کر سکا۔ تاہم والد بزرگوار کے ساتھ دوا سازی، جڑی بوٹیوں کے مفردات اور مرکبات کے متعلق خوب تجربہ ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ والد صاحب کی چار پانچ سال تک کینسر کے عارضہ میں ان کی خوب خدمت کی توفیق ملی۔ الحمد للہ علٰی ذالک۔

اس جذبہ کے ساتھ خاکسار کے دو بیٹے عزیزان سید ادریس احمد اور خواس احمد اعلیٰ میڈیکل تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح باقی بھائیوں کے بچے بھی اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سب کو دینی و دنیاوی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

بیماری اور آخری ایّام

حضرت والد صاحبؒ بزرگوار کو جوانی کے زمانہ سے ہی ہرنیا کی تکلیف تھی لیکن اس کے باوجود آپ دنیا کے کام کاج پوری تندہی سے انجام دیتے رہے اور دینی کاموں میں بھی کبھی سستی نہ ہونے دی اور کبھی بھی یہ تکلیف آپ کے معمولات میں مانع نہ ہوسکی۔ اس عارضہ کے باوجود آپ کئی کئی گھنٹے تہجد کی نماز میں کھڑے رہتے اور جب یہ تکلیف بڑھ جاتی تو خود ہی کوئی دوائی کھا کر یا کھانے پینے میں احتیاط برت کر اس پر قابو پا لیتے۔ ۱۹۶۸ء کے آخر میں اچانک آپ کی بائیں کہنی پر ایک پھوڑا نمودار ہوا جو برابر بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ایبٹ آباد سول ہسپتال میں آپ کو تشخیص کے لئے لے جانا پڑا لیکن یہاں کے ڈاکٹر صحیح تشخیص نہ کر سکے اور عام پھوڑا سمجھ کر معمولی آپریشن کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد یہ پھوڑا دوبارہ نمودار ہو کر پھر بڑھنے لگا اور ساتھ ہی درد کی تکلیف بھی شروع ہوگئی۔ چنانچہ پھر ایبٹ آباد کے ڈاکٹر صاحبان کی طرف رجوع کیا گیا۔ اس دفعہ انہوں نے آپریشن کر کے پھوڑے کا مواد پشاور لیبارٹری میں ٹیسٹ کے لئے بھجوا دیا۔ ٹیسٹ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کینسر ہے۔ چنانچہ اس کے تین چار ماہ بعد پھر یہ پھوڑا نکل آیا۔

آخر ۱۹۶۹ء میں ہم والد ماجد کو لاہور لے گئے۔ وہاں جلد ہی آپ کو میو ہسپتال کے البرٹ وکٹر وارڈ میں داخلہ مل گیا اور ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب مرحوم نے نہایت احتیاط سے آپریشن کر کے پھوڑے کا سارا مواد نکال ڈالا۔ ہم مہینہ بھر وہاں رہے۔ اس دوران آپریشن کے بعد آپ کی صحت کافی اچھی ہوگئی۔ عیادت کے لئے آنے والے اور ہر ملنے ملانے والے سے آپ انتہائی محبت اور پیار سے ملتے اور تبلیغ فرماتے۔ ربوہ سے ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی والد ماجد کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے والد ماجد کو سُچی بوٹی استعمال کرنے کا مشورہ دیا اور اگلے ہی دن ربوہ پہنچ کر آپ نے کمال شفقت سے سُچی بوٹی میو ہسپتال بھجوا دی۔

ہسپتال سے گھر آنے کے تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کو بازو میں پھر ایک گلٹی نمودار ہوگئی لیکن اس بوٹی کے مسلسل استعمال سے وہ گلٹی دب گئی۔ چنانچہ حضرت والد صاحب عرصہ پانچ سال تک وقفہ وقفہ سے یہ بوٹی استعمال کرتے رہے اور اس موذی مرض سے محفوظ رہے لیکن ۱۹۷۳ء کے اوائل میں آپ کے بازو پر پھر ایک پھوڑا نمودار ہوگیا جو آہستہ آہستہ بڑھنے لگا اور ساتھ بغل میں بھی اس کی ایک شاخ نکل آئی۔ سُچی بوٹی کا استعمال شروع کر دیا گیا لیکن پھوڑا برابر بڑھتا ہی گیا اور ساتھ درد بھی ہونے لگا۔ اس لئے ہم نے پھر لاہور جانے کا پروگرام بنایا۔

۱۳/اپریل کو پھگلہ سے روانہ ہوکر راستے میں چند یوم کے لئے ربوہ ٹھہرے لیکن اس دوران آپ کو ہرنیا کی شدید تکلیف ہوگئی۔ رات سخت بے چینی میں کٹی صبح کو معلوم ہوا کہ لائل پور میں بھی ایک ماہر ڈاکٹر ہیں۔ اخویم بشیر شاہ صاحب فوراً لائلپور پہنچے اور وہاں ڈاکٹر ولی محمد صاحب سے ملاقات کی اور بیماری کا ذکر کیا۔ چنانچہ ان کے ارشاد کے ماتحت ہم آپ کو بیس اپریل بروز جمعہ لائلپور لے گئے اور ڈاکٹر ولی محمد صاحب نے کمال شفقت اور جرأت سے آپ کا ہرنیا کا آپریشن کر دیا۔ آپریشن نہایت کامیاب رہا اور جلد ہی آپ صحت یاب ہوگئے۔ پھوڑے کی تکلیف بدستور تھی لیکن اس ہرنیا کے اپریشن کی وجہ سے ڈاکٹروں نے فوراً دوسرا آپریشن کرانے سے منع کر دیا تھا۔ چنانچہ ہم ۹/مئی کو ہسپتال سے فارغ ہوکر ربوہ آگئے لیکن یہاں پر شدید گرمی تھی۔ اس لئے یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور دوسرے روز ہی ربوہ سے روانہ ہوکر رات کو پھگلہ پہنچ گئے۔ مہینہ بھر گھر ٹھہرے لیکن پھوڑے کی تکلیف برابر بڑھتی گئی۔ ہم گیارہ جون کو پھر لاہور روانہ ہوگئے اور ۱۳/جون کو میو ہسپتال میں داخلہ مل گیا۔ اس دفعہ بھی بہت بڑا آپریشن ہوا۔ بغل اور بازو سے تقریباً تمام متاثرہ گوشت صاف کرنا پڑا۔

الٰہی تصرفات

اس دوران تصرف الٰہی کا ایک عجیب واقعہ ظاہر ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان دنوں ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب رخصت پر تھے اور انہوں نے ممتحن اعلیٰ کی حیثیت سے کراچی جانا تھا لیکن والد بزرگوار کی شدید خواہش تھی کہ آپ یہاں رہ کر خود ہی میرا آپریشن کریں۔ ڈاکٹر صاحب مجبور تھے کیونکہ جہاز کی سیٹیں بک ہو چکی تھیں اور آپ کا کراچی جانا ضروری تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا کیا ہوا کہ اسی دوران موسم سخت خراب ہو گیا اور پانچ دن تک آپ کا جہاز پرواز نہ کر سکا اور آپ کراچی جانے سے رہ گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے خود ہی والد محترم کا آپریشن کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری فرما دی۔ الحمدللہ علٰی ذالک

اسی اثناء میں ایک اور عجیب واقعہ یہ ہوا کہ آپریشن کے بعد دوسرے دن نرسوں نے آپ کو خون کی بوتل لگائی لیکن آپ کو شدید ری ایکشن شروع ہو گیا۔ اس وقت تمام ڈاکٹر کسی مریض کے آپریشن میں مصروف تھے اور ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب چھٹی پر تھے۔ نرسوں نے انتہائی کوشش کی لیکن کوئی ڈاکٹر موقع پر نہ پہنچ سکا۔ حالت بالکل قابو سے باہر ہو چکی تھی کہ اتنے میں اچانک ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب تشریف لے آئے اور والد ماجد کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ فوراً آپ نے والد ماجد کے کانپتے ہوئے جسم کو تھاما اور بڑی مشکل سے وریدی انجکشن لگائے اور فوراً آکسیجن دینا شروع کی تو آپ کے وجود میں دوبارہ زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس اثناء میں ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب نے اس وارڈ کے تمام ڈاکٹروں کو بلا کر والد ماجد کی حالت دکھائی اور اس بے احتیاطی پر ان کو سخت ڈانٹا۔

چند دنوں کے بعد اخویم بشیر شاہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے میرے کراچی کے پروگرام میں محض شاہ صاحب کے لئے رکاوٹ ڈالی تھی کہ ان کی خواہش پوری ہو جائے۔ نیز فرمانے لگے کہ میرا یہاں بروقت پہنچنا اللہ تعالیٰ کی ہستی کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔ کیونکہ اگر میں ری ایکشن سے دو منٹ پہلے آ کر واپس چلا جاتا تو پھر بھی کچھ

فائدہ نہ ہوتا اور ری ایکشن سے چند منٹ بعد آتا تو پھر بھی بیکار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عین اس موقع پر مجھے پہنچایا اور شاہ صاحب کی زندگی کے سامان پیدا فرما دیئے۔ اس دفعہ چونکہ بازو سے کافی گوشت کاٹ کر پھوڑے کا مواد خارج کیا گیا تھا۔ اس لئے ہاتھ میں دوران خون بند ہو گیا لیکن زخم کسی قدر ٹھیک ہونے پر ہمیں ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال سے رخصت ہونے کی اجازت دے دی اور اس دوران خون تیز کرنے کے لئے بعض دوائیاں تجویز فرما دیں۔ باقی زخم پر پٹی کرنی ہوتی تھی تو وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خاکسار خود کر لیتا تھا۔

بعض بشارتیں

انہی ایام کا ذکر ہے کہ بیماری کے غیر معمولی اخراجات اور دکانوں سے غیر حاضری کی وجہ سے کاروبار کا سخت نقصان ہوا جس کی وجہ سے ہمارے مالی حالات سخت خراب ہو گئے۔ والد بزرگوار کو بھی اس کا شدید احساس تھا۔ اس لئے ہر وقت آپ دعائیں کرتے رہتے چنانچہ ایک دفعہ دعا کے بعد آپ کو ذیل کی آیت کریمہ الہام ہوئی:

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ✷

یعنی ایسی کوئی چیز نہیں جس کے غیر محدود خزانے ہمارے پاس نہ ہوں لیکن ہم انہیں ایک معین اندازے کے ساتھ ہی اتارتے ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے مالی حالات کی بہتری کے لئے دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ آپ ذیل کی آیت پڑھ رہے ہیں اور یہ آیت پڑھتے پڑھتے آپ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ آیت یہ ہے:

فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ✵

یعنی اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

اس کی تفہیم آپ کو یہ ہوئی کہ انشاء اللہ تنگی کے بعد آسائش کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

✷ سورۃ الحجر: 22 ✵ سورۃ الروم: 25

ابتلاء کی حکمت

یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آتی ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو مختلف ابتلاؤں میں سے گذارتا ہے تاکہ ان کی طبعی استعدادیں اپنے کمال کو پہنچ جائیں لیکن بعض لوگ روحانی رازوں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے عذاب اور ابتلاء میں فرق نہیں کر سکتے اور بے محابا اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ سو یادرکھنا چاہئے کہ عذاب وہ دُکھ ہے جو بطور سزا ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے دوری اور نیکیوں سے محرومی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن ابتلاء ایک ایسی آزمائش ہے۔ جس کے ذریعہ ایک مومن بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب اور تقویٰ وطہارت میں اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ (سورة البقرة: ۱۵۶ تا ۱۵۸)

یعنی ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ سے ضرور آزمائیں گے اور اے رسولؐ! تو اِن صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادے۔ جن پر جب بھی کوئی مصیبت آئے گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں بھی ابتلاء کو بلندی درجات کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ مشکوٰۃ میں آتا ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا

سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ اتَّفَقَا حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى.

(سنن أبي داؤود كتاب الجنائز باب الاء مراض المكفرة للذنوب)

یعنی جب کوئی بندہ اس مقام پر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو جسم، مال یا اولاد کے دکھ میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کو صبر کی توفیق عطاء کرتا ہے اور اس طرح اس کو اس مقام پر فائز کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے پہلے سے مقدر ہو چکا ہے۔

حضرت والد بزرگوار کی بیماری اور مشکلات پھر آپ کا صبر اور استقامت اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور نصرتیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔

لاہور میں تیسرے آپریشن کے بعد والد ماجد ہسپتال سے رخصت ہو کر گھر آ گئے تھے لیکن کینسر ایسی نامراد بیماری ہے کہ اس کا کوئی معمولی زخم بھی رہ جائے تو دوبارہ سہ بارہ بیماری عود کر آتی ہے۔ گھر آنے کے کچھ عرصہ بعد یہ زخم پھر گلٹی بن کر خطرناک صورت اختیار کر گیا۔ چنانچہ ہم پھر آپ کو لاہور لے گئے۔ ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب نے معائنہ کے بعد بازو کاٹنے کا مشورہ دیا اور آپریشن کر دیا گیا۔ آپریشن نہایت کامیاب رہا اور صحت لمحہ بہ لمحہ ترقی کرنے لگی اور تھوڑے دنوں بعد ڈاکٹر صاحب نے ہمیں اجازت دے دی اور ہم والد صاحب کو گھر لے آئے۔ والد صاحب تین چار ماہ تک ٹھیک اور صحت مند رہے لیکن زخم میں ایک گلٹی پھر بن گئی۔ دوائیوں اور سُچی بوٹی کے استعمال سے کچھ عرصہ اور گذر گیا۔ ماہ دسمبر میں آپ کو ہم ربوہ لے آئے۔ یہاں جلسہ سالانہ اور عید میں آپ نے بیماری کے باوجود باقاعدگی سے شرکت کی۔ اُن دنوں ربوہ کا موسم بھی گاؤں کی نسبت بہتر تھا۔ دسمبر میں وہاں شدید ٹھنڈ ہوتی ہے۔ چونکہ آپ کو گلٹی تھی جو مسلسل بڑھ رہی تھی اس لئے اٹھائیس جنوری ۱۹۷۴ء کو برادرم بشیر شاہ صاحب اور محمد نذیر شاہ آپ کو ربوہ سے لاہور لے گئے۔

وہاں پر آپ کا ایک اور آپریشن ہوا۔ وقتی طور پر آپ کی تکلیف دور ہوگئی اور ہم آپ کو ربوہ لے آئے۔ کیونکہ ان دنوں ہماری کچھ فیملی یہاں تھی اور کچھ گاؤں میں تھی۔ والد صاحب نے ربوہ میں ہی رہنا پسند کیا۔ علاج بھی جاری تھا۔ حالت کافی حد تک تسلی بخش ہوگئی لیکن اچانک ۲۳/مارچ رات کے وقت آپ کو دل کا شدید دورہ پڑا۔ حالت سخت نازک ہوگئی۔ تمام عزیز و اقارب کو تار دے دیئے گئے۔ اِدھر خاکسار حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے گلوکوز ڈرپ اور دیگر دوائیاں دیں جن سے طبیعت سنبھل گئی۔ چنانچہ پھگلہ بہتر حالات کا تار دے دیا گیا لیکن تار کے وہاں پہنچنے سے قبل گھر کے تمام افراد ربوہ پہنچ چکے تھے۔ خیر آپ کے روبصحت ہونے کے بعد تمام عزیز اقارب چند دن ربوہ ٹھہر کر واپس چلے گئے اور جاتے ہوئے سب نے اصرار کیا کہ آپ ہمارے ساتھ پھگلہ تشریف لے چلیں لیکن آپ ربوہ چھوڑنے کے لئے کسی صورت تیار نہ ہوئے اور ان کو دُعا سلام دے کر رخصت کر دیا۔ چونکہ آپ موصی بھی تھے۔ اس لئے آپ ربوہ رہنے پر مصر رہے۔

الٰہی اشارہ

یہاں اس بات کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ جب گاؤں کے لوگ ربوہ پہنچے تو ان کو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ آپ لوگوں کو آنے کی خوامخواہ تکلیف ہوئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میرے اس موت کے منہ سے بار بار بچنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص منشاء ہے۔ ورنہ اس بڑھاپے میں اتنے خطرناک آپریشنوں سے بچ جانا اور اب اس دل کی شدید تکلیف میں اللہ تعالیٰ کا دوبارہ زندگی عطاء کرنا بے مقصد نہیں ہوسکتا اور اس بات کا ذکر آپ نے کئی دفعہ کیا۔

ربوہ سے پھگلہ روانگی

بہرحال وقت گذرتا گیا آخر اپریل تک آپ ربوہ میں ہی قیام پذیر رہے کہ اچانک ایک دن پھگلہ جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور اس شدت سے کہ ہم ربوہ کے گھر والے سب حیران رہ گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بیماری کی وجہ سے آپ کے ذہن پر کوئی اثر ہو بلکہ کوئی غیبی تحریک تھی جو آپ

کو پھگلہ جانے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ چنانچہ آپ نے جمعرات کو آٹھ بجے شب یہ ارادہ ظاہر فرمایا اور اگلے روز جمعہ کو تمام تیاری مکمل کر لی گئی اور ۲۰/اپریل ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ صبح کو ربوہ سے روانہ ہو کر رات ۱۰ بجے پھگلہ پہنچ گئے۔ والد بزرگوار کی اس اچانک آمد پر سب عزیز و اقارب حیران رہ گئے اور انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ پھگلہ پہنچنے کے بعد کینسر کی تکلیف برابر بڑھتی گئی اور نقاہت کے علاوہ شدید درد بھی ہونے لگا۔ بایں ہمہ آپ کے ہوش و حواس درست تھے۔ آپ نے قرآن شریف کی جو سورتیں یاد کی ہوئی تھیں۔ وہ اب بھی یاد تھیں۔ کبھی کبھی ہمیں فرماتے کہ قرآن شریف لے کر میرے پاس بیٹھو اور شدید درد میں بھی وہ سورتیں سنانا شروع کر دیتے اور فرماتے دیکھنا میں کسی جگہ سے بھول تو نہیں رہا۔ لاہور میں بھی آپ کا یہی معمول تھا کہ تکلیف کے دوران آپ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر اذکار شروع کر دیتے اور فرماتے:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ا✷

کہ دلوں کو ذکر الٰہی سے ہی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ہسپتال میں آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہو گیا تھا۔ جو شخص بھی آپ سے ایک دفعہ ملاقات کر لیتا وہ آپ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا دعوت و تبلیغ آپ کی روح کی غذا تھی۔ ہسپتال میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ کے خطوط

والد صاحب دوستوں اور عزیزوں کو خطوط بھی برابر بھجواتے رہتے جو نہایت قیمتی نصائح پر مشتمل ہوتے تھے۔ مثلاً برادرم محمد صادق شاہ صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”دنیا میں انسان کی نظر ہزاروں بتوں پر ہوتی ہے۔ لیکن جب بتوں سے مایوس ہو کر وہ لاانتہاء قدرتوں والے خدا کے سامنے جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناممکن حالات کو ممکن میں بدل دیتا ہے۔ آپ مایوس ہرگز نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ (الزّمر: ۵۴) کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت

✷ سورۃ الرعد: 29

سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ نماز باجماعت باقاعدگی سے پڑھا کریں۔ صبح سویرے کم ازکم چار بجے اٹھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعائیں کریں ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ سنتا نہیں۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آخر ایک دن ضرور سنے گا اور قبول کرے گا اور ایسے حالات پیدا کردے گا۔ جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر محکم یقین رکھیں اور پورے متقی بننے کی کوشش کریں۔"

اسی طرح اپنی ایک چچازاد بہن کو تحریر فرماتے ہیں: (اہلیہ نور احمد شاہ)

"آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کی عمر بھی آپ کو عطاء کر کے صحت بخشے سو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کو یہ ضرورت نہیں کہ ایک کا حصہ دوسرے کو دے دے۔ سورۃ یٰسین کے آخر میں لکھا ہے کہ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (یٰس: ۸۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے تو وہ کُن کہتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہ بیماروں کو شفا بھی دے سکتا ہے۔ ان کی عمر بھی دراز کر سکتا ہے اور غریبوں کو امیر بھی بنا سکتا ہے۔"

اسی طرح ایک خط میں خاکسار کو تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کرنا بڑا ضروری ہے اور اس کے لئے تقویٰ نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو تقویٰ اور پرہیز گاری کی توفیق دے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق ہو جائے تو اس کو خدا تعالیٰ کبھی ذلیل نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ تب راضی ہوتا ہے کہ انسان قرآن پاک کے سب حکموں کو بجالائے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ:

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خورداری

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ بادشمناں نظر داری

بچوں کی آمد کے لئے بیقراری

۲۹رمئی ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے شروع ہونے سے قبل بچے ربوہ میں تھے اور چھٹیوں کے شروع ہونے پر ان کو گھر پہنچنا تھا لیکن چھٹیوں میں ابھی کچھ دن باقی تھے کہ والد ماجد نے بچوں کے نہ آنے کی وجہ سے سخت تشویش کا اظہار کیا۔ دن میں تین چار مرتبہ ان کا پوچھا۔ ۲۷رمئی کو سحری کے وقت اُٹھے تو سخت بیقراری سے فرمایا کہ تمہیں بچوں کا خیال نہیں نہ ان کے لئے روزے رکھتے ہو، نہ تہجد پڑھتے ہو۔ بچوں کی والدہ کو سخت تاکید کی کہ سب کو تہجد کے لئے فوراً جگاؤ۔ اس طرح سب کو تہجد کے لئے جگایا اور روزہ بھی رکھوایا۔ ہمیں سخت پریشانی ہوئی کہ خدا خیر کرے کوئی خاص واقعہ نہ ہو گیا ہو۔ صبح تار بھی دے دیا لیکن بچے ۲۸رمئی کو پھگلہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ جب یہ لوگ آ رہے تھے تو راستہ میں ان کو 29 مئی کے ہنگامہ والی گاڑی بھی ملی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا اور بخیریت پھگلہ پہنچا دیا۔ ہمیں بعد میں جب ۲۹رمئی کے ہنگامہ کا پتہ چلا تو اس وقت والد بزرگوار کی تشویش کی وجہ معلوم ہوئی کہ ۲۸رمئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ سٹیشن پر فساد برپا کروایا گیا تھا۔

رشتہ داروں کی جھوٹی محبت

ان ہنگاموں کے دوران حضرت والد صاحب کی بیماری بالکل آخری مراحل طے کر رہی تھی۔ خوراک بہت ہی کم رہ گئی تھی۔ صرف تھوڑا سا دودھ پی لیتے تھے اور وہ بھی بڑی مشکل سے۔ ہر وقت آپ پر ایک استغراق کا عالم طاری رہتا تھا کبھی کبھی کوئی بات کر لیتے تھے ورنہ اکثر خاموش رہتے۔ اس تشویشناک علالت میں آپ کو ہنگاموں کے حالات سے بے خبر رکھنا ہی قرینِ مصلحت سمجھا گیا تا کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ ہمارے غیر احمدی رشتہ داروں کو

والد ماجد سے محبت اور پیار کے بڑے دعوے تھے۔ کیونکہ والد صاحب نے تمام عمر ان لوگوں کی رات دن بے لوث خدمت کی تھی۔

اس لئے ہم مطمئن تھے اور سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ یہ لوگ اس نازک وقت میں ہمیں چھوڑ دیں گے لیکن خدا تعالیٰ ان کے اخلاص اور محبت کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ جس کے لئے والد صاحب کو ایک مہلک بیماری کے باوجود اب تک زندہ رکھا ہوا تھا تا کہ معلوم ہو سکے کہ یہ لوگ کس حد تک اپنے دعوے میں سچے ہیں۔

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے میرے حاجت برار

(درثمین)

جھوٹی محبت کی یہ ہنڈیا آخر چوراہے میں پھوٹ گئی اور انہیں رشتہ داروں نے ہمیں صاف صاف کہنا شروع کر دیا کہ یا تو آپ غیر احمدی ہو جائیں یا پھر یہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ ان کو ہماری تباہی کا اس قدر یقین تھا کہ وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اب ہم غنڈوں کے ہاتھوں بچ جائیں گے۔ اس لئے ہمیں کبھی نرمی سے سمجھاتے اور کبھی سختی سے لیکن کوئی باضمیر انسان اس جبر سے جس کو یہ اسلام کا نام دے رہے تھے، کسی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔

بہر حال وہ برابر ہمیں مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے اور بار بار ہمیں یہ کہہ کر ڈراتے رہے کہ بالاکوٹ میں دو احمدیوں کو قتل کر دیا گیا ہے اور ایبٹ آباد میں بھی ایک احمدی مار ڈالا گیا ہے۔ جائیدادیں لوٹی جا رہی ہیں اور مکانات جلائے جا رہے ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔

برادرم بشیر شاہ صاحب جواب میں کہتے کہ پھر ہمیں بھی تو ان لوگوں کی طرح حق کی راہ میں شہید ہو جانا چاہئے۔ ہمیں بھاگنے کا کیوں مشورہ دیا جاتا ہے۔ آخر ہم سے اسلام کی خاطر ہی جانیں مانگی جا رہی ہیں۔ ہم اس قربانی سے کیوں پیچھے ہٹیں اور حقیقت بھی تھی احمدیوں پر ظلم قتل و

غارت گھیراؤ اور جلاؤ جاری تھا۔

ایک الٰہی اشارہ

اب والد بزرگوار کی طبیعت نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ ہر وقت محویت کا عالم طاری رہتا تھا۔ کبھی کبھی آنکھ کھولتے اور کوئی ایک آدھ بات کر لیتے۔ اس شدید بیماری کی وجہ سے ہم نے آپ کو ان حالات سے بے خبر رکھا ہوا تھا اور رشتہ داروں کے اس ناروا سلوک سے بھی آپ کو آگاہ نہ کیا گیا تھا لیکن اب آپ کی کشفی آنکھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ایک دن کچھ دیر کے لئے آنکھیں کھولیں اور اخویم بشیر شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''بشیر تم تو بڑی آزمائش میں آ گئے۔''

ہم نے بہت کریدا کہ اس خبر کا ماخذ کیا ہے اور آپ نے یہ بات کس بناء پر کہی ہے لیکن آپ نے کچھ مزید بتانے سے احتراز کیا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ یہ آزمائش کاروبار کی بربادی اور رشتہ داروں کے ناروا سلوک سے تعلق رکھتی تھی۔ اسی طرح بالاکوٹ میں قتل و غارت سے دو دن قبل آپ نے فرمایا:

''بالاکوٹ میں اُن دو جنازوں کا کیا بنا''

اس وقت بھی ہمیں سخت حیرت ہوئی اور بہت کریدا کہ کیسے جنازے؟ لیکن آپ نے کوئی تفصیل نہ بتائی۔ کیونکہ ان دنوں آپ ایک دو باتیں کر کے ہی خاموش ہو جایا کرتے تھے۔ جب بالاکوٹ میں دو احمدیوں کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔ تو پھر والد بزرگوار کی اس پیش از وقت بتائی ہوئی خبر کی حقیقت ہم پر منکشف ہوئی۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اتقوا فراست المومن فانه ینظر بنور الله یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

ہجرت کی کوشش

ہنگاموں کی وجہ سے ضلع ہزارہ میں حالات انتہائی ناگفتہ بہ تھے۔ ایبٹ آباد، مانسہرہ، بالکوٹ اور داتہ وغیرہ مقامات میں ختم نبوت یوتھ فورس کے شر پسند اپنا کام ختم کر چکے تھے اور اب ان کی نظریں پھگلہ پر لگی ہوئی تھیں۔ ان حالات میں یہاں رہنا خودکشی کے مترادف تھا۔ اس لئے خیال کیا کہ یہاں سے ہجرت کر جانا ہی مناسب ہے لیکن والد ماجد کی حالت ایسی نہ تھی کہ اب وہ مزید سفر کی صعوبتیں برداشت کر سکتے۔ تاہم ایک دفعہ کوشش کی لیکن ہمیں کوئی گاڑی یا ٹرک لے جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ کیونکہ دہشت گرد ہر طرف منڈلا رہے تھے اور وہ اس ٹرک کو ہی جلا دیتے جس میں احمدی سوار ہوتے۔

اِدھر ہزارہ کی جماعتوں کا شیرازہ کچھ اس طرح بکھر چکا تھا کہ کسی کو کسی کی مدد کرنے کا یارا نہیں تھا۔ اس لئے ہم سخت پریشان تھے کہ اب کیا صورت اختیار کی جائے۔ آخر بڑی سوچ بچار اور دعا کے بعد ہم نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب خدا تعالیٰ کی راہ میں یہیں لڑیں مریں گے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا کہ پتہ نہیں ان حالات میں مرکز کا کیا ردِعمل ہے۔ اس لئے چوبیس جون کو برادرم بشیر شاہ صاحب ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات عرض کئے۔ حضور ایدہ اللہ نے بہت تسلی دی اور فرمایا میں دعا کروں گا۔ آپ پھگلہ میں ہی مقیم رہیں۔ بھائی صاحب دوسرے روز واپس آ گئے۔ اب مخالفت انتہاء تک پہنچ چکی تھی اور بعض شریروں نے ہمارے نجی ملازم بھی ڈرا دھمکا کر بھگا دیئے تھے۔ زمینداری کی وجہ سے ہمارے پاس کافی مویشی تھے۔ اب ان کی خوراک چارہ پانی کی مشکل درپیش تھی اور ان کی حفاظت کا الگ مسئلہ تھا۔ کیونکہ غنڈے گھر کے سامان کے علاوہ مویشیوں کو بھی بھگا لے جاتے۔ اس لئے ہم نے مویشیوں کو فروخت کرنے کا پروگرام بنایا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں ایک خریدار مل گیا اور اس کو اونے پونے میں سارے مویشی دے دیئے۔ جن میں بعض اعلیٰ نسل کی بھینسیں

بھی تھیں۔ بہر حال فروخت کے نتیجہ میں کافی حد تک بے فکری ہوگئی۔ البتہ بھینسوں کی فروخت کی وجہ سے دودھ کی مشکل ضرور پیدا ہوگئی تھی۔ کیونکہ والد بزرگوار کی بیماری پر کراچی سے ہمشیرہ اور اس کے بچے بھی آئے ہوئے تھے۔ بہر کیف ایک آدمی سے بات چیت کی اور اس سے دودھ قیمتاً لینا شروع کر دیا اور یوں دودھ کا مسئلہ بھی کسی قدر حل ہوگیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان خطرناک حالات میں بھی اس نے ہمیں ثابت قدم رکھا اور ہمارے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی تاہم کبھی کبھی اپنے معصوم بچوں کو دیکھ کر ضرور جذبات بے قابو ہو جاتے کہ خدا معلوم یہ ظالم ان کا کیا حشر کریں گے۔

پھر سب سے زیادہ فکر حضرت والد صاحب کی تھی کہ کہیں یہ ظالم اس بیمار اور کمزور بزرگ کو بھی آگ کی شعلوں کی نظر ہی نہ کر دیں لیکن اس وقت کوئی بالائی طاقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے یہ کہتی سنائی دیتی تھی کہ:

''آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۔۲۵۱)

اور یہ زندگی بخش آواز ہمارے بے چین دلوں کے لئے ڈھارس کا موجب ہو جاتی۔ انہی ایام میں جب دشمن کا دباؤ بہت زیادہ بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اخویم محمد صادق شاہ صاحب کو رویاء میں لطیف نام کا ایک روشن چہرہ دکھایا۔ جس سے ہمیں تسلی ہوگئی کہ اب اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ضرور کوئی لطیف تدبیر فرمائے گا۔ چنانچہ اگلے روز ہی ضلع بھر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوگیا اور کچھ فوج بھی آگئی۔ جمعہ کے دن ہمارے گاؤں میں ایک بڑے جلوس کی آمد متوقع تھی لیکن اس دن وہاں پولیس کی بھاری نفری پہنچ گئی۔ جس کی وجہ سے لوگ کافی مرعوب ہوگئے اور جو جلوس مولویوں نے ہمارے مارنے جلانے کے لئے مانسہرہ سے لانا تھا وہ نہ لا سکے۔ چنانچہ دفعہ ۱۴۴ کے پیشِ نظر علماء کی طرف سے قتل و غارت کی بجائے اب بائیکاٹ کی تلقین ہونے لگی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد مسجد میں قرآن پاک پر ہاتھ رکھوا کر لوگوں سے بائیکاٹ کا پختہ عہد کروایا گیا جو عہد نبویؐ میں مخالفین اسلام کے ہتھکنڈوں کی یاد دلاتا تھا۔

رویاءصادقہ

ادھر اللہ تعالیٰ ہماری سکینت اور اطمینان کے لئے جیسے آسمان سے فرشتے نازل فرما رہا تھا اور چھوٹے بڑوں کو رویائے صادقہ کے ذریعہ تسلی دے رہا تھا۔ چنانچہ انہی ایام میں خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ میں اور عزیزم اعجاز احمد غمگین حالت میں ایک طرف کو جا رہے ہیں اور ہم جاتے جاتے ایک مسجد کے پاس پہنچ گئے ہیں جو کہ نہایت خوبصورت سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کی طرف اندھیرا ہے اور ایک دشوار گذار راستہ ہے۔ جس پر ہم بڑی مشکل سے چڑھے ہیں اور آگے بلندی پر مسجد کا نہایت خوبصورت حصہ نظر آتا ہے۔ اس خواب کی بھی ہم نے یہی تعبیر سمجھی کہ اللہ تعالیٰ معجزانہ طور پر ہمیں امن عطا فرمائے گا اور اس کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا فرمان بھی تسلی کا موجب تھا کہ میں دعا کروں گا تم پھگلہ میں مقیم رہو۔ اب بائیکاٹ چونکہ سخت کر دیا گیا تھا۔ اس لئے ضروریات زندگی کی فراہمی میں بڑی رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔ چکیوں پر آٹے کی پسائی بند کر دی گئی تھی۔ لوہار بڑھئی اور موچی نائی وغیرہ پیشہ وروں کو ہمارا کام کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ ہمارے مخالفوں کی اپنی بسیں تھیں۔ ہمارا ان پر آنا جانا تو بند تھا ہی انہوں نے دوسری بسوں کے مالکوں پر بھی اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے ہمارے لئے سفر کی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی لطیف تدبیر کے مطابق انہی دنوں ایک گورنمنٹ بس سروس مانسہرہ سے عطر شیشہ تک چلا دی تھی جس کے ذریعہ ہمارا سفر آسان ہو گیا تھا اور اسی طرح سودا سلف بھی مانسہرہ سے بعض مخلص اور مہربان دوست لا کر دے جاتے تھے۔

خوابوں میں توارد

انہی ایام میں برادرم محمد بشیر شاہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مانسہرہ کے ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب بڑے تپاک سے ان کو ملے ہیں۔ یہ خواب ابھی انہوں نے بیان نہیں کیا تھا کہ دوسرے دن برادرم صادق شاہ صاحب نے ذکر کیا کہ میں نے آج رات ماسٹر خلیل الرحمٰن

صاحب کو خواب میں دیکھا ہے۔ برادرم بشیر شاہ صاحب حیرت سے کہنے لگے کہ یہی خواب میں نے کل رات دیکھا تھا۔ دو بھائیوں کو ایک ہی جیسا خواب ہمارے گھر میں پہلی دفعہ دکھایا گیا تھا۔ اس لئے سب کو بہت حیرت ہوئی اور ساتھ ہی یہ امید بھی پیدا ہوگئی کہ اب اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمانی صفت کے ماتحت کوئی دوستی اور پیار کے جلوہ دکھائے گا۔ حالات بدستور خراب تھے۔

ہماری مضبوط استقامت کی وجہ سے سارے علاقہ میں یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ پھگلہ کے مرازئیوں کے پاس ربوہ سے اسلحہ آیا ہوا ہے۔ اس لئے مولوی ہمارے قلع قمع کے لئے بڑے وسیع پیمانہ پر تیاریاں کر رہے تھے۔ اِدھر رشتہ داروں کی طرف سے بھی کبھی کبھی پیغام آجاتا تھا کہ آپ یہاں سے ہجرت ہی کر جائیں تو بہتر ہے، یہاں آپ کا بچنا محال ہے اور یہ بھی افواہ پھیلائی گئی کہ پھگلہ کے مرازئیوں کے قتل کرنے کے لئے مولوی اسلحہ کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔

قبر بنانے میں روکاوٹیں

بہرحال ہمیں ہراساں کرنے کے لئے ان لوگوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں سے اب مرنے کا خوف نکال دیا تھا اور ہمیں مرنے سے پہلے مر کر ایک دائمی زندگی کے لئے تیار ہو چکے تھے۔

حضرت والد صاحب کی وفات قریب دیکھ کر شرپسندوں نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ مرزائیوں کو گاؤں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیں گے۔ حالانکہ پھگلہ کا قبرستان گاؤں کی شاملاٹ میں واقع ہے اور محترمہ والدہ صاحبہ کی وفات پر بزرگوار والد صاحب نے انہیں اسی شاملاٹ میں قبرستان کے قریب دفن کر کے اس قطعہ زمین کے گرد پختہ چار دیواری بنادی تھی اور اپنا حصہ الگ کر لیا تھا۔ اس لئے شاملاٹ میں ہمارا حصہ ہونے کی وجہ سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں پہنچتا تھا لیکن گاؤں کے لوگ خواہ مخواہ فتنہ کی صورت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اب پھر انہوں نے دھمکی دی کہ یہاں قبر بنانے کا ارادہ ترک کر دیں، ورنہ بڑا ہنگامہ ہوگا اور چاروں طرف

لاشیں ہی لاشیں نظر آئیں گی اور یہ بھی کہا کہ گاؤں والوں کی مدد کے بغیر آپ اکیلے قبر بنا بھی نہیں سکتے۔اس لئے اس خیال کو دل سے نکال دیں۔ہم نے سب کو صاف صاف جواب دے دیا کہ ہم انشاءاللہ والد ماجد کی قبر یہیں بنائیں گے۔آپ نے جو کرنا ہے کرلیں۔

پہاڑی علاقوں میں قبر بنانے کا کام خاصہ محنت طلب ہوتا ہے۔ایک تو پتھریلی زمین میں ویسے ہی مشکل سے کھدائی ہوتی ہے۔دوسرے قبر کے اوپر بڑے بڑے تختہ نما پتھر رکھے جاتے ہیں۔جو گاؤں کے سب لوگ مل کر بڑی مشکل سے دور جنگل سے لاتے ہیں۔اس لئے ہمارے متعلق یہ خیال بھی نہ کیا جاسکتا تھا کہ یہ اکیلے ہی سارے کام سرانجام دے لیں گے۔

وفات

آخر وہ عظیم بزرگ جو اس علاقہ میں احمدیت کا ستون، روحانیت کا چراغ اور حسن اخلاق کا مجسمہ تھا، ۱۲رجولائی ۱۹۷۴ء بعد نماز جمعہ پانچ بج کر پینتیس منٹ پر دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر گیا۔إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ برس تھی۔

بنا کرد دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

وفات کے بعد ساڑھے سات بجے کے قریب دوستوں کو اطلاع دینے کے لئے اعجاز احمد ابن بشیر شاہ صاحب کو مانسہرہ اور داتہ روانہ کیا اور پھگلہ کے قریب موضع عرب کھن میں جو ہمارے چند مخلص غیر احمدی عزیز تھے۔ان کو اطلاع دینے کے لئے عزیزم سجّاد احمد کو ان کی طرف بھیجا گیا۔چنانچہ عرب کھن کے یہ عزیز اپنے گاؤں اور ہمارے گاؤں اور تمام علاقہ کی مخالفت کے باوجود ہمارے پاس رات کے نو بجے پہنچ گئے اور اپنے ساتھ اپنے ملازم اور قبر کھودنے کا سامان بھی لیتے آئے۔تعزیت کے بعد انہوں نے رات ہی کو قبر کھودنے کا پروگرام بنایا لیکن چونکہ پیچھے ان کے گھروں میں حفاظت کے لئے کوئی نہ تھا اور ان کو بھی شر پسندوں کا خطرہ تھا۔اس لئے بعد اصرار ہم نے ان کو واپس بھیج دیا۔

چچا صاحب کا ہراس

ان کے جانے کے بعد ہمارے ایک غیر احمدی چچا سخت گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے اور نہایت خوف کی حالت طاری کئے ہوئے فرمایا کہ اب تو سخت ہنگامہ کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ لوگ قبر نہیں کھودنے دیں گے۔ صبح کو مولوی جلوس لے کر آئیں گے اور آپ کا قبرستان اکھیڑ دیں گے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ہوں گی اور آگ ہی آگ ہوگی۔ اس لئے آپ جنازہ کو اسی وقت کہیں لے جائیں کیونکہ مولویوں کی منظم ختم نبوت یوتھ فورس ہر طرف احمدیوں کا صفایا کر رہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کی ہمدردی کا شکریہ لیکن آپ خدا کے لئے یہاں سے تشریف لے جائیں اور ہمیں آج مرنے دیں، اسی میں ہماری زندگی ہے۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور اندر جا کر اس عظیم محسن کا منہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ رات گیارہ بجے کے قریب تعزیت کے لئے مانسہرہ سے اعجاز احمد کے ماموں آدم خان صاحب اور ان کے دو خالہ زاد بھائی بھی موٹر کے ذریعہ پھگلہ پہنچ گئے۔ احوال پُرسی کرتے کراتے رات کے بارہ بج گئے۔ چنانچہ مانسہرہ والے مہمانوں کو رخصت کیا کیونکہ انہوں نے صبح پھر پھگلہ آنا تھا۔

قبر کی کھدائی

اب قبر کھودنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ ہم نے سوچا کہ یہ ہمارے پاس فارغ وقت ہے۔ دن کو گرمی ہوگی اور پھر یہ کام صبح کو بھی ہم نے ہی کرنا ہے۔ اس لئے کیوں نہ اسی وقت شروع کر دیا جائے اور پھر یہ بھی خیال آیا کہ صبح کو جو مہمان آئیں گے ان کو کیوں تکلیف دی جائے۔

چنانچہ ہم نے رات ساڑھے بارہ بجے قبرستان جا کر قبر کھودنے کا کام شروع کر دیا۔ اس وقت ہم گھر میں چار بھائی تھے اور دو بھتیجے اعجاز اور سجاد۔ اسی شام کو لالہ عبدالرحیم جو کہ کافی دنوں سے شر پسندوں کے مظالم کی وجہ سے گاؤں چھوڑ چکے تھے، اچانک پھگلہ پہنچ گئے۔ وفات کا سن کر وہ اب پیرانہ سالی کی وجہ سے سخت کام کرنے کے تو قابل نہ تھے۔ تاہم لالٹین پکڑ کر ہمارے

پاس کھڑے رہے اور قبر کے متعلق ہماری راہنمائی کرتے رہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ہمارے قبرستان کی زمین سخت پتھریلی ہے۔ کچھ ناتجربہ کاری بھی تھی۔ علاوہ ازیں والد صاحب کی وفات کی پریشانی اور پھر گاؤں کے ظالمانہ رویہ کی کوفت غرضیکہ ہر طرح کے مصائب کی یلغار تھی لیکن اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر ایسی استقامت، ہمت اور سکینت نازل فرمائی کہ جیسے انسانوں کی جگہ کوئی بالائی طاقت کام کر رہی ہو۔ جہاں قبر کو کھودنے میں یہ گاؤں والے سارا سارا دن صرف کر دیا کرتے تھے۔ آج وہاں خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور تکبیر کے ترانے گاتے ہوئے ہم نے چند گھنٹوں میں قبر تیار کر لی۔

صبح ہوتے ہی ہمارے عرب کھن کے عزیز نور افضل شاہ صاحب نور حسین شاہ صاحب اور پروفیسر الطاف حسین شاہ صاحب M.A بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے نہایت عمدگی سے قبر کے اندر جو کام باقی رہ گیا تھا، صفائی ستھرائی سے مکمل کر لیا۔ فجزاھم اللہ۔

ان احباب کا اس موقع پر آنا ہی بہت بڑی بہادری اور جرأت کا نمونہ تھا۔ جبکہ اس وقت قریبی رشتہ دار بھی آنے کی ہمت نہ کرتے تھے۔ اسی طرح مانسہرہ سے آدم خان صاحب اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی پہنچ گئے۔ ہمارے ماموں زاد بھائی سید سجاول شاہ صاحب جو عرصہ سے مانسہرہ میں رہائش پذیر ہیں، مانسہرہ سے تشریف لے آئے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ اور ان کی صاحبزادی اہلیہ پروفیسر الطاف حسین شاہ صاحب رات کو ہی اخویم بشیر شاہ کے ہمراہ آ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے۔ آمین۔

میت کو غسل ہم بھائیوں نے خود دیا۔ اخویم سید سجاول شاہ صاحب نے کفن پہنانے میں ہماری رہنمائی کی۔

نماز جنازہ اور تدفین

اسی اثناء میں پچیس تیس دوست داتہ سے بھی آ گئے۔ جنازہ تیار تھا۔ احباب سے مشورہ کے بعد ہم جنازہ اٹھا کر قبرستان کی طرف چل پڑے۔ اس وقت عجیب سماں تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہو یا انوارِ الٰہی کی بارش ہو رہی ہو۔ عجیب بات ہے کہ اس موقع پر گاؤں میں کوئی غیر احمدی مرد نظر نہیں آتا تھا۔ البتہ مکانوں کی چھتوں پر جگہ جگہ عورتیں کھڑی رو رہی تھیں۔

جنازہ قبرستان میں پہنچا تو نماز جنازہ اخویم محمد صادق شاہ صاحب نے پڑھائی۔ پینتیس چالیس آدمی جنازہ میں شریک ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تدفین بطریق احسن عمل میں آئی۔ بعد میں جب الفضل میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی تو مختلف شہروں میں آپ کا جنازہ غائب بھی پڑھا گیا اور یوں جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذٰلک

قبرستان سے جب گھر واپس آئے تو سب مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور کھانے کے بعد سب احمدی بخیر و عافیت اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہمارے مخالف سخت حیران تھے کہ انہوں نے تدفین کا کام اتنی جلدی کس طرح مکمل کر لیا۔ یہ اتنے مرزائی پھر کہاں سے نکل آئے۔ کیونکہ سارے علاقہ میں مشہور ہو چکا تھا کہ سرحد میں اب کسی جگہ بھی کوئی احمدی باقی نہیں رہا۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ احمدیت خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اسے انسانی طاقتیں کیسے نابود کر سکتی ہیں۔

آپ کا اب تک زندہ رہنا خدائی حکمت کے ماتحت تھا

بزرگوارم والد صاحب کی شدید بیماری اور پھر اس وقت تک آپ کا زندہ رہنا دراصل خدائی حکمت کے ماتحت تھا۔ جس کے متعلق والد بزرگوار نے بیماری کے دوران کئی مرتبہ اشارہ بھی فرمایا کہ میرا بار بار موت کے منہ سے زندہ بچ جانا کسی خدائی حکمت کے ماتحت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ والد بزرگوار کا وجود سراسر ایک کرامت تھا۔ اخی المکرم نے آپ کی بیماری کے دوران

خواب میں دیکھا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھتے ہوئے بیدار ہوئے۔

کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگرز غلمانِ محمدؐ

مخالفین کو بھی اللہ تعالیٰ نے کئی نشان دکھائے۔ ایک مخالف مولوی احمدیت کے علاوہ آپ کے کینسر کی تضحیک اڑایا کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک شعر کا بھی مذاق بنایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فوراً پکڑا اور وہ بھی اسی کینسر کا شکار ہوا۔ اس کو پیشاب پاخانہ کی جگہ خطرناک کینسر کا پھوڑا نکل آیا۔ کافی علاج کرایا۔ قلندر آباد کرسچین ہسپتال میں بھی معائنہ ہوا۔ وہاں کے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے کر واپس کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ نہایت بیچارگی کے عالم میں شدید درد میں مبتلا ہو کر رات دن کراہتا ہوا دو تین مہینہ کے بعد اسی کینسر سے ہلاک ہوا اور سب کے لئے ایک عبرت کا نشان بنا۔

کئی ایک مخالفین کو اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں خوفناک نشان دکھائے۔ ایک مخالف کو گر کر بازو پر چوٹ آئی۔ وہ اس تکلیف میں عرصہ تک مبتلا رہا۔ بعضوں نے آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کے سر پھوڑے اور قید و بند کی ذلت میں مبتلا ہوئے۔ فَاعْتَبِرُوا۔

وفات کے متعلق رویاء

حضرت والد بزرگوار کی وفات کے متعلق بعض دوستوں نے بھی رویاء دیکھے۔ اپنوں کو بھی کئی خوابیں دکھائی گئیں۔ ہمارے ایک احمدی دوست ماسٹر عبدالجلیل صاحب ساکن جاگیر نے اپنی خواب سنائی کہ جس دن شاہ صاحب کی وفات ہوئی تھی، اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ایک نہایت ہی بزرگ رشتہ دار جو کہ فوت شدہ ہیں، وہ آئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمانے لگے۔ ''پھگلہ میں ایک شادی کی تقریب تھی میں اس پر گیا تھا۔ اس میں بڑے بڑے لوگ آئے تھے۔ خواب میں شادی سے مراد دراصل والد صاحب کی وفات ہی کی طرف ایک خفیف اشارہ تھا۔ موت کے نتیجہ میں ہی وصالِ الٰہی حاصل

ہوتا ہے۔اس لئے مومنوں کے لئے یہ شادی کا ہی درجہ رکھتی ہے اور کوئی نیک روح کسی دوسری نیک روح کو لطیف اشارہ یا خواب سے آگاہ کر دیتی ہے۔اپنوں نے بھی اس دوران کئی خواب دیکھے جو بار بار مختلف وقت میں دکھائے گئے جو باعث سکینت بھی ہوئے اور متنبہ کرنے کے لئے بھی ظاہر کئے گئے۔

حضرت والد صاحب ابھی ہسپتال میں ہی تھے کہ برادرم محمد بشیر شاہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ میں اور محمد صادق شاہ ایک مکان میں کھڑے ہیں کہ اسی دوران اس مکان کی چھت یکدم بیٹھ گئی ہے لیکن ہم محفوظ رہے ہیں۔یہ بھی والد بزرگوار کی وفات کی طرف اشارہ تھا۔اسی طرح آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم پر بھی اور لوگ جو جنازہ میں آکر دوبارہ احمدیت پر قائم ہو گئے تھے، اُن پر بھی جلد ہی اپنے بے پناہ فضلوں کے دروازے کھول دیئے۔اُن میں سے اکثر غیر ممالک میں رہائش پذیر ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اُن کیلئے بے حساب رزق و روزی کے سامان فراہم کر دیئے۔حضور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں اور والد صاحب کی برکت سے یہ عظیم معجزے ظاہر ہوئے۔فالحمدللہ علٰی ذالک۔

اسی طرح خاکسار نے آپ کی بیماری کے دوران خواب دیکھا کہ جیسے حضرت والد صاحب پر نزع کی حالت طاری ہے اور میں ان کے پلنگ کے سرہانے کھڑا ہوا سورۃ یٰسین کی تلاوت کر رہا ہوں۔والد صاحب کے سامنے کرسی پر محترم شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ تلاوت کر رہے ہیں۔ان کے پیچھے ایک اور شخص کھڑا ہے جو شناخت نہیں ہو سکا۔شیخ صاحب مجھے فرماتے ہیں کہ دسویں پارے کا سترھواں رکوع نکال کر پڑھو۔تب ان کے ساتھ والا آدمی جلدی جلدی میرے قرآن مجید کے ورق الٹ کر دسویں سپارے کا سترھواں رکوع نکال کر مجھے دیتا ہے۔چنانچہ میں نے وہ رکوع نکال کر پڑھنا شروع کیا ہے کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔

دسویں پارے کے سترھویں رکوع میں بھی جہاد کا ہی ذکر ہے۔جس میں آپ زندگی بھر مصروف رہے اور مبارک کا لفظ آپ کے حسنِ خاتمہ کی طرف اشارہ کرتا ہے اور شیخ صاحب کے

وجود سے مجاہدانہ زندگی بھی مراد ہوسکتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب الغرض یہ دور ہمارے لئے بے شمار رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا باعث ہوا مثلاً اس کے ذریعہ:

۱۔ہمیں خالص توحید کا سبق ملا۔

۲۔برادری کا بُت ٹوٹا اور غیر اللہ پر بھروسہ کرنے کے گناہ سے ہمیں نجات حاصل ہوئی۔

۳۔خبیث اور طیب الگ الگ کر دیئے گئے۔

۴۔اس بات کا یقینی علم حاصل ہوا کہ امت کے بہتر ناری فرقے کون سے ہیں اور تہتر واں ناجی فرقہ کون سا ہے۔

۵۔دوستوں اور دشمنوں کی شناخت ہوگئی۔

۶۔اللہ تعالیٰ نے اُن غیر احمدی رشتہ داروں کا گھمنڈ توڑا جو سمجھتے تھے کہ پھگلہ میں ہماری وجہ سے احمدی زندہ ہیں۔

۷۔بائیکاٹ کے دنوں میں براہ راست اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کے جلوے دیکھے۔

۸۔اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ایک نیا ایمان پیدا ہوا اور منافقوں اور مشرکوں کو الگ کر دیا گیا۔

۹۔اللہ تعالیٰ کی خارق عادت نصرتوں کا مشاہدہ کیا۔

۱۰۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی پیشگوئیاں اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی دیکھیں۔**الحمدللہ علی ذالک۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور

سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔۔۔سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا''

(تجلّیاتِ الٰہیہ۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

والد صاحب کے جنازہ میں داتہ، مانسہرہ، بالاکوٹ کے کئی ایسے احباب بھی شامل ہوئے جو کہ مولویوں کی وجہ سے پیچھے ہٹ چکے تھے۔ جنازہ میں شامل ہونے کی وجہ سے دوبارہ ان میں جوش ایمان پیدا ہوا اور وہ مولویوں کے مقابل پر ڈٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ استقامت عطا کی اور جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت والد ماجد کی رحلت پر تعزیت نامے اور مکتوبات

حضرت والد ماجد مرحوم و مغفور کی یہ شدید خواہش تھی کہ میرے جنازہ میں زیادہ سے زیادہ احمدی احباب شامل ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ ثواب اور برکت حاصل ہو سکے لیکن ہنگاموں کی وجہ سے پھگلہ میں تو یہ صورت پیدا نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ انتظام فرمایا کہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری نے اخبار الفضل میں قبلہ والد صاحب کی وفات کی خبر کے ساتھ یہ بھی تحریر فرما دیا کہ:

''تمام جماعتہائے احمدیہ سے درخواست ہے کہ وہ مرحوم کا نماز جنازہ غائب ادا فرمائیں۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے راولپنڈی، لاہور، کراچی کے علاوہ بہت سی جماعتوں نے غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری فرما دی۔

آپ کی وفات پر بہت سے بزرگوں اور دوستوں کے خطوط بھی موصول ہوئے لیکن یہاں ان سب کا نقل کرنا طوالت کا موجب ہے۔ البتہ چند ایک خطوط آگے درج کئے جاتے ہیں۔

مکتوبات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(1)

۹/اگست ۱۹۷۴ء　　خط نمبر ۸۰۰۳

مکرم ومحترم سید بشیر احمد شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکا خط حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں موصول ہوا بعد ملاحظہ حضور نے دعا فرمائی إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے والد مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے آپ کو استقامت عطاء فرمائے اور اپنے فضلوں کا وارث بنائے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ایام میں آپ کی روح القدس سے مدد فرمائے۔

والسلام　پرائیویٹ سیکرٹری

(2)

۳۱/جولائی ۱۹۷۴ء　　خط نمبر ۷۲۶۴

مکرم ومحترم سید محمد اقبال شاہ صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپکا خط ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں موصول ہوا بعد ملاحظہ حضور نے دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے مرحوم والد صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور اپنے فضلوں سے نوازے آمین۔

والسلام　پرائیویٹ سیکرٹری

مکتوب حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (ناظم وقف جدید)

۱/اگست ۱۹۷۴ء　　خط نمبر ۲۰۳

مکرم ومحترم سید بشیر احمد شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہوں گے۔آپ کا مرسلہ لیٹر موصول ہوا۔آپ کے والد بزرگوار کی وفات کا سن کر افسوس ہوا۔اللہ تعالیٰ متوفی کو غریق رحمت کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ باقی موجودہ حالات انشاء اللہ جلد ختم ہو جائیں گے۔آپ فکر نہ کریں۔ یہ دن جلد ٹل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے نشان جلد ظاہر فرمائے گا۔کثرت سے دعائیں فرمائیں اور خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی اور تذلل سے جھکیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے فضلوں سے نوازے۔آمین۔

والسلام　خاکسار　مرزا طاہر احمد

○○

مکتوب ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب (چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

۳۰/جولائی ۱۹۷۴ء　　خط نمبر ۲۰۲

مکرم ومحترم سید بشیر احمد شاہ صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکا خط ملا۔اقبال شاہ سے بھی پہلے اطلاع مل گئی ہے۔آپ کے والد صاحب کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومؒ کے درجات بے حد بلند فرمائے آمین اور آپ کو شریروں کے شر سے محفوظ رکھے۔آمین۔خاکسار دعا کرتا ہے۔

والسلام　مرزا منور احمد

مکتوب مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوریؒ

مکرم ومحترم سید بشیر احمد شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزم اقبال شاہ صاحب یہاں تشریف لائے۔ان کی زبانی یہ دردناک خبر سننی پڑی کہ آپ کے والد محترم ۱۴ماہ حال کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کے بہشتِ بریں میں درجات بلند فرمائے اور آپ صاحبان اور تمام خاندان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ہمیشہ رہنے کا وجود اللہ تعالیٰ کی ہی ذات پاک ہے۔اس کے علاوہ سب کو كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ(الرّحمٰن:۲۸،۲۷) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ(اٰل عمران:۲۸،۲۷) کا پیالہ پی کر اس دارفانی کو چھوڑنا ہی ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب مرحوم کو بہت بڑے بڑے روحانی درجات ومراتب عطاء فرمائے۔جنہوں نے ایک لمبا عرصہ مختلف عوارض میں گذار کر اور بہت سی تکالیف برداشت کر کے پاک وصاف نقیح وصحیح ہو کر اس دنیا سے کوچ کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اس مصیبت عظمیٰ کے بصبر جمیل برداشت کرنے سے بہت بہت برکتیں اور رحمتیں اپنی عنایتِ خاص سے عطاء فرمائے کہ اسی کی طرف سے اس ارشاد سے بشارت بھی ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ(البقرۃ:۱۵۸،۱۵۷)اللہ تعالیٰ ان بشارات کا آپ کو موردِ فیضان فرماوے۔بزرگوں کا سایہ خاندان پر رحمت الٰہی ہوتا ہے۔یہ سایہ اُٹھ جانے سے خاندان میں اگرچہ اس وقت ایک خلا سا پیدا ہو چکا ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنی

برکاتِ خاصہ سے ان بزرگوں کی صفاتِ حمیدہ کا وارث آپ کو بنا کر اس کمی کو پورا فرمادے۔ اٰمین بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ مرحوم کے داغ مفارقت دیئے جانے سے ہمارے دل بھی مجروح و حزیں ہیں۔ وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بزرگوں کے نقشِ قدم پر قائم و دائم رکھے۔ کاش کہ حضرت مرحوم کا جنازہ یہاں لا کر بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جاتا مگر حالاتِ پیش آمدہ کی وجہ سے مجبوری و معذوری سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کا بہترین مداوا و نعم البدل اپنی قدرت سے فرمادے۔ آمین۔

غمگین قلب

عبداللطیف بہاولپوری

○○

مکتوب مکرم چوہدری انور حسین صاحب امیر جماعت سلسلہ شیخوپورہ

ذیل کا خط مکرم و محترم جناب چودھری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ شیخوپورہ کا ہے۔ آپ وقفِ عارضی کے سلسلہ میں پھگلہ پندرہ دن تشریف فرما رہ چکے ہیں اور اس کے بعد ان کے ساتھ بہت ہی گہرے مراسم چلے آتے ہیں جو کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس بابرکت تحریک کا نتیجہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو جب آپ کی وقفِ عارضی کی درخواست پیش کی تو آپ کا وقف داتہ کے لئے لکھا تھا لیکن حضور نے اپنے قلم سے داتہ کاٹ کر پھگلہ لکھا۔ اس طرح آپ پھگلہ تشریف آئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

برادرم شاہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکرم شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی علالت ہی ایسی تھی کہ اس آخری صدمہ کے لئے تیار رہنے اور برداشت کرنے کے متعلق ذہن ایک حد تک آمادہ تھا مگر جن

انتہائی تکلیف اور دکھ دہ حالات میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس کے تصوّر سے بھی انسان کانپنے لگتا ہے۔

عزیزم اقبال شاہ ربوہ میں ملے تھے۔ ان سے کچھ حالات معلوم ہوئے۔ تجہیز و تکفین اور جنازے کے متعلق علم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو احسن تقویم بنایا ہے۔ وہاں پر اس اشرف المخلوقات کی گراوٹ کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

میں نے آپ کے ہاں کئی دن گذارے بعد میں وقتاً فوقتاً حاضرِ خدمت ہوتا رہا۔ جیسا ماحول آپ کے ہاں تھا۔ ویسا تو بہت ہی کم خاندانوں میں محسوس ہوا۔ مگر ایسے افسوس اور غم کے موقع پر جو آپ کو پریشانی برداشت کرنی پڑی۔ کبھی کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ یہ بہت ہی بڑے ابتلاء اور امتحان کا وقت آپ نے بڑے صبر اور ضبط سے گذارا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ ایسے ہی ابتلاؤں اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ ابدی اور روحانی زندگی کی بنیاد ڈالتا ہے۔ آپ کے واقعات نے سلفِ صالحین کے حالات تازہ کر دیئے ہیں۔ موت تو ہر شخص کے لئے مقدر ہے۔ جلد یا بدیر ہر صورت اس دنیا سے گزرنا ہی ہے مگر جو صداقتیں جو اخلاقی بلندیاں انسان چھوڑ جاتا ہے۔ وہی قائم رہتی ہیں اور انہیں کوئی وقت مٹا نہیں سکتا۔

مکرم شاہ صاحب بزرگوارم مرحوم و مغفور کی انتہائی پاکیزہ سیرت ان کی محبت اور شفقت خدا ترسی اور دین کے لئے فدائیت کبھی بھی محو نہیں ہوں گی۔ بڑی ہی مشکل سے ایسے بے نفس انسان ملتے ہیں۔ اس وقت تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی اس بے چارگی اور بے بسی میں وفات شاید کسی کو یاد نہ رہے مگر مجھے یقین ہے کہ ان کا مقام آپ کے خط کی تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

آپ نے بہت ہی صبر کیا اور حقیقی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اختیار کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ بدی کا جواب بدی سے نہ دیں اور یہی اولیاء صالحین کا خاصہ ہے اگر آپ نے إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کی کیفیت اپنے

وجودوں پر طاری رکھی تو آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور یہ طوفان اور مصائب کی آندھیاں کافور ہو جائیں گی۔ میں تو مکرم شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی محبت، شفقت اور اخلاص نہ بھولا ہوں اور نہ ہی بھول سکتا ہوں۔ مجھے یہ شوق دامنگیر رہتا تھا کہ خواہ فاصلہ کتنا ہی ہو۔ وقت ملے تو ضرور حاضرِ خدمت رہوں اور مجھے بڑا ہی اطمینان اور سکون حاصل ہوتا تھا۔ میری یہ بڑی خواہش ہے کہ میں دعا کے لئے ان کے مزار پر پہنچوں۔ میں نے عزیزم اقبال شاہ سے ذکر بھی کیا تھا اور ان سے سفر کے حالات اور علاقہ اور گاؤں کی کیفیت بھی دریافت کی تھی اور معلوم ایسے ہوا تھا کہ شاید ابھی حالات سازگار نہیں۔ میں بہت جلد حاضرِ خدمت ہونا چاہتا ہوں اور اس لحاظ سے بے چین بھی ہوں۔ مجھے ضرور مطلع فرمائیں۔

والسلام

خاکسار دعاگو

محمد انور حسین

○○

مکتوب جناب چوہدری محمد علی صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ

مندرجہ ذیل خط جناب چودھری محمد علی صاحب ایم.اے. پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا ہے۔ آپ بھی پھگلہ کئی دفعہ تشریف لائے تھے۔

باسمہٖ تعالیٰ!

پیارے اور محترم بھائی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مخدوم و معظم شاہ صاحب کی وفات پر بے حد غم اور صدمہ ہوا ہے۔ جو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس طویل بیماری اور بالآخر مجسم رحمت اور شفقت وجود کی محرومی

کے موقع پر جسمانی طور پر غم میں شریک نہ ہوسکا جس کا قلق ساری عمر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور حضرت شاہ صاحب کو اپنے قربِ خاص میں جگہ دے اور آپ سب کا اپنے خاص فضل اور رحم سے حافظ و ناصر اور کفیل ہو جائے۔ تمام افراد خاندان تک بشمول عزیزان میری طرف سے میرے زخمی جذبات پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ابا جان مرحوم و مغفور کی تمام نیکیوں اور محاسن کا وارث بنائے۔ آمین

والسلام خاکسار

محمد علی

۲۸/جولائی ۱۹۷۴ء

○○

مکتوب مولانا چراغ دین صاحب مربی سلسلہ ایبٹ آباد

راولپنڈی ۱۵/جولائی ۱۹۷۴ء

برادرم محترم سید محمد بشیر شاہ و برادران سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت اباجی کی وفات کی خبر سن کر شدید صدمہ ہوا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ مرحوم نے اس طویل بیماری میں صبر و رضاء کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ باوجودیکہ مصائب و آلام ہر قسم کے خاروں کی طرح چھائے ہوئے تھے لیکن پھر بھی قضا الٰہی پر راضی رہے۔ بڑے مخلص سلسلہ کے فدائی اور دعا گو انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ ان کے درجات کو بلند کرے۔ آمین۔

اے خدا برتربتِ او ابرِ رحمت ہا ببار

داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

نیز مارا از بلاہائے زماں محفوظ دار

آپ مجھ سے نہایت گھبراہٹ میں علیحدہ ہوئے تھے۔ جس وقت بھی آپ کو کچھ سکون حاصل ہو مجھے تمام روئیداد اور کوائف ان کی وفات کے اور ان کی تجہیز و تکفین کے جلد از جلد تحریر کریں۔ نیز ان کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بھی تحریر فرماویں۔ میری طرف سے برادران صادق شاہ عبدالرازق شاہ، اقبال شاہ، نذیر شاہ اور اپنی بیگم صاحبہ کی خدمت میں تعزیت کر دیں۔ اے مولا میرے ان بہن بھائیوں کو تو صبر جمیل عطا فرما۔ ان کی مشکلات کو دور کر دے اور اپنے فضلوں اور نعماء سے ان کو نواز۔ آمین۔ خاکسار

چراغ دین

مکان F/597 سیٹلائیٹ ٹاؤن راولپنڈی

○○

مکتوب جناب عبدالعزیز صاحب جہانگیری

اسلام آباد ۱۶/جولائی ۱۹۷۴ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخویم سید محمد بشیر شاہ صاحب کو جمعہ کو رخصت کیا اور ہفتہ کو پتہ چلا کہ ہم سب ایک نہایت مشفق اور دعا گو ہستی سے محروم ہو چکے ہیں۔ دو دن تک تو ذہن نے بالکل کام نہیں کیا یہ سب کیوں اور کیسے ہوا لیکن شاید اس ذات باری تعالیٰ کو ہمارا یہ امتحان بھی مقصود تھا کہ ہم ان کے آخری دیدار اور جنازہ سے بھی محروم رہے۔ جو کبھی سوچا بھی نہ جا سکتا تھا۔ آپ سب بھائیوں کو کیسے صبر کی تلقین کروں جبکہ آپ ایک ایسی ہستی سے محروم ہوئے ہیں (آپ کے لئے تو ان کا درجہ انتہائی بلند تھا) ہر ایک کے لئے انتہائی شفیق اور دعا گو تھے لیکن اس کے ساتھ ہی ان کا صبر، حوصلہ، استقامت اور

ایمان یہ سب چیزیں بھی مثالی تھیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ تمام خوبیاں آپ سب بھائیوں میں اگر ان کی طرح نہیں تو پھر بھی کسی قدر ضرور موجود ہوں گی۔ اس لئے التجا کروں گا کہ آپ نے اب اس آزمائش میں اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا ہے۔ مبادا لوگوں کو ہنسنے کا موقع ملے۔ اب ان کی روح کی خوشنودی اسی میں ہوگی کہ آپ اُن جیسا ایمانی مظاہرہ کرتے ہوئے صبر اور حوصلہ کا دامن نہ چھوڑیں۔

آپ سب نے ان کی خدمت میں کبھی کوئی کمی نہیں کی اور آپ سب کو اللہ تعالیٰ نے خدمت کا بھرپور موقع بھی نصیب کیا۔ میرا ایمان ہے کہ آپ کی یہ خدمت رائیگاں ہرگز نہ جائے گی اور انشاء اللہ آپ کو اگلے جہان کے ساتھ ساتھ اس زندگی میں بھی سرخرو فرمائے گی۔

استغفار اور درود شریف پر زور دیں۔ وظائف کا وِرد بہ زبان رہے تاکہ جلد اور بہت جلد خداوند کریم کی رحمت آپ کے لئے جوش میں آئے اور آپ کو سرفراز اور ممتاز کر دے۔ آمین ثم آمین۔

خداوند کریم سے دست بدعا ہوں کہ وہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور آپ کے والد صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو صبر اور استقامت دے۔ آمین۔

والسلام

غم میں برابر کا شریک

عبدالعزیز جہانگیری

○○

خطوط کے سلسلہ میں اب بھائی لقمان شاہ صاحب کے دو خطوط درج کئے جاتے ہیں۔ آپ حضرت قبلہ والد صاحب کی وفات سے دو سال قبل ملازمت کے سلسلہ میں بیرون پاکستان جا چکے تھے۔ بھائی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں ہی آپ کی طرف سے بدل عمرہ کی بھی توفیق عطا فرمائی اور اسی سال وفات کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ خط اخویم لقمان شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی وفات سے دوسرے دن جبکہ یہاں پر ان کی تدفین ہو رہی تھی۔ تحریر فرمایا:

۱۳ر جولائی ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

پیارے اقبال شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پورے دو ماہ کے بعد تمہارے خط سے حالات سے آگاہی ہوئی۔ جماعت کے متعلق حالات پڑھ کر اور حضرت والد صاحب کی بیماری کے متعلق پڑھ کر میں نے تو اللہ تعالیٰ کے حضور بے حد گریہ وزاری کی ہے۔ حضرت والد صاحب کی بیماری کے متعلق سوچ کر دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے جو ناقابل بیان ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ان کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ کی اس پاک اور بزرگ ہستی کے جا کر ہاتھ چومے جائیں۔ آپ بہت ہی خوش قسمت انسان ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ دنیا کے حالات تو بدل بھی جاتے ہیں۔ تکلیفوں کے بعد آسانیاں بھی آجاتی ہیں لیکن زندگی میں یہ ہستیاں پھر نہیں ملتیں۔ آپ سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں کہ آپ سب پر اپنے بے شمار فضل و رحم فرمائے کہ ان

تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود والد صاحب کی ہر طرح کی خدمت کی ہے۔آپ سب کی خدمت میں عاجزانہ دعا کے لئے عرض ہے کہ میرے لئے بھی آپ سب خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ خدمت کا موقع عطاء فرمائے۔ یہاں پر بھی کئی طرح کے مشکلات ہیں۔حکومت کے قوانین بھی بہت سخت ہیں۔ملکی اور جماعت کے حالات کے متعلق تمہارے خط سے صحیح جھلکی ملی ہے۔طبیعت بے حد پریشان ہے اور دل چاہتا ہے کہ آپ تمام چھوٹے بڑے وہاں سے ہجرت کر کے آجائیں۔گھر کے اور گاؤں کے لوگوں کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم ان سے قطع تعلق کرلیں اور ان سے ہر طرح کے رشتے ختم کرلیں۔ برادری وردادری کیا چیز ہے۔برادری کی سب حقیقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر کھول دی ہے۔

گھر کے تمام چھوٹے بڑوں کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔خدا خبر میرے اس خط کے پہنچنے تک میرے بہت ہی پیارے اور بے حد بزرگ اور حلیم الطبع والد بزرگوار کی کیا حالت ہوگی۔میرے لئے عاجزانہ دعا کے لئے عرض کرنا اور میری طرف سے ان کے بوسے لینا۔عاجزانہ عرض ہے۔

والسلام آپ کا بھائی

لقمان شاہ

❁ برادرم لقمان شاہ صاحب کا دوسرا خط جو انہوں نے بزرگوارم حضرت والد صاحب کی وفات پر تحریر فرمایا:

۲۰؍جولائی ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ

میرے بہت ہی پیارے بڑے بھائی صاحب، محمد صادق بھائی صاحب، عبدالرزاق بھائی صاحب، اقبال بھائی صاحب، بہن صاحبہ بہت پیارے نذیر شاہ،

پیارے اعجاز احمد، سجاد احمد، پیاری بڑی بھابھی صاحبہ و چھوٹی بھابھی صاحبہ سب پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج جناب اخوی صاحب اور اقبال شاہ کے خطوط سے پیارے بزرگ اور پارسا و نیک بزرگوارم حضرت والد صاحب کی وفات کی خبر سن کر جسم بے جان ہوگیا۔ افسوس صد افسوس کہ اس عظیم انسان کا آخری دیدار بھی نہ کرسکا جو اس جہانِ فانی سے رخصت ہو کر مولائے حقیقی کے پاس پہنچ گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

کل بروز جمعہ ۱۹؍جولائی ۱۹۷۴ء کو میں حضرت والد صاحب کی طرف سے بدل عمرہ کر کے آیا تھا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کی۔ حجر اسود کو بوسے دیئے۔ بیت اللہ شریف اور مقام ابراہیم پر رات کو آٹھ نوافل ادا کئے۔ آپ سب کے لئے دعا کی۔ حضرت والد صاحب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔ کیا خبر تھی کہ وہ پہلے ہی مولا کریم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم گھر کی دیواریں پکڑ کر اور مولا کریم کو گواہ کر کے عرض کی کہ اے اللہ تُو! تو جانتا ہے کہ ہم اور یہ جماعت تیرے اور تیرے اس محبوب کے پیغام کو دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہیں اور ساری شیطانی طاقتیں اس کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ تو ہی اپنی زبردست طاقتوں سے اس کی حفاظت فرما اور حق و صداقت کی فتح تمام دنیا کو دکھا۔ حضرت والد صاحب کی وفات اور اس کے ساتھ ہی گاؤں والے لوگوں کے حالات سن کر بار بار آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے لیکن یہاں کون غم خواری کرتا۔ آپ سب بھائیوں نے رات کو اپنے ہاتھوں سے قبر کھودی۔ دل چاہتا ہے کہ آپ لوگوں کے ہاتھوں کو چوموں۔

مولا کریم سے عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ سب پر اپنے بے پناہ فضل و کرم

کرے۔ میں یہاں کیا کرسکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم انسان پر جس نے ایک جاہل علاقہ سے مولا کریم کے ایک مرسل کو مانا اور طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں اور ثابت قدم رہا۔ مسجد نبوی میں عاجزانہ رو رو کر دعا کی۔ آپ سب کی خدمت میں بھی عاجزانہ دعا کے لئے عرض ہے کہ حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور کے بلندی درجات کے لئے بہت دعائیں کریں۔ بہت دعائیں کریں اور صبر جمیل کریں۔ آپ سب ہی بہت خوش قسمت ہیں کہ پیارے والد صاحب کی بہت ہی خدمت کام موقع اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔

بظاہر حالات خواہ کسی طرح کے بھی ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہے کہ ضرور اپنے فضل فرمائے گا۔ ابتلاؤں کے بعد سرخروئی اور کامیابی کے دن دکھائے گا۔ بہت ہی اتفاق و محبت سے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو اور حضرت والد صاحب کی روح بھی خوش ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے غیروں سے مکمل طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے۔ اب موقع ہے کہ ہم مکمل طور پر اس کے آگے جھک جائیں تا کہ جلد اللہ تعالیٰ اپنی فتح کے دن دکھائے۔ آپ میں سے ہر ایک کی خدمت میں عاجزانہ عرض ہے کہ صبر اور استقامت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ بظاہر واقعی حالات بہت خراب ہیں۔ آپ سب نے طرح طرح کی تکالیف اٹھائیں اور اب اس جانکاہ صدمے کا دکھ اٹھایا۔ مولا کریم آپ سب کو صبر و حوصلہ عطا فرمائے۔ اقبال شاہ کا بہت ہی پیارا اور مفصل خط ملا۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے بے پناہ فضل فرمائے اور صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ اس نیک شخص نے حضرت والد صاحب کی بہت ہی خدمت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ظالموں اور فتنہ بازوں کے شر سے محفوظ رکھ کر اپنی امان میں رکھے اور حقیقی اسلام کی فتح کے دن جلد دکھلائے۔

جناب اخوی صاحب، نذیر شاہ، اقبال شاہ، میجر صاحب کے خطوط ملے ہیں۔ صبح

سے شام تک بار بار ان خطوط کو ہی پڑھتا ہوں۔ عجب تصویریں بن کر حالات سامنے ہوتے ہیں۔ صدمہ دُکھ بھی ہے لیکن ان عجیب وغریب حالات کو پڑھ کر کچھ سکینت بھی طاری ہوجاتی ہے۔ کچھ آپ سب کے خطوط سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود انتہائی دشوار اور بظاہر افسوسناک حالات کے اللہ تعالیٰ نے آپ سب کے دلوں پر سکینت طاری کی ہوئی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور احسان ہے۔ دل پر اس طرح کا سکون واطمینان بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

مولا کریم کی بارگاہ میں عاجزانہ عرض ہے کہ اے مولا! تو ہمارے بہت ہی بزرگ اور شفیق و پارسا و نیک باپ کو اپنے خاص فضلوں سے اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرما اور پسماندگان پر اپنے خاص فضل فرما اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرما۔ میرے لئے بھی خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھے اور حضرت والد صاحب اور آپ سب کے لئے اس پاک شہر میں زیادہ سے زیادہ دعاؤں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے چچا کا محبت بھرا دردناک خط

مارچ ۱۹۷۴ء میں لاہور سے آپ علاج کے بعد ربوہ تشریف لے آئے تھے۔ کچھ دنوں بعد آپ کو ربوہ میں شدید دل کا دورہ پڑا۔ حالت بہت شدید تھی۔ اس لئے اپنوں اور سب رشتہ داروں کو ٹیلیگرام دیا۔ اس طرح کئی عزیز رشتہ دار بھی ربوہ آ گئے۔ ادھر حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے علاج سے آپ کو افاقہ ہوگیا۔ دو تین دن بعد عزیزوں کو بہت اچھے طریقہ سے آپ نے رخصت کیا۔ سب رشتہ دار آپ کو گاؤں آنے کا زور لگاتے رہے لیکن آپ نے گاؤں آنے سے انکار کر دیا۔ ربوہ میں اب آپ کافی روبصحت ہو گئے تھے۔۔ زخم پر پٹی بھی باقاعدگی سے ہو رہی تھی۔ ایک دن اچانک پھگلہ روانگی کے لئے آپ نے شدت سے اظہار کیا۔ ہم سب

حیران تھے لیکن کوئی بالائی طاقت آپ کو گاؤں جانے کے لئے اشارہ کر رہی تھی۔ اس طرح ۲۰/اپریل ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ ربوہ سے روانہ ہو کر رات دس بجے گاؤں پہنچے۔ رشتہ دار بھی سب اس غیر متوقع آمد سے حیران بھی تھے اور خوش بھی ہوئے۔ سب عیادت کے لئے بھی آتے رہے۔ کئی دفعہ گھر سے کسی بیٹے کے ہمراہ نکل کر آگے تک چہل قدمی (walk) کر کے زمینوں باغ تک نظر دوڑا کر آتے۔ آخر جولائی ۱۹۷۴ء میں بھٹو نے قومی اسمبلی سے سب مولویوں کے اصرار پر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا اور پورے ملک میں یکدم شدید ہنگامے شروع ہو گئے۔ بھٹو نے مولویوں سے سیاسی ہمدردیاں حاصل کرنے کی غرض سے نوے سالہ مسئلہ حل کرنے کا نعرہ بلند کیا۔ اس دوران احمدیوں کو بالکل نیست و نابود (نعوذ باللہ) کرنے کا منصوبہ بنایا گیا اور احمدیوں پر مختلف دفعات قانونی کے ذریعہ قتل و غارت گری اور بے پناظلم ڈھائے گئے۔ اس وجہ سے سب رشتہ دار عزیز و اقارب جدا ہو گئے اور فرقہ بازی نے جنم لیا۔ والد بزرگوار کے ساتھ جو رشتہ دار بے پناہ محبت کرنے والے تھے وہ بھی خائف ہو کر الگ ہوئے۔ ہمارے چچا سید پیر افضل شاہ صاحب ہمارے بھائی سید محمد صادق شاہ کے سُسر تھے۔

ایک دفعہ مولوی غلام غوث ہزاروی نے آپ کو کہا کہ شاہ صاحب! آپ نے احمدیوں کو رشتہ دیا ہے۔ میں آپ کو کافر قرار دے دوں گا۔ آپ نے اس کو بڑی بہادری اور جرأت سے جواب دیا کہ تو کون ہوتا ہے۔ ہمارے خاندانی معاملات میں دخل دینے والا تو نے کافر قرار دیا تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں یہ فتنہ کی آگ ایسی بھڑکی کہ یہ لوگ بھی بالکل بدل گئے اور سارے محبت کے دعوے باطل پڑ گئے۔ آپ کا یہ خط پڑھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ چچا صاحب ربوہ والد بزرگوار کی عیادت کے بعد شدید پریشانی لے کر واپس ہوئے۔ گاؤں پہنچ کر آپ نے والد بزرگوار کو ربوہ خط لکھ کر اپنی شدید عقیدت اور محبت کا اظہار کیا۔ یہ خط آپ نے ۲۷/مارچ ۱۹۷۴ء کو پھگلہ سے تحریر فرمایا۔ یہ تحریر کردہ خط ہمارے پاس محفوظ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیر افضل شاہ از پھگلہ

۲۷/مارچ ۱۹۷۴ء

میرے آقا میرے محسن میرے پیارے بھائی جان صاحب!

میرے شفیق، میرے مہربان، میرے ہمراز، میرے رازدان!

میں آپ کی ہر ادا پر قربان، میرے پیارے دادا جان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی حسین آنکھیں معصوم وخوبصورت چہرہ و میٹھی میٹھی محبت بھری باتیں رہ رہ کر یاد آرہی ہیں۔ آنکھیں ترس رہی ہیں۔ دل کانپ رہا ہے۔ جسم پر لرزہ طاری ہے۔ سمجھ نہیں آتی کیا لکھوں، کس طرح لکھوں۔ بس اتنا یاد ہے۔ آپ سے رخصت ہو کر بس سٹاپ کی طرف چل پڑا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا تھا۔ آپ کا حسین و معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ بار بار کی چوٹ سے دل زخموں کے تاب نہ لا سکا اور بس پر سوار ہوتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گیا۔ دل کے غم میں آنکھیں بھی شریک ہوگئیں۔ پنڈی تک یہی حال رہا۔ ساتھ والے آدمی نے کئی بار پوچھا۔ بابا آپ کو کیا تکلیف ہے۔ بتاؤ تو سہی تا کہ ہم آپ کی کچھ مدد کر سکیں۔ میں نے کہا بھائی مجھے کچھ ایسی تکلیف ہے جو آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ بس خدا ہی مدد کر سکتا ہے۔ میں کیا بتاؤں اور کیا لکھوں۔ میرے دل پر کیا گذری وہ میں لفظوں میں نہیں لکھ سکتا۔ بس میرا خدا جانتا ہے اور دل جانتا ہے۔ اب کچھ ایسا کھویا کھویا سا رہتا ہوں۔ دل و دماغ پر بوجھ ہے۔ ٹانگیں لڑکھراتی ہیں۔ بے حسی سی ہوگئی ہے۔ جسم میں میٹھا میٹھا سا درد ہے دعا فرمائیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہی اس جہانِ فانی کو چھوڑ آؤں۔ آمین ثم آمین۔

قسم ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں آپ کے بغیر زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ کس کے پاس جاؤں گا۔ میٹھی میٹھی بھری باتیں کس سے سنوں گا۔ اے کاش کہ میں آپ سے پہلے ہی اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتا۔

برخوردار سید اقبال شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو خداوند کریم نے اپنے عظیم بزرگ شفیق اور مہربان باپ کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اسی طرح خلوص و محبت سے خدمت کریں گے۔ باپ تو سب کے ہوتے لیکن آپ کا باپ سبحان اللہ ایک مثالی باپ ہے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسا مہربان باپ کوئی نہیں دیکھا۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ اس وقت لکھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ میرے جسم کا ذرہ ذرہ اُن کے لئے رو رہا ہے۔

برخوردار میں اپنے دل کا حال کیا بتاؤں بس اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے آپ کے والد سے بے پناہ محبت ہے۔

۲۷ر مارچ ۱۹۷۴ء

والسلام

آپ کے باپ کا بے دام غلام

پیر افضل شاہ پھگلہ

متفرقات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایبٹ آباد میں قیام اور سیاحت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رضی اللہ عنہ ۱۹۷۰ء کی گرمیوں میں ایبٹ آباد میں قیام پذیر تھے۔ چونکہ حضورؒ ایک دفعہ پھگلہ بھی آ چکے تھے۔ حضرت والد صاحب بزرگوار بھی آپ کو ملنے ایبٹ آباد آتے جاتے تھے۔ جب آپؒ T.I کالج کے پرنسپل تھے تو بھائی لقمان شاہ T.I کالج میں آپ کا شاگرد رہ چکا تھا۔ اس لئے حضورؒ ہمارے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ ہم بھی بار بار حضورؒ سے ملتے۔ اخویم لقمان شاہ بھی کراچی سے حضورؒ کی ملاقات کے لئے آیا ہوا تھا۔ ان دنوں محترم چودھری محمد علی صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج بھی ایبٹ آباد میں ہی حضورؒ کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ چونکہ چودھری محمد علی صاحب کو کھیلوں کا اور ہائیکنگ کا از حد شوق تھا اس لئے انہوں نے ہماری معیت میں حضورؒ سے کاغان اور درہ بھوگڑ منگ کی چوٹیوں کی سیاحت کے لئے اجازت چاہی۔ حضورؒ نے کمال مہربانی اور شفقت سے ہمیں اجازت مرحمت فرمائی۔ چودھری محمد علی صاحب، بھائی لقمان شاہ، خاکسار و نذیر شاہ، چودھری صاحب کا ایک دوست، ہمارا ایک ملازم سامان وغیرہ کے ساتھ ہم شنکیاری اور ڈاڈر سینی ٹوریم کے جنگلات میں ہوتے ہوئے کنڈ بنگلہ، ندی بنگلہ، شہید پانی اور موسیٰ کے مصلیٰ کے سامنے کی دوسری چوٹی پنکھوں کی ڈھیری کافی بلندی پر ہے، پیغام حق کے کلمات پینٹ سے تحریر کر کے آگے چلتے ہوئے سامنے کوائی کی طرف سے ہو کر کاغان تک گئے۔ اس دوران نذیر شاہ نے ایک مرغ زرّیں اور مادہ کا شکار کیا جو واپس لا کر حضورؒ کو پیش کیا۔ یہ ان جنگلات کا انتہائی خوبصورت پرندہ ہے۔ ان ہی جنگلات میں بہت اونچی پہاڑیوں میں نافہ والا جانور جس سے کستوری حاصل ہوتی ہے، ملتا تھا لیکن اب معدوم ہو چکا ہے۔ مقامی لوگوں نے قیمتی نافہ کی خاطر مار مار کر ختم کر دیا ہے۔ حضورؒ کی خدمت میں سفر کی

ساری روئیداد عرض کی۔ حضورؒ نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور اپنا ایک قیمتی جوڑا شلوار قمیض بمعہ بنیان بطور تبرک ہمیں عنایت فرمایا۔ فالحمدللہ علٰی ذٰالک۔

امراء پنجاب کی پھگلہ میں آمد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ جب ایبٹ آباد میں قیام پذیر تھے۔ حضورؒ نے اس دوران پنجاب کے صوبائی امراء کو کسی میٹنگ کے لئے بلایا ہوا تھا۔ حضرت والد بزرگوار نے حضورؒ کی اجازت سے امراء صاحبان کو پھگلہ آنے کی دعوت دی۔ جب تمام امراء صاحبان بڑے بھائیوں کی معیت میں پھگلہ تشریف لائے تو ان کے پہنچنے سے کچھ دیر قبل حضرت والد ماجد کو ہرنیا کی شدید تکلیف شروع ہوگئی۔ آپ نے ہمیں فرمایا کہ مہمانوں کو کھانا کھلانے سے قبل میری تکلیف کا ذکر نہ کیا جائے ہوسکتا ہے کہ وہ میری بیماری کا سن کر خوش دلی سے کھانا نہ کھا سکیں۔

جب معزز مہمان کھانا کھا چکے تو بعد میں اُن کو والد ماجد کی غیر حاضری کی وجہ بتائی گئی تو تمام مہمانوں نے گھر میں تشریف لا کر والد صاحب کی عیادت کی اور آپ کی اس احتیاط اور آپ کے اس ایثار سے بہت متاثر ہوئے اور مہمان نوازی کا بھی بہت شکریہ ادا کیا۔

ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی پھگلہ میں آمد

خاندان مسیح موعود علیہ السلام میں حضرت ڈاکٹر صاحب ایک خاص مقام اور منفرد مرتبہ کے حامل تھے۔ آپ اعلیٰ مرتبہ کے ڈاکٹر ہونے کے ساتھ نمازی متقی پرہیزگار اور دعا گو انسان تھے۔ تمام خلفاء اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گہری عقیدت رکھتے۔ فضل عمر ہسپتال کا سارا نظام آپ نے سنبھالا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ آپ دعاؤں اور نمازوں کے ازحد پابند فضل عمر ہسپتال کی پہلی مسجد محمود میں ہر نماز کا اہتمام کرتے۔ ساری نمازوں میں آپ اس قدر لمبے سجدے ادا کرتے کہ انسان خیال کرتا کہ آپ ہر مریض یا ہر دکھی انسان کے لئے رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں۔

آپ گرمیوں میں ایبٹ آباد، مانسہرہ اور ہمارے علاقہ میں بھی آتے۔ حضرت والد

بزرگوار ربوہ آتے تو اور بزرگوں کے ساتھ آپ سے بھی ملتے آپ کی حکمت کی وجہ سے بھی آپ والد صاحب بزرگوار سے تعلق رکھتے کیونکہ آپ ڈاکٹری ادویات کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے طبی نسخہ جات بھی مریضوں کو استعمال کرواتے تھے۔

حضرت والد صاحب نے آپ کو پھگلہ آنے کی دعوت دی۔ ایک دفعہ آپ بمعہ اہل خانہ پھگلہ بھی آئے اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

ہمارے گاؤں کے ساتھ ہی بڑاسی کا جنگل شروع ہوتا ہے اور یہ بڑی سڑک بڑاسی کے خطرناک موڑوں سے جنگل کے راستے سے مظفر آباد کشمیر تک جاتی ہے اور اس کے ساتھ دریائے کنہار بہتا ہے۔ اسی سڑک کا دوسرا راستہ بالاکوٹ کاغان ناران کو جاتا ہے۔ اسی جنگل میں برطانیہ کے وقت کا ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس ہے۔ یہاں بیٹھ کر گڑھی حبیب اللہ، دریائے کنہار اور آزاد کشمیر کی خوبصورت پہاڑیوں کا نظارہ ہوتا ہے۔ ان جنگلات میں تیتر، چوکور، کبوتر کا شکار ہوتا ہے۔ آپ کو شکار کا بہت شوق ہے اور سب خاندان والے شکار کرنے کا بے پنا ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ اس ریسٹ ہاؤس میں بھی آئے اور بہت خوش ہوئے۔ آپ اکثر گرمیوں میں مانسہرہ کے راستے بفہ بٹل کی مین سڑک پر جاتے ہوئے بٹل چھتریلین سے پیچھے اہل کار ریسٹ ہاؤس ہے۔ یہاں آپ پندرہ بیس دن گرمیوں کے رہائش پذیر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ خاکسار بھی آپ کے ساتھ خدام کے طور پر پندرہ بیس دن رہا۔ یہاں کا موسم بھی بہت خوشگوار ہوتا ہے۔ اس دوران آپ کی نمازوں اور طویل سے طویل سجدوں کا لطف آیا اور آپ سے اس طرح تعلق بھی استوار ہوا۔ میں ربوہ طبیہ کالج میں پڑھتا تھا۔ آپ سے ملنے کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ ۷۲،۷۱ء میں حضرت والد صاحب بزرگوار کو کینسر کی تکلیف تھی۔ لاہور میو ہسپتال میں داخل تھے۔ ڈاکٹر قاضی مسعود صاحب انچارج تھے۔ آپ نے والد صاحب کا دو تین دفعہ بازو کا آپریشن کیا۔ ایک دفعہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی آپ کی عیادت کے لئے آئے۔ آپ نے دواؤں کے ساتھ سُچی بوٹی آپ کے لئے بھجوائی اور تین چار سال یہ بوٹی استعمال کرواتے رہے۔ جس سے کافی افاقہ

رہتا تھا۔اس طرح آپ سے آنا جانا رہتا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں بھٹو نے قومی اسمبلی سے احمدیوں کو کافر قرار دیا اور مولویوں کے ذریعہ پورے ملک میں شدید ہنگامے پھوٹ پڑے۔والد بزرگوار بھی ان ہنگاموں سے قبل ربوہ سے گاؤں آ گئے تھے۔ ۱۲/جولائی ۱۹۷۴ء کو آپ کی وفات ہوئی۔شدید ہنگاموں کے دن تھے۔کئی احمدیوں کو شہید کیا گیا۔ ہمارا بھی غیر احمدیوں نے بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔آپ بھی انتہائی بزرگ انسان تھے۔ان شدید ہنگاموں میں بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب نشان ظاہر فرمائے جو ہماری تسلی اور مضبوطی کا باعث بنے۔

والدہ محترمہ کا ذکر خیر

ہماری والدہ صاحبہ کا نام خدیجہ بیگم تھا۔آپ کے ذریعہ مکرم والد صاحب کو یتیمی کے آلام سے چھٹکارا ملا۔والدہ صاحب کا وجود والد صاحب کیلئے کئی برکات کے حصول کا باعث ہوا۔

والدہ صاحبہ کی چار بہنیں اور دو بھائی تھے۔ پانچوں بہنوں کا آپس میں بے حد محبت اور پیار تھا۔مردوں کا حضرت والد صاحب کی احمدیت کی وجہ سے اختلاف بھی رہا لیکن یہ بہنیں اور ان کی بیٹیاں والد صاحب سے بھی محبت کرتی تھیں۔انہوں نے کبھی بھی مذہب میں اختلاف کی بناء پر بُرا نہیں کہا۔ والد صاحب بزرگوار کو سب ہی محسن سمجھتی تھیں۔آپ بھی اُن کی غمی خوشی میں اور علاج معالجہ میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے اور سیدوں اور رشتہ داروں کے علاوہ دوسرے زمینداروں اور غیر زمینداروں کی عورتوں کا والدہ صاحبہ کے پاس آنا جانا ہوتا تھا۔آپ ہر ایک سے محبت پیار کا سلوک رکھتیں۔اس وجہ سے سب ہی مستورات کے حلقہ میں آپ بہت ہر دلعزیز تھیں۔

آپ حضرت والد ماجد کے احمدی ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد بیعت سے مشرف ہوئیں اور اس کے بعد احمدیت سے آپ کی محبت اور عقیدت برابر بڑھتی چلی گئی۔بعض عورتیں آپ کے احمدی ہونے پر احمدیت پر اعتراض کرتیں تو آپ ان کو ہر طرح سے سمجھاتیں اور فرماتیں کہ آپ لوگوں سے احمدی ہر لحاظ سے بہتر ہیں اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا پیار احمدیوں کو ہے، اس کا آپ گمان بھی نہیں کر سکتیں۔

والد ماجد نے چچوں سے الگ ہونے کے بعد شادی کی۔ اس دوران آپ نے اپنے حصہ کی بنجر اور ناہموار زمینوں کو درست کرنے کا کام شروع کیا۔ ان کاموں کے لئے بہت سے مزدور اپنے ملازم بھی تھے۔ کچھ دوسرے لوگ آپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے آجاتے جو آپ کے ممنون احسان تھے۔ آپ ہر وقت ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتے والدہ صاحبہ ہمیشہ نہایت خندہ پیشانی سے ملازموں، مہمانوں کے خورد ونوش کا انتظام کرتیں۔ بعض اوقات پہلے مہمان اُٹھے ہی نہ تھے کہ اور مہمان آجاتے۔ اس طرح آپ کو سارا سارا دن کھانا پکانے کی ڈیوٹی ادا کرنی پڑتی تھی اور گھر کے دیگر کام بھی حسب معمول کرنے پڑتے تھے۔ بایں ہمہ آپ بچوں کی نگہداشت کا بھی اس حد تک خیال فرماتیں کہ کسی بچے کے کپڑے تک میلے نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ذرا بھی اگر کوئی بچہ اِدھر اُدھر ہو جاتا تو آپ سخت بے چین ہو جاتیں اور اسی وقت تلاش کے لئے کسی ملازمہ کو دوڑاتیں۔ مال، مویشی کی وجہ سے گھر میں دودھ، دہی، لسی، مکھن، گھی وغیرہ وافر ہوتا تھا۔ آپ اپنے عزیزوں اور ضرورت مندوں کو فراخ دلی سے بعض گھروں میں جو چیز ضروری ہوتی، بھجواتیں۔ بعض اوقات لسی میں تھوڑا سا مکھن ڈال کر بھجواتیں یا کسی کو دودھ دہی کی ضرورت ہوتی تو بھجواتیں یا کوئی سالن وغیرہ ہوتا تو کبھی وہ بھجوا دیتیں۔ اسی طرح غریبوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتی تھیں۔ لسی لینے کے لئے تو روزانہ کئی عورتیں اور بچے گڑویاں لوٹے لے کر آتے اور لے جاتے۔ گاؤں میں کسی غریب یا امیر کے ہاں ماتم یا شادی ہوتی تو آپ اس میں شامل ہوتیں اور کھانا وغیرہ بھجواتیں۔

اسی طرح باغ سے خرمانی، سیب، اخروٹ آتے تو وہ بھی اپنے اور غیروں کے گھروں میں تقسیم کرتیں۔ اس کے ساتھ نماز، روزہ، نوافل بھی پابندی سے ادا کرتیں اور دعاؤں میں بھی ہر وقت لگی رہتی تھیں۔ احمدی خواتین سے بھی آپ کا خاص تعلق تھا۔ جب کوئی احمدی بہن ملنے آتی تو اس کو اپنے علاقہ کی ضرور کوئی نہ کوئی سوغات پیش کرتیں۔

اسی طرح جب ربوہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مقدس خاندان کی مستورات پھگلہ تشریف لائیں تو انہوں نے آپ کے اخلاص ومحبت کی بہت تعریف کی۔ ان کی

تنور میں پکائی ہوئی مکی کی روغنی روٹی خاص پسند کی جاتی تھی۔ اسی طرح تنور کے انگاروں میں لوہے کی سیخ میں پرو کر بھونا ہوا مرغ مسلم مہمانوں کی پسندیدہ ڈش تھی۔ ایک دفعہ نواب مسعود احمد خان صاحب اپنی والدہ ماجدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ مانسہرہ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن ہماری دعوت پر پھگلہ تشریف لائے۔ آپ کو مکی کی روٹی بہت پسند آئی اور آپ یہ روٹی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے لئے بھی لے گئے۔ بعد میں نواب صاحب نے ذکر فرمایا کہ اُس دن ہماری پیر محمد زمان شاہ صاحب کے گھر میں شام کی دعوت تھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ان کی دعوت میں مرغ پلاؤ وغیرہ کو چھوڑ کر صرف آپ کی والدہ صاحبہ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی مکی کی روٹی ہی کھائی اور بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر نواب صاحب روٹی پکوا کر ان کے لئے ساتھ بھی لے گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پھگلہ تشریف لائے تو حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہی گھر دکھایا تھا۔ جب ایک چھوٹی سی کھڑکی سے داخل ہو کر گھر کے اندرونی حصہ میں اتریں تو اندر گھر کو دیکھا تو آپ کو فوراً اپنا خواب یاد آ گیا اور آپ نے فرمایا کہ یہ گھر تو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اور میں خواب میں ایسی ہی کھڑکی سے داخل ہوئی تھی اور آگے اسی طرح کا گھر تھا۔ چنانچہ آپ نے حضرت والدہ صاحبہ کو بہت دعائیں دیں اور آپ سے مل کر بہت خوش ہوئیں اور بعد میں بھی آپ کے اخلاص اور مہمان نوازی کا تذکرہ کرتی رہیں۔

والدہ ماجدہ کو آخر میں شوگر کی تکلیف ہو گئی تھی۔ جو تقریباً بارہ تیرہ سال تک موجب تشویش رہی۔ والد صاحب بزرگوار کی دوائیوں اور انجکشنوں کی وجہ سے کسی حد تک صحت برقرار رہی اور آپ گھر کا کام کاج بھی کرتی رہیں لیکن پوری صحت عود نہ کر سکی۔ آپ کی اس لمبی بیماری کے دوران اللہ تعالیٰ نے محترم والد ماجد صاحب کی ساری اولاد کو بہت ہی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ آخر آپ کی اسی بیماری سے جنوری ۱۹۶۸ء کو وفات ہوئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آپ کا جنازہ محترم والد ماجد صاحب نے پڑھایا جس میں مانسہرہ، داتہ، بالاکوٹ وغیرہ

کے کئی افراد شریک ہوئے اور تدفین میں گاؤں والوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور رشتہ داروں نے بھی اس طرح چالیس دن تک اپنے رشتہ دار بھی اور دوسرے لوگ بھی کھانا ہمیں بھجواتے رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

معجزانہ شانِ رزاقیت

آخر میں اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور قدرت نمائی کا حیرت انگیز ذکر کرنا ازدیادِ ایمان کے لئے ازحد ضروری ہے۔ ۱۲؍جولائی ۱۹۷۴ء کو والد بزرگوار کی وفات ہوئی۔ اس سے قبل آپ کئی دفعہ ہم سے بھی اور اپنے عزیزوں سے بھی بار بار یہ ذکر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص حکمت ہے جو اتنے آپریشنوں کے باوجود مجھے اب تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ آپ اس آخری بیماری میں الٰہی تصرف سے ربوہ سے واپس گاؤں تشریف لائے۔ رشتہ داروں اور غیروں کو بھی آپ سے بے حد محبت کا بڑا دعویٰ تھا، وہ بھی باطل ہو کر ڈھیر ہوا۔

آپ انتہائی متوکل خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور اس کی قدرتوں پر مکمل یقین کامل رکھنے والے تھے۔ اپنی اولاد کو بھی خدا تعالیٰ پر اور مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء پر اور جماعت کے ساتھ تعلق اور وفاداری پر زور دیتے اور فرماتے دنیا کی ہر چیز ناپائیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ امتحانوں کے بعد اللہ تعالیٰ سب کچھ عطا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

(سورۃ الطلاق: ۳، ۴)

ترجمہ:۔ جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے۔ جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے

لئے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

یہ منصوبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رحلت کے چند ماہ بعد ہی اس طرح پورا کر دکھایا کہ ۱۹۷۴ء میں حضرت والد بزرگوار کی بیماری بھی شدید ہوگئی۔ اُدھر ۱۹۷۴ء میں ہی بھٹو نے مولویوں کے ایماء پر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا اور پورے ملک میں احمدیوں کے خلاف ہنگامے پھوٹ پڑے۔ اس موقع پر جو احمدی کمزور ایمان تھے، وہ مولویوں کے ہنگاموں اور حکومت کے خوف سے ڈگمگا کر پیچھے ہٹ گئے اور ہمارے رشتہ داروں نے بھی ہم سے سخت بائیکاٹ کیا۔ جو والد بزرگوار سے انتہائی محبت کے دعویدار تھے، وہ شدید مخالف ہو گئے اور والد بزرگوار کے جنازہ تک میں شامل نہ ہوئے۔ مولویوں نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی ہوئی تھی۔ احمدیوں کے جانوں، مالوں اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا تھا۔ اس دوران ہماری دکانیں بھی ختم ہوئیں اور ہر طرح سے نقصان ہوا۔ گاؤں میں سب نے ہمارا بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ زمینیں، مال، مویشی سب ختم ہو گئے۔ گھریلو سودا سلف لینے دینے پر پابندی، بازاروں میں آنا جانا مشکل، سکولوں میں بچوں کے لئے مشکلات، طرح طرح کے مقدمات کا سامنا یہاں تک کہ پانی تک بند کیا ہوا تھا۔ تکالیف کا یہ سلسلہ جو 1974ء بھٹو کے زمانہ سے شروع ہوا تھا وہ 1984ء میں جنرل ضیاء الحق کے آرڈیننس سے مزید بڑھ گیا۔ اس کی بناء پر ہمارا جینا مرنا دوبھر کر دیا گیا اور قید و بند کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

ان حالات میں خدا تعالیٰ کی کریمی اور معجزانہ شان رزاقیت اور یجعل له مخرجًا ویرزقه من حیث لا یحتسب کا معجزانہ نظارہ اللہ کی قدرت نے دکھایا جس کا اظہار خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان کی پختگی اور فتح نمایاں ہے۔ والد صاحب کی وفات سے دو سال قبل بھائی لقمان شاہ کراچی میں تھے۔ جنرل پوسٹ آفس میں ملازمت تھی اور فارمیسی کا کورس اور ڈپلومہ کیا ہوا تھا۔ سعودی عرب سے ڈیلیگیشن آیا۔ ڈاکٹروں اور فارمسٹ کی ضرورت تھی۔ ان کے امتحان میں آپ بھی کامیاب ہوئے۔ والد بزرگوار سے سعودی عرب، مکہ مدینہ جانے کی

اجازت چاہی۔آپ نے بخوشی اجازت دی کیونکہ آپ کی ساری عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام بھیجتے گزری تھی۔

اس طرح آپ سعودیہ چلے گئے۔کچھ عرصہ پہلے آپ مدینہ منورہ رہے بعد التیماء اور بعد میں واپس خیبر شفٹ ہوئے۔آپ نے اپنے بچے بھی گورنمنٹ ویزہ پر بلائے۔پہلے مجھے بھی ساتھ بلایا۔ملک خالد کنگ کا زمانہ تھا۔ابھی ویزہ کی بھی مشکلات نہ تھیں۔کنگ خالد بڑا رحمدل انسان تھا۔اس نے سعودیوں کو مکان کی تعمیر کے لئے ہر عیالدار سعودی کو ہزاروں ریال دینے شروع کئے ہوئے تھے۔بہت زیادہ کام تھے۔لوگ کم تھے۔اس وقت سعودیہ جانے کا رجحان کم تھا۔میں نے بھی وہاں مکانوں کے کام کی ٹھیکیداری شروع کی۔دوسرے سال نذیر شاہ اور اعجاز کو بھی بلالیا۔اس وقت ہم نے التیماء میں کام شروع کیا۔بعد میں بھائی لقمان شاہ خیبر منتقل ہوگئے۔کنگ خالد کی وفات کے بعد کنگ فہد کی حکومت شروع ہوئی۔

خیبر میں بھائی لقمان شاہ کا ایک سعودی بزنس مین ابوفہد دوست بن گیا۔اس کے پٹرول پمپ،ٹینکیاں،ٹریلے اور کئی طرح کے سڑکوں وغیرہ کے ٹھیکے تھے۔اس نے تیماء سے ہمیں بھی خیبر بلالیا۔ملک فہد کے وقت ویزہ سسٹم شروع ہوگیا۔خیبر میں ہمارا بھی اسی سعودی نے ویزہ لگالیا اور ہم اس طرح کفالہ سسٹم میں آگئے۔بہت ہی اچھا سعودی تھا۔بھائی لقمان شاہ کے ساتھ پاکستان بھی آیا۔بڑے بڑے احمدی تاجروں سے بھی ملایا۔اُس وقت حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ صدر خدام الاحمدیہ تھے۔آپؒ سے مل کر وہ بہت متاثر ہوا۔اس بناء پر وہ تقریباً چالیس نوجوان مفت ویزہ پر سعودی لے گیا۔میرے بھائی عبدالرزاق صاحب بھی سعودی چلے گئے اور اپنے بیٹے کا نام وہاں کے رواج کے مطابق بلال رکھا۔اس طرح والد صاحب کی بات بھی پوری ہوئی۔کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء اور صحابہ رسولؐ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔والد بزرگوار نے شادی سے پہلے فرمایا تھا کہ عبدالرزاق کے بیٹے کا نام بلال رکھنا۔ابوفہد نے عبدالرزاق شاہ کو ابوبلال کے نام سے مشہور کیا کیونکہ والد بزرگوار نے وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ

عبدالرزاق کے بیٹے کا نام بلال رکھنا۔

حضرت والد بزرگوار کی وفات ۱۲ر جولائی ۱۹۷۴ء کو ہوئی تھی اور آپ کی وفات کو ابھی چھ ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ۱۹۷۵ء میں ایک ایسے ملک میں لے گیا جہاں ہمارا جانا ناممکن اور غیر یقینی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری انتہائی کسمپرسی کی حالت بدل کر بے پناہ فضلوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جبکہ گاؤں کے لوگ شدید مخالف اور طعنہ زنی کر رہے تھے کہ ان کی احمدیت تو ختم ہوگئی، ان کی زمینیں، مال، مویشی بھی گئے، دکانیں بھی ختم ہوگئیں اور کاروبار بھی گئے۔ اب یہ کیا کھائیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان ناممکن حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہماری دستگیری فرمائی۔ تیس سال تک سب کو بے پناہ نعمتوں سے نوازا اور اس گاؤں کے کئی ہمدردوں کو لے کر گئے۔ وہ بھی ان نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔ خود بھی کئی کئی حج اور عمرے کئے اور ان لوگوں کو بھی حج کروانے کی توفیق ملی۔

یہ سب والد بزرگوار کی دعاؤں، خلافت سے تعلق اور صبر استقامت کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے ابتلا میں بھی ہمارے ایمانوں کو محفوظ رکھا اور ان دوسرے لوگوں کے ایمانوں کو بھی جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا۔ ان کو بھی ان فضلوں میں شامل کیا اور ان کو بھی دوبارہ استقامت عطا فرمائی اور دوسرے ملکوں میں پناہ عطا فرمائی۔ مخالف دشمن لوگ جو عبدالرحیم شاہ اور ان کی اولاد کو ختم کرنے کے درپے تھے ان کو منہ کی کھانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے اس صاحب کرامت کی اولاد در اولاد کو دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں قائم و دائم کر دیا ہے اور دشمنوں کو ناکام و نامراد کیا۔

محترم سید عبدالرحیم شاہ صاحب مرحوم آف پھگلہ کا ذکر خیر

(از: محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل ربوہ)

محترم جناب سید عبدالرحیم شاہ صاحب آف پھگلہ تیس سال کی عمر میں ۱۹۲۹ء میں سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ وہاں تبلیغی نقطہ نظر سے بہت ہنگاموں کے دن تھے۔ خوب جلسے ہوتے تھے۔ جگہ جگہ مخالفین مناظروں کی دعوتیں دیتے اور جماعت کی طرف سے ان دعوتوں کو قبول کیا جاتا تھا۔ آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ بھی مناظرات کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

شروع ۱۹۳۱ء میں مجھے بالاکوٹ عیسائیوں اور پھر مولویوں سے مناظرات کے لئے جانا پڑا۔ بالاکوٹ سے واپسی پر پھگلہ میں بھی ایک مناظرہ مقرر ہوگیا۔ اس علاقہ میں جماعت کے افراد تھوڑے تھے، مگر جوشیلے اور مخلص تھے۔ پھگلہ میں جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد پختہ سڑک کے قریب ایک کھلی جگہ پر مناظرہ مقرر ہوا۔ ہم نے تو جلسہ گاہ میں ہی نماز جمعہ ادا کی مگر مخالف علماء نے فاصلہ پر دوسری جگہ نماز پڑھی۔ انہوں نے عوام کو سخت اشتعال دلایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلسہ گاہ میں مناظرہ تو نہ ہوا تھوڑی سی گفتگو کے بعد ایک مشتعل دیہاتی نے مجھ پر لاٹھی سے وار کیا۔ میں باتوں میں مشغول تھا۔ مگر جناب سید عبدالرحیم شاہ صاحب مرحوم نے لاٹھی دیکھ لی اور اس کا وار آگے بڑھ کر اپنے سر پر لے لیا۔ سر سے خون بہہ نکلا۔ پھگلہ کے ایک غیر احمدی شخص نے شور مچا دیا کہ پھگلہ والو تمہارے گاؤں کے سید کو فلاں گاؤں کے لوگوں نے مار دیا ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ سب پھگلہ والے ان لوگوں پر پل پڑے اور وہ سب لوگ اور علماء بھی جلسہ گاہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یہ وہ تاریخی واقعہ تھا۔ جس سے میرے دل میں حضرت سید عبدالرحیم شاہ

صاحب مرحوم کی خاصی قدر پیدا ہوگئی۔

میں اس سال اگست میں بلاد عربیہ میں تبلیغ کے لئے روانہ ہوا اور وہاں پر بھی یہ نظارہ میرے سامنے رہا کہ ایک احمدی نے مبلغ سلسلہ کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا چنانچہ ان سے خط و کتابت جاری رہی اور دوستانہ مراسم بھی پختہ ہو گئے۔

تین چار سال پیشتر میں ان کے اصرار پر پھر چند روز کے لئے ان کے گاؤں پھگلہ گیا تھا۔ پھر وہ بیمار ہو گئے۔ بیماری بڑھتی گئی۔ علاج کے سلسلے میں ان کے فرزندان انہیں لاہور بھی لے گئے۔ کافی مہینوں تک ربوہ بھی رہے۔ آخر لمبی بیماری کے بعد ۱۲؍جولائی ۱۹۷۴ء کو اپنے گاؤں پھگلہ میں رحلت فرما گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

یہ دن بڑے ہنگاموں کے دن تھے۔ فساد کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس لئے ان کے صاحبزادے انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے نہ لا سکے۔ مرحوم موصی تھے۔ انہوں نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں وصیت کی تھی۔ علاقے کے لوگ ان کی نیکی، دیانتداری اور راستبازی کا ہمیشہ ذکر کرتے تھے۔ وفات کے وقت علاقہ میں شورش کی وجہ سے ان کی تدفین میں بعض مشکلات پیش آئیں مگر پھگلہ داتہ کے احمدی احباب اور دوسرے رشتہ داروں کے تعاون سے یہ کام بخیر و خوبی سرانجام پا گیا۔

حضرت شاہ صاحب نہایت مخلص احمدی تھے۔ کینسر کی لمبی اور تکلیف دہ بیماری کو انہوں نے نہایت صبر سے برداشت کیا۔ جب بھی ملنے کا موقع ملا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتے پایا۔ وہ ہمیشہ اپنے بیٹوں، پوتوں اور جملہ متعلقین کو دینداری اختیار کئے رکھنے اور احمدیت و خلافت کے دامن سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت میں ان کے درجات

بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے نیز ان کے خاندان کے مالی حالات بھی جلد تر بہتر کرے۔ اللّٰھم آمین یا رب العالمین۔

(الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء)

شجرہ نسب

ہمارا خاندان مغل شہنشاہوں کے ساتھ روس کے ترمذ بخارا افغانستان کے علاقوں سے آیا ہے۔ یہ لوگ معزز سادات سے ہیں۔ جو ترمذی سید کہلاتے ہیں۔ یہ خاندان مغلوں کی فاتح مسلم سلطنت ہند میں انہی کے ساتھ آ کر آباد و سکونت پذیر ہوئے۔ مغلوں کو ان سادات کا بہت احترام اور ان پر بہت اعتماد تھا۔ اسی اعتماد کی بناء پر مغلوں نے حفاظتی نقطہ نگاہ کی غرض سے سرحد کے ان دور دراز بالائی علاقوں کے دَروں میں ان کو بسایا تھا۔ ساتھ جاگیریں، زمینیں وسیع جنگلات کے حقوق دیئے اور اسلحہ بردار حفاظتی عملہ کے لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے اور مقامی لوگوں پر آپ کے لئے پانچواں حصہ لگان یا ٹیکس بھی مقرر تھا۔

یہ تمام لوگ سیدوں کا بے حد احترام کرتے تھے اور سیّدوں کو میاں جی یا میاں کہہ کر پکارتے تھے یا اباجی کہتے تھے۔ جواب بھی اباجی کا مخفف باجی ہی مشہور ہے۔

کاغان پارس کے سیّدوں کے پاس نوے میل تک جنگلات اور زمینوں کے مالکانہ حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک سیّد جاگیردار شاہجہاں شاہ جابہ گاؤں میں آ کر آباد ہوا۔ اسی طرح درہ سچاں جبوڑی، دیولی، پنجول کے علاقوں میں سید ترمذی آباد ہیں اور بٹل سے آگے درہ کونش ویلی چھتر یلین، بائیبالا، لچھی بنگ، نخولی اس سے آگے اوگی، اگرور، بٹ گرام تک سیّد خاندان آباد ہیں۔

ریاست سوات کا خوبصورت علاقہ یہاں کے مشہور بزرگ حضرت پیر بابا صاحبؒ بنیر سوات میں آباد تھے۔ اُن ہی کی اولاد سے یہ سادات خاندان آباد ہیں۔ حضرت پیر بابا صاحبؒ کے مزار پر ہر سال عرس لگتا ہے اور سرحد سے ہزاروں بسوں پر لوگ آ کر زیارت اور دعائیں مانگتے ہیں۔

ہمارا خاندان شجرہ کے لحاظ سے

حضرت والد بزرگوار سید عبدالرحیم شاہ صاحب کے دادا سید عمران شاہ صاحبؒ تھے۔ سید عمران شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے۔ سید حسین شاہ، سید عبدالحمید شاہ، سید غلام رسول شاہ، سید سخی شاہ۔

سید حسین شاہ صاحب کی شادی بٹل سے آگے وادی کونش چھتر پلین کے گاؤں بائی بالا کے سید خاندان زرمیاں کی بیٹی فہمیدہ بیگم سے ہوئی جو انتہائی بزرگ نیک خاتون تھی۔ آپ کے بطن سے سید عبدالرحیم شاہ کی پیدائش ہوئی۔

سید عبدالرحیم شاہ صاحب کی شادی، قبول احمدیت اور اولاد

سید عبدالرحیم شاہ صاحب کی شادی ۲۵، ۱۹۲۴ء میں سید محمود شاہ صاحب کی بیٹی خدیجہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ شادی کے بعد آپ جلسہ سالانہ ۱۹۲۹ء پر قادیان گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی بیعت کا ذکر الفضل ۲۱ رفروری ۱۹۳۰ء کے الفضل کے بیعت کرنے والوں کی فہرست میں ساٹھویں (۶۰) نمبر پر درج ہے۔

اولاد

خدیجہ بیگم کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی۔ دو بچے ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے۔ باقی سب صاحب اولاد ہوئے اور سب کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ الحمدللہ علٰی ذالک۔

(۱) سید محمد بشیر شاہ (۲) سید محمد صادق شاہ (۳) سید عبدالرزاق شاہ
(۴) بیٹی سیدہ خورشید بی بی (۵) سید لقمان شاہ (۶) سید محمد اقبال شاہ
(۷) سید محمد نذیر شاہ

بیٹوں کی شادیاں اور اولاد

سید محمد بشیر شاہ

سید محمد بشیر شاہ کی شادی مانسہرہ کے ایک مخلص احمدی متمول سواتی خاندان رئیس ڈب لالہ عالم خان صاحب کی بیٹی سیدہ اقبال بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کے بطن سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں:

بیٹے: سید اعجاز احمد، سید سجاد احمد، سید طاہر احمد

بیٹیاں: سیدہ بشریٰ، سیدہ حنیفہ، سیدہ مبارکہ

سب حیات ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ الحمدللہ۔

اولاد در اولاد

سید اعجاز احمد کی شادی سگھدار گاؤں کے فقیر اللہ خان سواتی کی بیٹی عصمت جہاں سے ہوئی۔ اس کے بطن سے اعجاز احمد کے تین بیٹے پیدا ہوئے:

(1) سید عمران شاہ (2) سید ولید احمد (3) سید غالب احمد

سید عمران شاہ انتہائی صحت مند خوبصورت نوجوان تھے۔ آسٹریلیا جانے کی تیاری تھی۔ اپنے کزن کی کار میں پنڈی بازار سے جا رہے تھے۔ گاڑی سید عمران شاہ خود ڈرائیو کر رہے تھے کہ اچانک گاڑی اُلٹ گئی۔ اس افسوس ناک حادثہ میں ایک عزیزہ موقعہ پر ہی فوت ہو گئیں۔ عمران شاہ کو بھی شدید چوٹیں آئیں اور فوراً شفا ہسپتال میں داخل کروایا۔ چھ دن تک ہسپتال میں موت و حیات کی کشمکش میں رہا۔ سید اعجاز احمد والد بھی آسٹریلیا سے فوراً پہنچ گیا۔ حادثہ ۲۵ رفروری کو ہوا تھا۔ ۲ رمارچ ۲۰۱۰ء کو شفا ہسپتال اسلام آباد میں ہی وفات ہوئی۔ اُسی

دن میت ربوہ لائے اور تدفین ربوہ قبرستان میں ہوئی۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔
باقی دو بیٹے سید ولید احمد اور غالب احمد حیات ہیں۔ الحمدللہ۔ ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔

دوسرا بیٹا سید سجاد احمد

سید سجاد احمد کی شادی لاہور کے مرزا اسلم بیگ صاحب کی بیٹی درثمین سے ہوئی۔ درثمین کے بطن سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں:

بیٹے: ابراہیم، عبدالرحیم، حماد بیٹیاں: فاطمہ، عائشہ

الحمدللہ سب حیات ہیں۔ یہ سب جاپان میں مقیم ہیں۔

تیسرا سید بیٹا طاہر احمد

سید طاہر احمد کی شادی اپنے چچا سید لقمان شاہ صاحب کی بیٹی سیدہ نفیسہ سے ہوئی۔ نفیسہ کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے:

بیٹے: سید اطہر احمد، سید غلام احمد بیٹی: خدیجہ۔ یہ بھی جاپان میں مقیم ہیں۔

سید بشیر شاہ صاحب کی بیٹیاں

سیدہ بشریٰ

سیدہ بشریٰ کی شادی سید تنویر شاہ ولد حکیم بشیر شاہ خدمت خلق دواخانہ کے بیٹے سے ہوئی۔ تنویر شاہ کے ہاں بشریٰ کے بطن سے چار بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے۔

بیٹے: سید رضا شاہ

بیٹیاں: ریحانہ، فروح خانم، سعدیہ، کرن

یہ سب کینیڈا میں مقیم ہو کر کینیڈین شہریت اختیار کر چکے ہیں۔

سیدہ حنیفہ

آپ کی دوسری بیٹی حنیفہ کی شادی بھی سید بشیر احمد شاہ ولد حکیم سید بشیر شاہ خدمت خلق دواخانہ والے کے بیٹے سے ہوئی۔ شبیر شاہ کے ہاں حنیفہ کے بطن سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے:

بیٹے: عثمان احمد **بیٹیاں:** ساویہ، انعم

سیدہ مبارکہ

آپ کی تیسری بیٹی مبارکہ کی شادی سید محبوب احمد جنود ولد سید جنود اللہ شاہ صاحب کے بیٹے سے ہوئی۔ مبارکہ کے بطن سے دو بیٹے ایک بیٹی کی پیدائش ہوئی:

بیٹے: سید ودود احمد، منیب احمد **بیٹیاں:** مریم

یہ سب سید محمد بشیر شاہ صاحب کی اولاد کے پھل ہیں اور سید عبدالرحیم شاہ صاحب مرحوم کے احمدیہ بستان کے ثمرات ہیں جو نسلاً بعد نسلٍ بڑھتے اور پھلتے پھولتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ آپ کی سب اولاد در اولاد امریکہ، کینیڈا، جاپان، آسٹریلیا میں مقیم ہو چکے ہیں۔

سید محمد بشیر شاہ صاحب کی پیدائش بروز جمعہ ۱۳/اگست ۱۹۲۶ء ۳/صفر المظفر ۱۳۴۵ھ کو ہوئی تھی اور وفات ۸/جون ۲۰۱۰ء بروز منگل طاہر ہارٹ ہسپتال ربوہ میں ہوئی۔ آپ موصی تھے اور اسیران راہ مولیٰ کی توفیق بھی پائی۔ آپ جدید بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ آپ کی وصیت ۲/نومبر ۱۹۸۵ء کو ہوئی۔ وصیت نمبر ۲۵۵۷۸ ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

سید محمد صادق شاہ

سید محمد صادق شاہ کی شادی گاؤں پھگلہ کے اپنے چچازاد سید پیر افضل شاہ کی بیٹی نیر بی بی سے ہوئی۔آپ کے بطن سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

بیٹے:(1) سید محمد صالح (2) سید احسن احمد

بیٹیاں:(1) طیبہ(2) عاصمہ صدیقہ(3) بی بی ناصرہ

ایک بیٹی چھوٹی عمر میں وفات پا گئی اور باقی سب صاحب اولاد ہیں

اولاد سید محمد صالح

سید محمد صالح کی شادی چودھری انیس محمود کی بیٹی عائشہ سے ہوئی۔جن کے بطن سے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔

بیٹے:(1) فاتح احمد (2) ناصح احمد یوسف

بیٹی:حفضہ

اولاد سید احسن احمد

سید احسن احمد کی شادی حصنہ خان ولد ڈاکٹر مبین الحق صاحب کی بیٹی سے ہوئی۔آپ کے بطن سے ایک بیٹی حورین پیدا ہوئی جو اَب بمعہ والدین کے نیوزی لینڈ میں مقیم ہے۔

طیبہ

سید محمود شاہ صاحب ولد داؤد مظفر شاہ صاحب کی شادی طیبہ سے ہوئی۔جن کے ہاں تین بیٹیوں کی پیدائش ہوئی۔

بیٹیاں:۔ (1) منزہ (2) سدرہ (3) خلعت

عاصمہ صدیقہ

عاصمہ صدیقہ کی شادی سید سلیمان شاہ بخاری ولد مسہور بخاری سے ہوئی۔آپ کے ہاں ایک بیٹی عطیہ اور ایک بیٹا حسان احمد پیدا ہوئے جو ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔

بی بی ناصرہ

بی بی ناصرہ کی شادی سید بشارت احمد سے ہوئی۔آپ کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے:

بیٹے:۔ (1) سید وجاہت (2) سید صداقت جو کراچی میں مقیم ہیں۔

نوٹ۔ سید بشارت احمد اپریل ۲۰۱۴ء سے آسٹریلیا میں مقیم ہو چکے ہیں۔

سید عبدالرزاق

سید عبدالرزاق شاہ صاحب کی شادی ٹوپی کے ایک مخلص احمدی سردار خان صاحب کی بیٹی امۃ الامین سے ہوئی۔آپ کے بطن سے ایک بیٹا سید بلال احمد اور ایک بیٹی سمیہ ماریہ پیدا ہوئیں۔

سید بلال احمد

سید بلال احمد کی شادی ارشاد احمد خان صاحب کی بیٹی افشاں (منڈی بہاء الدین) سے ہوئی۔آپ کے بطن سے ایک بیٹا ذوہاب احمد اور ایک بیٹی نورالعین پیدا ہوئی۔

سمیہ ماریہ

سمیہ ماریہ کی شادی رشید احمد صاحب کے بیٹے ریحان رشید سے ہوئی۔ان کے ہاں دو بیٹیاں ناجیہ رشید اور مائدہ رشید اور ایک بیٹا خاقان رشید پیدا ہوا۔یہ سب جرمنی میں مقیم ہیں۔

سید عبدالرزاق شاہ صاحب کو ۲۸ رفروری ۲۰۱۴ء کو واش روم میں وضو کرتے ہوئے

گرنے سے کولہے میں فریکچر ہوا۔ چھ دن فضل عمر ہسپتال میں ٹیسٹ وغیرہ ہوئے۔ بعد میں فیصل آباد لے کر جایا گیا۔ وہاں ڈاکٹر ولی صاحب نے کولہے کا اپریشن کیا۔ اس کے بعد گردوں کی تکلیف کی وجہ سے دوبارہ فیصل آباد لے گئے۔ اسی دوران ۲۳ رفروری فیصل آباد میں بروز اتوار ۲۰۱۴ء کو وفات ہوئی۔ بیٹی سمیہ کی جرمنی سے آمد پر ۲۶ رفروری بروز بدھ جنازہ ہوکر قبرستان عام میں تدفین ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۔ ان کے بیٹے بلال نے باپ کی انتہائی خدمت کر کے سارے کام سرانجام دیئے۔

خورشید بیگم ہم چھ بھائیوں کی بہن ہے۔ **بیٹی:**۔خورشید بیگم

خورشید بیگم اہلیہ سید سخاوت شاہ صاحب

خورشید بیگم کی شادی بفہ کے سید سخاوت شاہ ولد سید گلاب شاہ صاحب سے ہوئی۔ سید سخاوت شاہ صاحب مخلص احمدی تھے۔ آپ کے ہاں خورشید بیگم کے بطن سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں:

بیٹے: سید بشارت احمد، سید مبارک احمد

بیٹیاں: مبارکہ شاہدہ، امۃ الحفیظ، امۃ القدوس

سید بشارت احمد

سید بشارت احمد کی شادی سید محمد صادق شاہ کی بیٹی ناصرہ بی بی سے ہوئی۔ جس کے ہاں دو بیٹے (1) سید وجاہت احمد (2) سید صداقت احمد پیدا ہوئے جو کراچی میں مقیم ہیں۔

سید مبارک احمد

سید مبارک احمد کی شادی کراچی کے ملک بشیر احمد مجوکہ کی بیٹی کرن رابع سے ہوئی جن کے بطن سے ایک بیٹی فریحہ احمد پیدا ہوئی۔

سید مبارک احمد نیوزی لینڈ کے صوبہ کوئینز لینڈ میں I.B.M میں ملازمت کرتے ہیں اور

وہاں جماعت کے جنرل سیکریٹری کے طور پر بھی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

مبارکہ شاہدہ

مبارکہ شاہدہ کی شادی کمانڈر عبدالرشید صاحب ربوہ کے بیٹے فاروق احمد خالد سے ہوئی جو دبئی میں مقیم ہیں اور وہاں امیر جماعت کے طور پر خدمت بجالا رہے ہیں۔ان کے ہاں دو بیٹے (1)احسان احمد(2)ارسلان احمد پیدا ہوئے۔

امۃ الحفیظ

امۃ الحفیظ کی شادی مرزا عبدالرشید بیگ کے بیٹے مرزا عبدالغفور بیگ سے ہوئی جو کراچی میں وکالت کررہے ہیں۔

امۃ القدوس

امۃ القدوس کی شادی شیخ شریف صاحب کے بیٹے سلیمان طارق شیخ سے ہوئی۔ان کے ہاں ایک بیٹا کاشف احمد پیدا ہوا۔

سید لقمان شاہ

آپ کی شادی سید امتیاز حسین شاہ کی بیٹی سیدہ فقیہ سلطانہ سے ہوئی۔آپ کے ہاں دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کی پیدائش ہوئی۔

بیٹے: (1) سید عطاء المنان (2) سید عبدالرحیم شاہ

بیٹیاں: (1) سیدہ نفیسہ (2) سیدہ ھدیٰ

اولاد در اولاد

عطاء المنان

سید عطاء المنان کی شادی راولپنڈی کے ڈاکٹر حمید احمد کی بیٹی سحر سے ہوئی۔ جن کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔

بیٹا:۔ سید نعمان **بیٹی:۔** تانیر

عطاء المنان کی المناک وفات جوانی میں ہی، دارالصدر ربوہ میں گھر کے قریب ہی دن کے تین بجے اپنی دوکان سے موٹر سائیکل پر گھر آتے ہوئے ایک رکشہ والے کے ساتھ ٹکرا کر گر جانے سے ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عطاء المنان نیک سیرت، پارسا، بے پناہ خوبیوں کے مالک، نفیس طبیعت، ہر ایک سے محبت کرنے والا، ہر ایک کا ہمدرد، احمدیت اور خلافت کا شیدائی اور موصی تھے۔ آپ کی وفات بروز ہفتہ ۱۱؍فروری ۲۰۱۲ء کو ہوئی۔ نماز جنازہ ۱۲؍فروری ۲۰۱۲ء میاں خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھائی۔ آپ بہشتی مقبرہ جدید قطعہ نمبر ۴۷ قبر نمبر ۱۵۱ میں مدفون ہیں۔

سیدہ ھدیٰ

سیدہ ھدیٰ کی شادی مسعود احمد کے بیٹے حسن سے ہوئی۔ یہ کینیڈا میں مقیم ہو چکے ہیں۔ ان کے ہاں دو بیٹیاں مریم اور درپشا پیدا ہوئیں۔

سید محمد اقبال شاہ

خاکسار کی شادی بھائی بشیر شاہ کی خواہش کی بنا پر چودھری عبدالعزیز صاحب اسلام آباد کی بیٹی شاہدہ متین سے ہوئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں:

بیٹے: سید وقاص احمد، سید عدنان احمد، سید اویس احمد، سید نواس احمد

بیٹیاں: سیدہ امۃ العلیم عظمیٰ ، سیدہ طوبیٰ احمد

سید اویس احمد، سید نواس احمد اور سیدہ طوبیٰ احمد وقف نو کی مبارک تحریک میں شامل ہیں۔

امۃ العلیم عظمیٰ

امۃ العلیم عظمیٰ کی شادی محترم سید عبدالحیٔ صاحب مرحوم سابق ناظر تالیف وتصنیف ربوہ کے بیٹے عزیزم عمران احمد سید سے ہوئی۔ان کے ہاں دو بیٹے حسن سید اور زین سید پیدا ہوئے۔

آپ اریکسن کمپنی۔ساؤتھ افریقہ میں ملازمت کرتے ہیں اور مع اہل وعیال ساؤتھ افریقہ میں مقیم ہیں۔

سید نذیر احمد شاہ

سید نذیر احمد شاہ صاحب والد بزرگوار سید عبدالرحیمؒ شاہ صاحب کے چھٹے بیٹے ہیں۔آپ نے مختلف اوقات میں تین شادیاں کیں۔آپ کی پہلی شادی صوبیدار عبدالغفور خان صاحب کی بیٹی امۃ القدوس سے ہوئی جن کے بطن سے آپ کے ہاں ایک بیٹے سید عثمان احمد کی پیدائش ہوئی۔لیکن بوجوہ یہ شادی کامیاب نہ ہوسکی۔آپ کی دوسری شادی مکرم سید عبدالحیٔ صاحب مربی انڈونیشیا کی بیٹی رفعت سے ہوئی۔رفعت کے بطن سے دو بیٹیاں سوسن اور سنبل پیدا ہوئیں۔لیکن افسوس کہ یہ شادی بھی ناکام ہوئی۔نذیر شاہ نے تیسری شادی طاہرہ سے کی جس کے ہاں پہلے بھی ایک بیٹا خیام احمد تھا۔طاہرہ کے بطن سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں:

بیٹے: سید جری اللہ، سید حسین شاہ، اصحاب احمد بیٹیاں: کشمالہ، نافع

نذیر شاہ آج کل اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔آپ سعودی عرب میں بھی 35 سال قیام پذیر رہے۔سعودی عرب میں گاڑیوں کے سپیئر پارٹس کی دکان تھی جس میں بھائی اقبال شاہ اور بھتیجے اعجاز کو بھی حصہ دار بنایا۔کافی بڑا کام چلتا رہا۔اب سب ہی سعودی عرب سے واپس آچکے ہیں۔

مکرم سید محمد بشیر شاہ صاحب مرحوم

مکرم سید محمد بشیر شاہ صاحب مرحوم پھگلہ جماعت کے فعال کارکن تھے۔آپ مکرم سید عبد الرحیم شاہ صاحب کے سب سے بڑے بیٹے تھےاور اپنے والد محترم کی طرح ہی داعی الی اللہ تھے۔آپ13اگست1926ء بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئے۔جماعت اور نظام خلافت کے فدائی تھے۔تبلیغ وتربیت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔

سید محمد بشیر شاہ صاحب سے خاکسار کا تعارف 1970ء میں جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر انکے سب سے چھوٹے بیٹے سید لقمان شاہ صاحب کے ذریعہ ہوا جو خاکسار کے کراچی میں بطور مربی کے قیام کے دوران میرے سلطان نصیر تھے۔شاہ صاحب سے یہ تعلق ترقی پذیر رہا۔وہ سلسلہ کے خدام کے بہت قدردان اور محبت کرنے والے وجود تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔آمین۔

سید محمد بشیر شاہ صاحب کو آپ کے والد صاحب نے پارٹیشن سے قبل قادیان تعلیم کیلئے بھیجا تھا لیکن بوجوہ آپ تعلیم مکمل نہ کر سکے۔تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنے علاقہ میں وسیع پیمانہ پر کاروبار شروع کیا جو الحمدللہ ترقی پذیر تھا لیکن 84-1974ء میں جماعت کی حکومتی سطح پر مخالفت اور دشمنان احمدیت کی پشت پناہی کی وجہ سے آپ کا یہ کاروبار بری طرح متاثر ہوا اور آپ کو جماعت کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔آپ ان مشکل حالات میں ثابت قدم رہے اور ربوہ ہجرت کر گئے۔آپ کے خاندان کے دیگر افراد بھی ناگریز حالات کی وجہ سے ربوہ ہجرت کر گئے۔

مکرم سید محمد بشیر شاہ صاحب ربوہ میں ہی 8 جون 2010ء کو وفات پا گئے اور موصی ہونے کی بناء پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کئے گئے۔

(محمد اجمل شاہد)

بعض مخلص احباب جو والد بزرگوارؒ سے تعلق اخوت رکھتے تھے

محترم محمد یوسف کیانی صاحب موضع پریم کوٹ تحصیل دیر کوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر سے تھے۔محمد یوسف صاحب کا پھگلہ میں والد بزرگوار کے پاس آنا جانا ہوتا تھا۔محمد یوسف کیانی صاحب بلا کے ذہین اور جوشیلے مبلغ تھے۔درثمین وکلام محمود کے سینکڑوں اشعار یاد تھے۔آپ کے گاؤں پریم کوٹ میں زمین اور مال مویشی تھے۔آپ کی اولاد میں چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔ایک دو کے علاوہ سب کا ہی احمدیت سے والہانہ تعلق تھا۔ ۱۹۷۴ء کے حالات کے بعد آپ کی ساری فیملی پنڈی، اسلام آباد اور کراچی میں مقیم ہو چکی ہے۔والد صاحب کی وفات کے بعد بھائی بشیر شاہ اور صادق شاہ کے پاس محمد یوسف کیانی صاحب کا بھی آنا جانا تھا۔انتہائی مخلص فدائی احمدی تھے۔تبلیغ کا ایک شوق اور جنون رکھتے تھے۔ہمارے چھوٹے بھائی سید نذیر شاہ، جو شکار اور ہائیکنگ کے بے حد شوقین تھے، کے ساتھ ہر علاقہ اور جگہ کی فوٹو گرافی کا بھی شوق رکھتے تھے۔محمد یوسف کیانی صاحب کی ایک بیٹی ربوہ میں مکرم ارشد احمد صاحب کے ہاں بیاہی ہوئی ہیں۔یوسف کیانی صاحب کا ایک بیٹا مکرم حکیم محمد سعید صاحب کیانی مربی سلسلہ تھے جو قادیان میں پڑھے تھے اور ناروے وسویڈن میں بھی رہے ہیں۔ایک اور بیٹے مکرم غلام محی الدین صاحب کیانی عربی فاضل تھے۔مکرم عبدالغفور صاحب کیانی مخلص احمدی تھے۔مکرم طاہر احمد صاحب کیانی اسلام آباد (چک شہزاد کری گاؤں) میں ہومیوپیتھی ڈاکٹر ہیں۔

گذشتہ دو سالوں میں کراچی میں آپ کے تین عزیزوں کو احمدیت کی بنا پر شہید کیا گیا ہے۔مکرم بشیر احمد کیانی صاحب 68 سال کی عمر میں اورنگی ٹاؤن کراچی میں شہید کئے گئے۔آپ انتہائی نڈر اور دعوت الی اللہ کا شوق رکھتے تھے۔اس سے قبل کراچی میں آپ کا بیٹا اور داماد شہید کئے گئے۔آپ ان کی شہادت سے خوفزدہ نہیں تھے بلکہ اپنی اولاد کو حوصلے کی تلقین کیا کرتے تھے۔آپ کو یکم نومبر 2013ء کو کراچی میں شہید کر دیا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ

تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''مکرم بشیر احمد کیانی کو یکم نومبر 2013ء یوم الجمعہ احمدیہ بیت الذکر اورنگی ٹاؤن کے قریب جمعہ سے قبل فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا۔ آپ کی تدفین دو نومبر کو ربوہ میں ہوئی۔ آپ موصی تھے اور فدائی احمدی تھے۔

قبل ازیں آپ کے داماد مکرم ظہور احمد کیانی صاحب کو اورنگی ٹاؤن میں ہی 21 اگست 2013ء کو 47 سال کی عمر میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کراچی کے محکمہ کسٹم میں ملازم تھے۔ آپ بھی موصی تھے۔ ربوہ میں 22 اگست 2013ء کو آپ کی تدفین ہوئی۔ مکرم اعجاز احمد کیانی صاحب ابن مکرم بشیر احمد کیانی صاحب کو بھی اورنگی ٹاؤن میں 29 سال کی عمر میں 18 ستمبر 2013ء کو فائرنگ کر کے شہید کر دیا گیا۔ آپ موصی تھے۔ 19 ستمبر کو آپ کی تدفین ربوہ میں ہوئی۔ آپ P.M.Q اٹامک انرجی ڈیپارٹمنٹ میں ڈرائیور کی ڈیوٹی ادا کر رہے تھے۔ الفضل انٹرنیشنل 28 مارچ 2014ء میں آپ کا ذکر ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔''

1974ء اور 1984ء میں خاندان پر مقدمات

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ، قائداعظم کے دست راست، عالمی عدالت کے جج اور عظیم قانون دان نے اپنی انتہائی پاکباز اور مومن والدہ پر ایک کتاب ''میری والدہ'' لکھی تھی۔ مکرم بشیر شاہ صاحب یہی کتاب اپنے مطالعہ کے لئے ہاتھ میں لئے ہوئے ایبٹ آباد میں اپنے ایک دوست کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان ایام میں ضیاء الحق کے ان ظالمانہ قوانین سے پورے ملک میں ایک شورش برپا تھی۔ مولوی اور ان کے گروہ کے شیطانی چیلے ناروا حیلے بہانوں سے احمدیوں کو پکڑواتے اور پولیس کے حوالے کرتے۔ ضیاء الحق کی نافذ کردہ ظالمانہ دفعات سے مظلوم احمدیوں پر قید و جرمانے عائد کئے جاتے اور عدالتوں میں ضمانتیں تک نہیں ہوتی تھیں۔ بالکل اسی طرح مکرم سید محمد بشیر شاہ صاحب سے بھی یہ کتاب

بہانے سے لے لی گئی اور اُسی وقت پولیس میں جا کر رپورٹ درج کروادی کہ یہ شخص اس کتاب ''میری والدہ'' کے زریعہ تبلیغ کر رہا تھا۔آپ کو قید کرلیا گیا اور ایک عرصہ تک ضمانت نہیں ہونے دی۔ایک عرصہ بعد بفضلہٖ تعالیٰ ضمانت ہوئی اور آپ کو بھائی بشیر شاہ کے داماد مکرم ڈاکٹر سید محبوب جنود صاحب اور بھائی نذیر شاہ اپنی گاڑی میں ربوہ لے کر آئے۔مولویوں کی بنائی ہوئی یوتھ فورس کے صدر وقار گل جدون نے اپنے شر پسندوں کے ساتھ پروگرام بنایا ہوا تھا کہ بشیر شاہ ضمانت کے بعد جب عدالت سے باہر آئیں گے تو ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا جائے۔ پروگرام کے مطابق یہ لوگ عدالت میں پہنچ گئے اور سید نذیر شاہ اور محبوب شاہ کو دیکھ کر ان پر حملہ کر دیا۔محبوب شاہ کو چھریوں سے وار کر کے شدید زخمی کر دیا،نذیر شاہ کو بھی زخم آئے۔نذیر شاہ کی گاڑی باہر کھڑی تھی۔ اس نے اپنے حفاظتی اور لائسنس شدہ ریوالور سے فائرنگ کی۔ انشر پسندوں نے بھی فائرنگ کی۔پولیس بھی موقع پر پہنچ آئی اور یہ شر پسند بھاگ کر تتر بتر ہو گئے۔سید محبوب شاہ صاحب کو فوراً ہسپتال لے جایا گیا۔ بہت گہرے زخم تھے۔اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔

ان شر پسندوں کی طرف سے ہمارے خاندان کے سید محمد بشیر شاہ،سید نذیر شاہ،سید محبوب شاہ اور چوتھا کیس سید محمد صالح ولد سید محمد صادق شاہ پر قائم کیا گیا۔

سید محمد صالح پر پولیس میں یہ پرچہ کروایا گیا کہ سید محمد صالح شاہ ولد سید محمد صادق شاہ ساکن پھگلہ سٹوڈنٹ سیکنڈ ائیر گورنمنٹ ڈگری کالج نے جو سیکنڈ ائیر کا داخلہ فارم بھرا ہے اس میں مذہب کے خانہ میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا ہے جو کہ عقیدہ میں قادیانی ہے۔لہٰذا صدارتی آرڈیننس C-298 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ملزم نے سنگین جرم کیا ہے۔

اس جرم کی سزا میں فوراً سید محمد صالح کو قید کر دیا اور کافی عرصہ تک بہت کوشش کے باوجود بھی ضمانت نہیں ہونے دی گئی۔مولوی کسی وکیل کو بھی کیس لڑنے نہیں دے رہے تھے۔آخر ایک دیانتدار،مخلص اور بہادر وکیل اعجاز افضل خان صاحب نے کیس لڑنے کا فیصلہ کیا۔انہوں نے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیر کبیر اور کچھ احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ انہی کے ذریعہ سید محمد صالح کی ضمانت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کا پھل اعجاز افضل خان کو یہ عطا کیا کہ اُن کو جسٹس کے عہدہ جلیلہ پر فائز کر دیا۔ موصوف اب بھی خیبر پختونخوا میں اس عہدہ پر فائز ہیں۔ الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ نے ان مشکلات و مصائب پر صبر سے قائم رہنے والوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بے حد فضلوں سے نوازا ہے۔ سب سے بڑی نعمت تو احمدیت تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہم میں قائم رکھی۔ پہلے گاؤں سے ربوہ منتقل ہوئے۔ سید صالح محمد سعودیہ گیا۔ پھر حج عمرہ کی ادائیگی کے بعد آسٹریلیا چلا گیا اور اب والدین کے ساتھ آسٹریلیا میں مقیم ہے۔

گاؤں میں ہمارے ساتھ ابھی تک بائیکاٹ چل رہا ہے حالانکہ پہلے سب لوگ والد بزرگوار کی وجہ سے بے حد محبت اور پیار کرتے تھے لیکن 1974ء کے بدنام زمانہ ظالمانہ آرڈیننس نے تعصب کی آگ بھڑکائی۔ گاؤں میں ہمارے مکانات جلائے گئے، مسجد گرا دی گئی۔ پولیس کے افسران نے مولویوں کی شکایت پر ہماری دیوار کے اوپر سیمنٹ سے کندہ کئے ہوئے کلمہ طیبہ کے مبارک الفاظ لا الہ الا محمد رسول اللہ، پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار، بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اور میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا کے کلمات ہتھوڑے چھینیوں سے توڑ توڑ کر مٹا دئے۔ ہمارے ایک احمدی کیمرہ مین رانا احمد صاحب جو کہ اس منظر کی تصویر کشی کر رہے تھے ان کا قیمتی کیمرہ بھی چھین کر توڑ دیا۔ بچوں کو سکولوں میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک طرح سے ہمارا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ سودا سلف لانے کی مشکلات اور پانی تک لانا دشوار ہو گیا تھا۔ ہمارے والد بزرگوار کی قبر کا کتبہ توڑ دیا گیا۔ قبر کے گرد چار دیواری بنائی ہوئی تھی وہ بھی گرا دی گئی۔ ان حالات کی بنا پر پہلے ہم ربوہ منتقل ہوئے بعد میں اللہ تعالیٰ نے رفتہ رفتہ سید عبدالرحیم شاہؒ صاحب کی ساری اولاد کی دنیا کے بڑے ملکوں پھیلا دیا اور اپنے بے پناہ فضلوں سے نوازا دیا۔ یہ سب اب جاپان، کینیڈا، امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور آئرلینڈ میں مقیم ہو چکے ہیں۔ الحمدللہ۔

لالہ عبدالرحیم اور رانا کرامت احمد کے خاندان پر جھوٹے مقدمات

عزیز قادر ولد لالہ عبدالرحیم صاحب ہمارے گاؤں پھگلہ ہی کے تھے اور مانسہرہ میں قومی شناختی کارڈ کے محکمہ میں ملازم تھے۔ مولویوں نے طرح طرح کے الزام لگا کر، مارنے قتل کرنے کی دھمکیاں دے کر احمدی ہونے کی وجہ سے محکمہ سے نکلوا دیا۔ آپ نے شادی کارڈ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم برکت کے لئے لکھ دی لیکن چونکہ یہ لکھنا بھی اس ظالمانہ آرڈیننس کے تحت جرم تھا لہٰذا عزیز قادر، عبدالقادر و جمیل قادر برادران لالہ عبدالرحیم کے بیٹے اور ان کے ساتھ رانا مبشر احمد، رانا کرامت احمد پر پولیس میں پرچہ دائر کروا کر مقدمہ بنایا گیا۔ کیس چلتا رہا بعد میں بفضلہٖ تعالیٰ ضمانت پر رہا ہوئے۔ جب یہ مظالم حد سے بڑھ گئے تو یہ سب مانسہرہ چھوڑ کر راولپنڈی اور دیگر جگہوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ عزیز قادر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسٹریلیا میں مقیم ہو چکا ہے۔

مکرمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سید سخاوت شاہ صاحب

ہم چھ بھائیوں کی ایک ہی بہن بی بی خورشید ہیں۔ ہمارے اپنے بعض مخلص رشتہ دار بھی بہن کے رشتہ کیلئے خواہش مند تھے لیکن والد بزرگوار غیر احمدیوں میں رشتہ دینے کے حق میں نہیں تھے۔

بفہ نامی شہر کے ایک سید خاندان میں ایک مخلص نوجوان سید سخاوت شاہ ولد سید گلاب شاہ نے بڑی تحقیق کے بعد احمدیت قبول کی۔ آپ کے شہر بفہ کا ایک دیوبندی مولوی غلام غوث ہزاروی احمدیت کے خلاف خوب تقریریں کرتا تھا اور فساد پھیلانا اس کا کام تھا۔ پورا بفہ شہر اور علاقہ مولوی غلام غوث کے زیرِ اثر کانگریسی ذہن کا تھا۔

سید سخاوت شاہ بھی احمدیت قبول کرنے سے قبل مولوی غلام غوث کے شاگردوں میں سے تھا اور اچھا مقرر تھا۔ مولوی غلام غوث ہزاروی جو تقریریں احمدیت کے خلاف کرتا اور احمدیت

کے خلاف کتابوں کے حوالے پیش کرتا، سخاوت شاہ وہ نوٹس لکھ رکھتا اور احمدیوں کی کتب سے وہ حوالے تلاش کرتا تو دیکھتا کہ مولوی کے دئے گئے سب حوالے غلط نکلتے اور جھوٹ پر مبنی ہوتے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کا سبب بنتے۔ سخاوت شاہ سعید فطرت نوجوان تھا۔ اس کو یہ جھوٹ، فریب اور سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینا سخت ناگوار گزرا۔ لہٰذا اس نے احمدیت کے متعلق پاک دل اور صاف ذہن سے مزید تحقیق کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا تو اس پر احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی اور اس نے احمدیت قبول کر لی۔ بفہ شہر میں سید سخاوت شاہ کی شدید مخالفت شروع ہوگئی اور آپ کراچی چلے گئے۔ کراچی میں جماعت کے امیر شیخ رحمت اللہ صاحب بہت بڑے بزنس مین تھے۔ آپ نے ان کے ہاں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ ان کے ساتھ اکاؤنٹ کے کام میں منسلک رہے۔ والدین کو ملنے مانسہرہ بفہ آپ کا آنا جانا رہتا تھا۔

کیونکہ آپ کے والد نہایت برگزیدہ شخص تھے اور جماعت کے مخالف نہیں تھے اس طرح بھائی دلاور شاہ بھی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ سخاوت شاہ اپنے والدین کے ساتھ مروت سے پیش آتا تھا اور اسی طرح بھائی اور دوسرے رشتہ داروں سے بھی اچھا تعلق رکھتا تھا۔ آپ 1960ء میں کراچی سے بفہ آئے ہوئے تھے۔ ان کو ہمارے بعض احباب نے ہمارے ہاں رشتہ کا بتایا۔ اس طرح 8 مئی 1960ء کو آپ مانسہرہ کے چند مخلص بزرگ احمدیوں کو لے کر پھگلہ آئے جن میں امیر جماعت مکرم مولوی محمد عرفان صاحب، مکرم حکیم عبدالواحد صاحب، مکرم غفران صاحب وکیل اور مکرم پیر زمان شاہ صاحب ایڈووکیٹ جرگہ کے طور پر آئے۔ نکاح کی تقریب ہوئی۔ نکاح مکرم حکیم عبدالواحد صاحب نے پڑھایا۔ رشتہ دار بھی شامل ہوئے۔ نور احمد شاہ، سلیم شاہ نے سید سخاوت شاہ کو بہت پسند کیا کیونکہ نہایت با اخلاق اور سلجھا ہوا سنجیدہ نوجوان تھا۔ والدہ صاحبہ کی خالائیں ناراض ہوئیں کہ وہ رشتہ باہر دینا پسند نہیں کرتی تھیں۔ اسی طرح ایک بھائی بھی خوش نہیں تھے لیکن بعد میں بفضلہٖ تعالیٰ سب بہتر ہو گیا اور یہ رشتہ بہت ہی مبارک ہوا۔ الحمدللہ۔

آپ کی شادی میں بفہ سے بھی شاہ صاحب کے رشتہ دار آئے۔ دلہن پہلے بفہ لے گئے۔ ہمارے مانسہرہ والے گھر کے پڑوس میں پشاور کے ایک اسسٹنٹ کمشنر A.C صاحب بہت وجیہہ شخصیت کے مالک تھے اور علاقہ میں کافی اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ آپ بھی سید بشیر شاہ کے ساتھ تعلق کی بناء پر بارات کے ساتھ بفہ گئے۔ اس طرح بڑے احسن طریقہ سے شادی ہوئی۔ بعد میں سخاوت شاہ صاحب اپنی اہلیہ خورشید بیگم کو لے کر کراچی چلے گئے۔ کیونکہ وہاں عزیز آباد میں آپ نے شیخ رحمت اللہ صاحب کی معرفت ایک مکان خریدا ہوا تھا۔ ابھی تک وہاں ہی رہائش پذیر ہیں۔ آپ صاحب اولاد ہوئے۔ دو بیٹے اور تین بیٹیاں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں جو صاحب اولاد ہیں۔

کراچی میں آپ شیخ رحمت اللہ صاحب کی ملازمت کے دوران جماعتی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اس کے ساتھ آپ نے وکالت کی تیاری کر کے وکالت کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ آپ نے کراچی ایم اے جناح روڈ پر اپنا دفتر بھی کھولا ہوا تھا اور کراچی کے بڑے بڑے تاجروں کے ٹیکس وغیرہ کے کیس لڑا کرتے تھے۔ وکالت کے لئے بھی آپ کو والد بزرگوار نے مشورہ دیا تھا جس کو آپ محترم والد بزرگوار صاحب کی دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے تھے اور کئی دفعہ ذکر بھی کرتے تھے کہ میری وکالت آپ کی دُعاؤں کا صلہ ہے۔ سیاست میں بھی آپ حصہ لیتے تھے۔ بھٹو کے وقت آپ پیپلز پارٹی کے سرگرم رکن تھے۔ بھٹو سے اچھے مراسم تھے اور پارٹی کے کئی لیڈر آپ کے دوست بنے ہوئے تھے۔ آپ کو تقریروں کا ملکہ تھا۔ بھٹو بعض دفعہ آپکو تقریروں کے لئے منتخب کرتا تھا۔ ۱۹۷۴ء کے بعد سے، جب سے ظالمانہ حکومتی آرڈیننس کے تحت احمدیوں کو کافر قرار دے دیا گیا تھا، آپ نے یہ سلسلہ ترک کر دیا۔ آپ مخلص احمدی اور موصی تھے۔ آپ کی وفات کراچی میں ہوئی۔ وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز نعش ربوہ لائی گئی اور نماز جنازہ کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ آپ کے کتبہ کی تحریر اس طرح ہے:

''سید سخاوت شاہ صاحب ایڈووکیٹ ولد سید گلاب شاہ صاحب

مرحوم آف ضلع ہزارہ حال عزیز آباد کراچی ولادت ۱۹۳۳ء بیعت ۱۹۵۱ء
وفات ۲۰ رجنوری ۱۹۹۴ء عمر ساٹھ ۶۰ سال وصیت نمبر 15872 مرحوم
نے ایک رویاء کی بنا پر احمدیت قبول کی تھی۔ ہمیشہ سلسلہ احمدیہ کی خدمت
میں پیش پیش رہے۔ مرحوم جماعت احمدیہ کراچی کے سیکرٹری اصلاح و
ارشاد تھے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ''

رفاہِ عامہ کے کام

والد بزرگوار لوگوں کی ترقی، بہبودی اور تعلیم کے لئے بھی اپنے دل میں تڑپ اور خواہش رکھتے تھے۔ ہر کسی کے ساتھ بھلائی کا خیال رکھتے تھے، جس کی کئی مثالیں ہیں۔

ہمارے رہائشی مکان کے پچھلی جانب ایک مکان آپ نے مہمانوں کے لئے تیار کروایا ہوا تھا۔ وہاں آپ مطب بھی کرتے تھے اور تبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ مہمانوں کو بھی وہاں ٹھہراتے تھے۔ مکان کے ایک طرف کچھ عرصہ تک مکرم مفتی منظور صادق صاحب نے ایک بیکری بنائی تھی۔ بعد میں مکرم والد صاحب نے ایک مہمان خانہ تیار کروایا۔ اس کے ایک حصہ میں دواخانہ بھی تھا اور کتب کیلئے بڑی الماریاں بھی رکھوائی گئی تھیں۔ خاکسار سے ہی لائبریری کی کتب سیٹ کروائیں۔ سب کے نام اور نمبر وغیرہ لکھے۔ بہت ہی قیمتی کتابیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، تفسیر کبیر کی جلدیں، اپنی طب کی نادر کتب، فارسی اردو کے اخبار بدر، الفضل اور مختلف رسائل مشیر الاطباء مستانہ جوگی ہر قسم کی معلومات اور جڑی بوٹیوں کی تحقیق کشتہ جات کی کتابیں غرض بڑا ذخیرہ تھا۔ آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ دہلی اور لاہور سے مختلف رسائل و جرائد لگوائے ہوئے تھے۔ یہ پورا مکان اور یہ قیمتی خزانہ ظالموں نے آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہمارے گاؤں میں نہ پرائمری سکول نہ گرلز سکول تھا۔ آپ نے گاؤں والوں کو کہہ کر لڑکوں کے لئے پرائمری سکول منظور کروایا لیکن سکول کے لئے عمارت بھی نہ تھی اور جگہ بھی نہ تھی۔ آپ

نے مکان کے پیچھے جو اپنی بیٹھک والی جگہ بنی ہوئی تھی وہ بچوں کے سکول کے لئے بلا معاوضہ دے دی جو دس بارہ سال تک، جب تک کہ گورنمنٹ کی سکول کی عمارت نہ تیار ہوئی، سکول کے زیر استعمال رہی۔ یہ سب آپ کی خدمت خلق کا جذبہ اور بچوں کو تعلیم دلانے کا شوق تھا۔

غرباء کا خیال

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی آپ کا اپنے گاؤں کے غرباء کے ساتھ احسان، مروّت اور محبت کا اس طرح سے ہے کہ گاؤں کی اس درمیانی سڑک پر آپ کا ایک اور مکان تھا جو کہ گاؤں کے کسبی لوہار بڑھئی حیات اللہ نامی اور اس کے بیٹے محمد یوسف اور تاج محمد کو دیا ہوا تھا۔ یہ ہمارے گاؤں کے پرانے کسبی تھے۔ ان کی بھی گاؤں میں کوئی جگہ یا جائیداد نہیں تھی نہ ہی اپنا کوئی مکان۔ آپ کو علم تھا کہ شاہ صاحب نہایت رحم دل اور خدا ترس انسان ہیں۔ اُنھوں نے والد بزرگوار سے بڑی لجاجت سے درخواست کی کہ باباجی (شاہ صاحب) یہاں ہماری نہ کوئی زمین ہے نہ مکان نہ جائیداد آپ ہم پر ترس کرتے ہوئے یہ مکان ہمارے نام کروادیں تاکہ حکومتی کاغذات میں اس جائیداد میں ہمارا نام آجائے۔ آپ نے یہ مکان ان کے نام بیع ملکیت کروادیا اور وہ والد صاحب کے ہمیشہ کے لئے ممنون اور شکر گذار رہے کہ اب ہم حکومتی کاغذات میں مالک ہیں، اب اور جائیداد بھی خرید کرنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی۔

احمدی احباب سے آپ کا تعلق اخوت

حکیم عبدالواحد صاحب کا ذکر خیر تو ہو چکا ہے۔ یہ بھی مانسہرہ میں مقیم تھے۔ ان کے سب ہی بیٹے مخلص احمدی تھے اور احمد الخطیب ملازمت کے سلسلہ میں کوئٹہ مقیم تھے۔ عبدالباسط احمد پہلے مانسہرہ میں وکالت کرتے تھے بعد میں پشاور وکالت کرتے رہے۔ پھر اسلام آباد منتقل ہوئے۔ آپ کا ایک بیٹا انس احمد اسلام آباد میں رہائش پذیر ہے۔ ایک بیٹا ارشد احمد جو کہ پہلے کراچی میں نیوی میں ملازمت کرتے تھے بعد میں ریٹائر ہو کر اپنے والد صاحب کا دواخانہ چلاتے تھے۔ آپ کی شادی بالاکوٹ کے محمد زمان خان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ آپ کی اولاد بھی

مخلص احمدی ہیں۔

آپ کے سب ہی بیٹے والد بزرگوار حکیم صاحب کی دوستی کی وجہ سے بہت احترام اور محبت رکھتے تھے اور ہم سب بھائیوں سے بھی تعلق اخوت تھا۔

لالہ عالم خان صاحب مانسہرہ کے بہت ہی مخلص احمدی تھے۔ بہت بڑے صاحب جائیداد تھے۔ رئیس ڈب کہلاتے تھے۔ مانسہرہ کے علاوہ کئی جگہوں پر آپ کی زمینیں تھیں۔ آپ کے ایک ہی بیٹے مکرم آدم خان صاحب آف سواتی ہیں۔ آپ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ B.A مکمل کرنے کے بعد محکمہ فیملی پلاننگ میں بطور آفیسر تقرری ہوئی۔ مکرم آدم خان صاحب کی اولاد میں سب ہی بیٹیاں تھیں۔

لالہ عالم خان صاحب کی ایک بیٹی سید محمد بشیر شاہ کے ہاں بیاہی ہوئی ہے۔ جن کے ہاں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ لالہ عالم خان صاحب نہایت مخلص تھے اور والد بزرگوار کے ساتھ انتہائی محبت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ جب والد صاحب نے آپ سے اپنے بیٹے بشیر شاہ کے رشتہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے نہایت ہی مخلصانہ طریقہ سے فرمایا کہ میری بیٹی اگر آپ کو پسند ہو تو بشیر شاہ کے لئے دینے میں مجھے کوئی امر مانع نہیں ہوگا۔ والد بزرگوار نے بھی آپ کی اس نیک نیتی کی وجہ سے فوراً رشتہ طے کر دیا جس کے نتیجہ میں بفضلہٖ تعالیٰ بہت ہی مخلص اولاد ہوئی۔ الحمدللہ۔

آدم خان صاحب ۱۹۷۴ء کے ہنگاموں کے دوران والد صاحب کی تدفین میں اپنے مخلص عزیزوں کے ہمراہ شریک ہوئے۔

عمر خطاب خان صاحب آف سواتی محلہ ڈب میں رہائش پذیر تھے۔ آپ بھی صاحب جائیداد تھے۔ آپ کافی عرصہ سنگاپور میں ملازم رہے۔ ریٹائرڈ ہو کر مانسہرہ ہی میں تھے۔ ان کو بھی لالہ عالم خان صاحب کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔ مخلص احمدی تھے۔ آپ کے دو بیٹے اور

ایک بیٹی ہے۔ایک بیٹا سرور خان تھا، وہ فوت ہو گیا۔ایک بیٹا عابد خان وکیل اور بار کا صدر ہے۔ بہت ہی نڈر اور بہادر ہے۔آپ کی ایک سسٹر اعظم خان سواتی اوگی کے بھائی لائق محمد خان کے ہاں بیاہی ہوئی ہے جن کی بہت بڑی سیاسی پوزیشن ہے۔اعظم سواتی وکیل ہے اور امریکہ میں بہت عرصہ رہا ہے۔وہاں اس کے کئی سٹور تھے جن سے خوب دولت کمائی۔ ہر دفعہ الیکشن میں کھڑا ہوتا ہے۔اس کا بھائی لائق محمد خان بھی بزنس مین ہے۔آدم خان صاحب اور عابد خان صاحب سواتی خاندانوں سے بڑا تعلق رکھتے ہیں۔

مکرم بابو محمد عالم صاحب

ایبٹ آباد کے جلال بابا کی ریلوے کی بکنگ ایجنسی تھی۔وزیر بھی تھے۔انہوں نے اعلان کیا ہوا تھا کہ جو یہاں سب سے زیادہ دیانتدار شخص ہو تو اس کو میں بکنگ کے کام پر لگاؤں گا۔ہمارے ایک انتہائی مخلص اور دیانتدار بزرگ احمدی تھے جو پہلے حویلیاں ریلوے میں ملازم تھے۔کسی نے جلال بابا کو اس دیانتدار احمدی شخص کے بارہ میں بتایا۔یہ بابو محمد عالم صاحب تھے۔جلال بابا نے آپ کو مانسہرہ ریلوے بکنگ کے کام پر لگا دیا۔آپ نے اپنے احمدی ہونے کا بتایا لیکن اس نے کہا کچھ بھی ہو آپ دیانت دار ہیں۔اس طرح بابو محمد عالم صاحب کافی عرصہ مانسہرہ رہے اور سب احمدیوں کا آپس میں بہت تعلق قائم رہا۔ بابو محمد عالم صاحب کے بیٹے محمد اسلم شاد صاحب تھے۔اِن کے ایک بیٹے مکرم محمد بشیر شاد صاحب ہیں جو نائیجیریا میں مربی سلسلہ رہے ہیں۔ان کے تیسرے بیٹے مکرم محمد افضل صاحب ہیں۔ یہ پہلے ایران میں مقیم رہے۔ان کی بیٹیاں بھی یہاں بیاہی ہوئی ہیں۔ایران کے بعد امریکہ چلے گئے تھے۔مکرم بابو محمد عالم صاحب کے بھائی مکرم صادق شاد صاحب کا ہمارے بھائی مکرم محمد بشیر شاہ کے ساتھ حویلیاں میں بزنس کے دوران تعلق تھا۔مانسہرہ میں والد صاحب سے بھی تعلق قائم رہا۔ اسی طرح ہم سب بھائیوں سے بھی تعلق رہا۔ بہت ہی مخلص اور ایمان دار انسان تھے۔خلافت

کے فدائی تھے۔

مکرم چوہدری نور احمد عابد صاحب

ہمارے بڑا سی کیمپ کے بالکل سامنے دو تین میل کے فاصلہ پر شنکیاری شہر کے ساتھ جنگل میں ایک فوجی کیمپ ہے۔ وہاں بھی فوج میں اپنے کئی افسر ہیں۔ ایک مخلص احمدی چودھری نور احمد عابد صاحب جو حوالدار کلرک تھے۔ آپ برطانوی فوج میں مختلف محاذوں سے ہو کر بکریال کیمپ میں بھی تعینات رہے تھے۔ تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ بعد ریٹائرمنٹ ربوہ آ گئے اور دارالصدر شمالی انوار کی مسجد میں بطور امام الصلوٰۃ فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ درس قرآن بھی دیتے تھے۔ دارالقضاء میں قاضی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ اب ان کی اولاد میں یہاں مربی فرید احمد ناصر صاحب ان کے قائم مقامی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ میرے والد بزرگوار کے مسودہ میں بھی آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر بار بار پڑھ کر تصحیح کے فرائض سرانجام دیئے اور کمپوزنگ، ڈیزائننگ و پرنٹنگ کے سارے کام کروائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

مکرم مسعود احمد اعوان صاحب

آپ ایک نہایت مخلص احمدی ہیں۔ آپ کے والد صوفی عبدالسلام صاحب بے پناہ خوبیوں کے مالک فدائی احمدیت وخلافت تھے۔ مسعود اعوان صاحب کے دادا صوفی رحمت اللہ صاحب منگلور میں سکول ٹیچر تھے۔ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ قادیان بھی جاتے رہتے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے درس القرآن کے نوٹس ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء خوشخطی سے مرتب کئے۔ آپ منگلور تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں مدفون ہیں۔

مسعود اعوان صاحب کے والد صوفی عبدالسلام صاحب ڈاڈر ٹی بی سینی ٹوریم ڈاڈر میں میل نرس تھے۔ صدر جماعت ڈاڈر بھی رہے۔ ملازمت کا زیادہ عرصہ ڈاڈر میں ہی گزارا۔ بہت مخلص فدائی احمدی تھے۔ موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

مسعود اعوان صاحب صوفی عبدالسلام صاحب کے نہایت نیک مخلص فدائی احمدی بیٹے ہیں۔آپ کی اہلیہ صاحبہ کی وفات ہوئی۔دوسری شادی کی لیکن اولاد نہیں ہوئی۔ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔آمین۔آپ ایم.اے پاس ہیں۔اب ریٹائرڈ ہوکر اسلام آباد میں ایک سکول بارعہ ماڈل سکول کھولا ہوا ہے۔مخلص، دعا اور گو موصی ہیں۔آپ کا والد بزرگوار اور ہم سب سے بہت ہی محبت اور اخوت کا تعلق رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی اور درازی عمر سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

مکرم مہر الدین صاحب

مکرم مہر الدین صاحب، منشی فضل احمد صاحب کے دوسرے بیٹے تھے۔نہایت بہادر اور جرأت مند تھے۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ایک مناظرہ کے نتیجہ میں آپ احمدی ہوئے تھے۔آپ کو آپ کے چچا اور بھائی کی طرف از یتیں بھی دی گئیں۔جب فقیر محمد سے والد صاحب نے پوچھا کہ تو نے مہر دین کو کیوں اذیت پہنچائی تو فقیر محمد نے کہا کہ یہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے۔منشی فضل احمد نیک فطرت اور سعید فطرت تھا۔لاہور میں ویکسی نیشن کی نوکری مل گئی۔لاہور میں آپ نے شادی کی جس کے نتیجہ میں بہت ہی مخلص اولاد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔لاہور میں آپ نے اپنی مسجد بھی بنالی۔آپ کے بیٹے فہیم احمد بشیر احمد اور بھی بیٹے پوتے مخلص احمدی ہیں۔فہیم احمد رنگوں کا کارخانہ دار تھا۔بعد میں لندن منتقل ہو گیا اور بہت سے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو بھی اپنا پیسہ خرچ کر کے لندن بلالیا۔فقیر محمد صاحب بھی احمدی ہونے کے بعد والد بزرگوار کے ساتھ انتہائی جرأت سے ساتھ دیتے رہے۔ان کی بہادری اور پہلوانی کے کئی کارنامے ہیں جو آپ احمدیت کی حمایت میں ادا کرتے رہے۔خدا تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے اپنی جوار رحمت سے نوازے۔آمین۔

○○

پھگلہ کے جنگلات

جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہمارا گاؤں پھگلہ مانسہرہ سے کشمیر روڈ کی بڑی سڑک پر گیارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ خوبصورت جگہ جنگل کے دامن میں ہے۔ یہاں سے ہی چیڑھ کے جنگلات کی ابتدا ہوتی ہے جو ہزارہ کے تمام بالائی علاقوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ جگہ پُرفضا موسم کے لحاظ سے متوسط ٹھنڈی اور برفانی علاقوں پر مشتمل ہے۔ بڑاسی کے اس جنگل میں انگریزوں کے وقت سے ملٹری کیمپ رہا ہے۔ برطانوی دور میں ان جنگلات کے بعض خوبصورت مقامات پر ریسٹ ہاؤس تعمیر کئے گئے ہیں جو سیاحوں اور افسران کے لئے دلکش اور پُرفضا اہمیت کے حامل ہیں۔ بڑاسی کیمپ سے یہ سڑک جنگل کے اندر سے انتہائی خطرناک موڑوں سے ہوکر 3200 فٹ کی بلندی سے نیچے اترائی کی طرف جاتی ہے۔ گڑھی حبیب اللہ شہر جو کہ دریا کنہار پر واقع ہے، سے ہوتی ہوئی یہ سڑک مظفرآباد کی طرف نکلتی ہے۔ گڑھی حبیب اللہ سے ہی یہ سڑک بالاکوٹ ناران کی طرف بھی جاتی ہے۔ اب ہمارے گاؤں سے بھی ایک سڑک کاغان ناران تک جاتی ہے۔ اس جنگل میں ایک خوبصورت ریسٹ ہاؤس قائم ہے جس سے اس علاقہ کا دور تک نہایت اچھا منظر نظر آتا ہے۔ ایک دوسرا ریسٹ ہاؤس کنڈ بنگلہ کہلاتا ہے۔ وہاں سے خوبصورت مقامات ندی بنگلہ، شہید پانی، موسیٰ کا مصلیٰ نظر آتے ہیں۔ دریا کنہار کو کراس کر کے کاغان کے نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب علاقے شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ جنگلات سیاچن تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان جنگلات میں بے شمار مفید اور قیمتی جڑی بوٹیاں اور خوبصورت جانور ہیں۔ اسی طرح اس علاقہ میں قیمتی معدنیات اور پتھر بھی ہیں۔ اگر حکومت اس علاقہ کی طرف توجہ کرے تو بہت سے مالی فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں اور سیاحت کو بھی فروغ مل سکتا ہے۔

○○

مطبوعات

ذیل میں ان کتب کی فہرست ہے جو مکرم محمد اجمل شاہد صاحب سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا کی طرف سے گذشتہ چند سالوں میں شائع ہوئی ہیں:

1.- احمدیت کا نفوذ صوبہ خیبر پختونخواہ میں

یہ کتاب سابق صوبہ سرحد۔ پاکستان میں احمدیت کے معجزانہ نفوذ سے لے کر گذشتہ ایک صدی میں جماعت کی بتدریج ترقی کی آئینہ دار ہے۔ اس کی جلد دوم اپنی تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ (ہدیہ 5 یو ایس ڈالر)

2.- ملاحظات نیاز فتحپوری

پاک و ہند کے مشہور نقاد علامہ نیاز فتحپوری کے ان مضامین پر مشتمل ہے جو آپ نے اپنے ماہوار رسالہ ''نگار'' میں جماعت کے متعلق شائع کئے۔ نہایت ہی عمدہ تبلیغی مواد پر مشتمل ہے۔

(ہدیہ 3 یو ایس ڈالر)

3.- سانحہ ٹوپی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سابق باڈی گارڈ مکرم صوبیدار عبدالغفور خان صاحب مرحوم کی 1974ء کے خون آشام دور میں اپنے اور اپنے خاندان کے افراد کے معجزانہ بچاؤ کی آپ بیتی پر مشتمل ہے۔ انتہائی ایمان افروز مواد پر مشتمل ہے۔ (ہدیہ 2 ڈالر)

4.- سانحہ ٹوپی۔ نقش ثانی

مکرم صوبیدار عبدالغفور خان صاحب مرحوم کی بیٹی محترمہ امتہ القیوم صاحبہ اہلیہ محترم فیض محمد خان صاحب نے اپنے رنگ میں 1974ء کے حالات کے متعلق اپنی آپ بیتی تحریر کی ہے۔

(ہدیہ 1 یو ایس ڈالر)

5.- ہومیوپیتھی-افراد خانہ کیلئے

یہ کتاب انگریزی زبان میں تمام افراد خانہ کی عام بیماریوں میں ہومیوپیتھی دوائیوں کی رہنمائی کیلئے بہت مفید اور کارآمد ہے۔ (ہدیہ 2 یو ایس ڈالر)

6.- تعبیر الرؤیا

انگریزی زبان میں حضرت ابن سیرینؒ کے مختصر تعبیر نامہ کا ترجمہ ہے۔خوابوں کی تعبیر کیلئے عمدہ رنگ میں رہنمائی کیلئے مفید ہے۔ (ہدیہ 5 یو ایس ڈالر)

محترم سید عبدالرحیم شاہ صاحبؒ

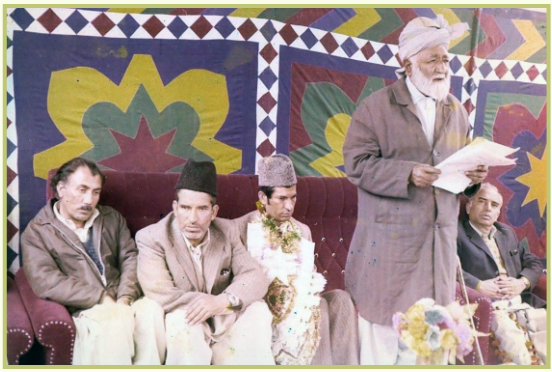

تقریب نکاح میں مکرم مولوی چراغ دین صاحب خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے۔
بیٹھے ہوئے: عبدالعزیز جہانگیری صاحب، بشیر شاہ صاحب اور اقبال شاہ صاحب

دائیں سے بائیں: سید نواس احمد صاحب، سید شمشاد احمد صاحب ناصر، سید وقاص احمد صاحب اور سید اویس احمد صاحب

مکرم بشیر شاہ صاحب، مکرم داؤد مظفر شاہ صاحب اور مکرم اعظم شاہ صاحب

محترم سید عبدالحئی صاحب مرحوم، عمران احمد
اور سید محمد اقبال شاہ صاحب

مکرم داؤد مظفر شاہ صاحب، مکرم سید محمود شاہ
صاحب اور مکرم صادق شاہ صاحب

مکرم سید وقاص احمد صاحب و محترم مولانا
محمد اجمل شاہد صاحب

مکرم عبدالرزاق شاہ صاحب
ابن مکرم عبدالرحیم شاہ صاحب

مکرم نذیر شاہ صاحب
ابن مکرم عبدالرحیم شاہ صاحب

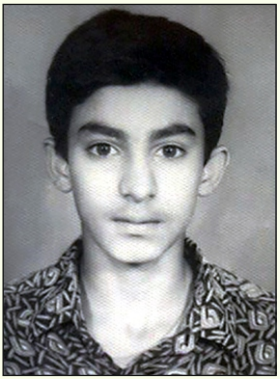

مکرم عبدالرحیم صاحب
ابن مکرم لقمان شاہ صاحب

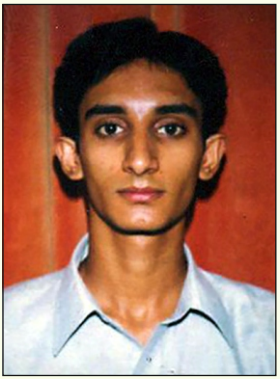

مکرم عطاء المنان صاحب
ابن مکرم لقمان شاہ صاحب

مکرم سجاد احمد صاحب
ابن مکرم محمد بشیر شاہ صاحب

مکرم عدنان احمد صاحب
ابن مکرم اقبال شاہ صاحب

مکرم بلال احمد صاحب
ابن مکرم عبدالرزاق شاہ صاحب

مکرم سید احسن احمد صاحب
ابن مکرم صادق شاہ صاحب

عزیزم سید وقاص احمد شاہ
ابن مکرم سید محمد اقبال شاہ صاحب

آسمانی ستارے

حقیقی محبت کا تقاضا

سید محمد اقبال شاہ صاحب اپنے والد محترم سید عبدالرحیم شاہ صاحب کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

’’مکرم والد صاحب کی جب کبھی اخبارات کے فلمی اشتہارات پر نظر پڑتی اور دیکھتے کہ فلمی کرداروں کے ناموں کے ساتھ ’ستارے‘ لکھا ہوا ہے تو آپ کو سخت کوفت ہوتی۔ آپ فرماتے کہ دیکھو یہ مسلمان قوم ہے جس کے ستارے اب فلمی کردار اور گانے بجانے والے لوگ ہیں۔ جبکہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ستاروں کی مانند فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک نمونہ کو مسلم قوم نے بُھلا دیا ہے اور کوئی مولوی نہیں جو فلمی کرداروں کی مناسبت ستاروں سے کرنے کی مخالفت میں اپنی زبان کھولتا یا اصحابی کالنجوم کے مقابل پر فلمی ستاروں کو گستاخیٔ رسول سمجھتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے حقیقی ستارے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان امت ہیں جن سے ہم روحانی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ فلمی کردار تو ہمیں گمراہی وضلالت کے گڑھے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ آج ہمارے تنزل اور ادبار کی یہی بڑی وجہ ہے۔ اس بڑی غلطی کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن کوئی مولوی بھی محض اپنے ذاتی مصالح کی وجہ سے اس کے خلاف اپنی زبان نہیں کھولتا۔ حالانکہ ہماری سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا یہ تقاضا ہے کہ جو لقب آنحضورؐ نے اپنے اصحاب کیلئے استعمال کیا ہے اسے کسی دوسرے کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔‘‘

SYED ABDUR RAHEEM SHAH
a great *daee-ilallah*

A biography of Syed Abdur Raheem Shah of Phaglah (a small town in distt. Hazara, Pakistan) who joined the fold of Ahmadiyyat at the blessed hand of Hazrat Musleh Mauood in 1929. Once he was convinced about the truthfulness of Hazrat Masih-e-Mauood,ﷺ he wanted to go to Qadian immediately. It was the month of December and the whole area was covered with snow. There was no transport was available to take him to *Mansehra* to start his journey to Qadian. He did not care for severe weather and decided to walk through snow, a distance of eleven miles on foot thus fulfilling the command of the The Holy Prophet ﷺ:

> "When you come to know about the appearance of Imam Mahdi ﷺ, you must try to accept him even if you have to slide over the ice". *(Sunan Ibn-e-Maja)*

After joining the *Jamaat*, he virtually devoted himself to convey the divine message to the people in his area, particularly to his close relatives, who showed staunch opposition. He persistently followed his mission and was able to convince many good natured people and established a regular *Jamaat* there.

Syed Abdur Raheem Shah was a versatile personality. He studied local herbal way of treatment and used this profession for the service of humanity. He was a great scholar and debater and tried his best to convince people persistently about the truthfulness of The Promised Mesiah ﷺ.

Syed Sahib also has the honor to host Hazrat Musleh Mauood ﷺ in his town Phagla when Hazoor ﷺ visited Abbotabad in 1956.

(M. Ajmal Shahid)

Syed Abdur Raheem Shah

A Biography